مکمل ناول

حبیبہ عمیر

تیرِ نیم کش

''ایک تو میری سمجھ سے بالاتر ہے یہ کہ حیان میں ایسے کون سے سرخاب کے پر ہیں جو کسی اور میں نہیں ہیں۔ سچ کہتی ہوں نذیر! بابا جان ہمیشہ ہم سب کے ساتھ اور خاص کر میرے شہریار کے ساتھ بہت زیادتی کرتے ہیں۔'' شہلا کا موڈ بے حد خراب تھا ایک بار پھر......

فاروقی ولا میں آج ضرورت سے زیادہ خاموشی تھی، ورنہ زندگی ہر وقت اس گھر میں دوڑتی محسوس ہوتی تھی۔

گھر کے سبھی بڑے شمشیر فاروقی کے کمرے میں موجود تھے۔ بڑے گھمبیر مسئلے پر بحث ہو رہی تھی۔

''تو بابا جان اب کیا کرنا ہے؟ کون جائے گا پرویز کے پاس؟'' نذیر فاروقی نے کہا۔

''ہوں...... میں بھی یہ ہی سوچ رہا ہوں'' شمشیر فاروقی گہری سوچ میں تھے۔

'' ویسے بابا جان انہیں اتنے سالوں بعد ہماری یاد آ کیسے گئی؟ وہ تو سارے بندھن توڑ کر پردیس گئے تھے۔'' نذیر فاروقی کی بیگم شہلا فاروقی نے کہا۔

''ہو گیا ہوگا کوئی مسئلہ...... جو یاد آ گئی اُس کو ہماری۔'' ناصر فاروقی نے کہا۔

'' جو بھی ہو آخر کو پتہ تو چلے کہ ہوا کیا ہے؟'' سنبل حیدر نے کہا۔

''بابا جان آپ کیوں چپ ہیں؟ کچھ کہیں تو سہی۔'' شمشیر فاروقی کو گہری سوچ میں دیکھ کر اُن کے داماد بولے۔

'' کچھ خاص نہیں ابھی تم سب جاؤ اس معاملے پر صبح بات کریں گے۔'' وہ اپنے بستر پر دراز ہوتے ہوئے بولے۔

''جی بابا جان جیسا آپ کہیں۔'' ثمرین نبیل نے کہا۔

'' چلیں پھر سب چلتے ہیں یہاں سے۔'' انہوں نے سب کو مخاطب کیا۔ ثمرین نے شمشیر صاحب کو ٹھیک سے چادر اوڑھائی اور باہر نکل گئیں۔

''جب سے پرویز بھائی کا فون آیا ہے بابا جان اسی طرح پریشان سے ہیں۔'' سنبل نے ثمرین سے کہا۔

'' ٹھیک کہہ رہی ہو باجی تم یقیناً کوئی بات ہے جو بتا نہیں رہے ہیں۔ ورنہ وہ یوں چپ نہ ہوتے۔ لیکن پتہ چلے گا کیسے؟'' ناصر فاروقی کی

اسلام علیکم!
ہمیں اپنے Blog Kitabdost
http://kitabdostpk.blogspot.be
اور readingpoint
http://readingpointpk.blogspot.be
کے لیے لکھاریوں کی ضرورت ہے جو ہمارے لیے ناولز
لکھ سکیں جو خواتین و حضرات شوقین ہیں وہ
ہمیں اپنی تحریر (ناول،ناولٹ،افسانہ قسط وار ناول)
اس میل آی ڈی پہ سینڈ کر سکتے ہیں
maisrasultan@gmail.com
فیس بک پہ بھی اس میل کے زریعے رابطہ کریں

عالیہ بیگم نے کہا۔

''دیکھو شاید صبح کچھ بتائیں ابھی تو چلتے ہیں ہم۔''

وہ سب کوریڈور سے ہوتے ہوئے سٹنگ روم میں آ گئے۔

''اب ہمیں چلنا چاہیے سنبل۔'' حیدر نے سنبل سے کہا۔

''جی چلیں۔''

''ارے کہاں جاؤ گے رات کے دس بج رہے ہیں صبح پھر سے آنا پڑے گا تم لوگوں کو۔'' شہلا نے کہا۔

''جی بھابی ..... لیکن خیر ہے ہم صبح ہی آ جائیں گے۔ ابھی وقت ہی کتنا ہوا ہے۔'' سنبل مسکرا کر بولیں۔

''ارے آپ لوگوں کے کون سے بچے چھوٹے ہیں جو آپ کو فکر ہو ماشاء اللہ سب جوان ہیں آپ لوگ کہیں یہاں پر ہیں۔'' عالیہ نے کہا۔

''ہاں باجی رُک جائیں ہم دونوں بھی یہاں ہی ہیں۔'' ثمرین نے نبیل کی طرف دیکھ کر کہا جو ناصر سے باتیں کر رہا تھا۔

''چلو ٹھیک ہے رک جاتے ہیں' کیا خیال ہے حیدر۔'' انہوں نے شوہر کا مشورہ لینا ضروری جانا۔

''ہوں ٹھیک ہے پھر میں ذرا گھر فون کر دیتا ہوں۔'' وہ مسکراتے اور جیب سے سیل نکال کر باہر نکلے۔

''رمضو بابا..... ذرا اوپر گیسٹ روم ٹھیک کرا دیں دونوں۔'' شہلا فاروقی نے آواز لگائی۔

''شکریہ بھابی.....'' سنبل مسکرائیں۔

''ارے شرمندہ نہ کرو۔'' وہ بھی مسکرا دیں۔

☆.....☆.....☆

''بابا جان مجھے معاف کر دیں میں نے آپ کا دل دکھایا ہے میں جانتا ہوں..... لیکن اب آپ مجھے معاف کر دیں بابا جانی پلیز..... یہ میری درخواست ہے آپ سے۔'' پرویز فاروقی بچوں کی طرح رو رہے تھے۔

شمشیر فاروقی اتنے سالوں بعد اپنے سب سے چھوٹے بیٹے پرویز کی آواز سن کر جیسے پتھر کے ہو گئے تھے۔

''بابا جانی کچھ تو بولیں ناں پلیز.....'' وہ پھر بولے۔

تو ہاتھ میں پکڑا شمشیر فاروقی کا فون لڑکھڑا گیا۔

''پرویز.....'' بہت خستہ سی آواز ابھری تھی۔ انہیں اپنی آواز بے گانا سی محسوس ہوئی تھی۔

''جی بابا جانی میں پرویز آپ کا نالائق..... نافرمان پرویز۔'' وہ ہچکیوں سے رو رہے تھے اور ان کے آنسو شمشیر فاروقی کو اپنے دل پر گرتے محسوس ہو رہے تھے۔

''بابا جانی..... بس آپ میری آخری خواہش سمجھ کر مجھے معاف کر دیں..... کیونکہ میرے پاس وقت بہت تھوڑا ہی بچا ہے۔ زندگی نے بہت کم مہلت دی ہے مجھے اور میں اپنے باپ کی ناراضگی ساتھ لے کر نہیں جانا چاہتا۔''

''پرویز کیا کہہ رہا ہے تو..... کیا ہوا ہے تجھے تو ٹھیک تو ہے ناں؟'' وہ گھبرا کر بولے۔

''بس بابا جان آپ کسی کو میرے پاس بھیج دیں پلیز..... کوئی بھی آ جائے..... لیکن آ جائے میں اپنی بہت قیمتی امانت آپ کے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ اسے میری درخواست سمجھ لیں آپ.....''

''لیکن تو.....'' وہ کچھ کہنا چاہتے تھے کہ پرویز نے روک دیا۔

''بس بابا جانی میں اور کچھ نہیں کہہ پاؤں گا۔''

''بس آپ مجھے معاف کر دیں۔'' اُس کے ساتھ رابطہ منقطع ہو گیا۔

شمشیر فاروقی کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ آج صبح انہوں نے اپنے سب سے لاڈلے بیٹے کی آواز نا جانے کتنے برسوں بعد سنی تھی اور وہ بھی عجیب حالات میں.....

پرویز کے فون کے بعد انہیں ایک پل چین نہیں آ رہا تھا۔ نا جانے کیا ہوا ہے میرے بچے کو.....

وہ مسلسل سوچ رہے تھے۔ آخر وہ نتیجے پر پہنچ گئی۔

☆.....☆.....☆

''السلام علیکم پھوپو جانی.....'' سائرہ نے ناشتے کی ٹیبل پر سنبل کو دیکھا تو آ کر اُن کا گال چوم لیا۔

''وعلیکم السلام جانو.....'' وہ اُسے پیار کر کے بولیں۔

''واہ کیا بات ہے پھوپو جانی آپ صبح ہی صبح ہمارے ہاں..... عثمان بھی آ گیا.....''

''تم گھر میں بکو تو معلوم ہو نا کہ کون آ رہا ہے اور کب آ رہا ہے۔'' سنبل سے پہلے عالیہ بول پڑیں۔

''بس کریں نا امی جان اور بتائیں ناں کہ پھوپو آپ اتنی صبح خیریت تو ہے ناں۔'' وہ کرسی کھینچ کر بیٹھا اور ہمہ وقت دونوں سے مخاطب ہوا۔

''ہاں بس یوں ہی۔'' وہ مسکرا دیں۔

''ارے ثمرین پھوپو آپ بھی ہیں۔'' سائرہ نے انہیں سیڑھیاں اترے دیکھا تو حیران ہوئی۔

''ہاں وہ بھی ہیں۔'' عالیہ سرو کرتے ہوئے بولیں۔ اتنے میں گھر کے افراد جمع ہونا شروع ہوئے۔ پہلے ریحان آیا پھر شانزے آئی۔

وہ بھی حیران ہوئے یوں اچانک اپنی پھوپوؤں کو دیکھ کر.....

اس کے بعد گھر کے سبھی مرد حضرات جو باہر لان میں بیٹھے گھر کے اوپر آن پڑے مسئلے پر بحث کر رہے تھے وہ بھی ناشتے کی میز پر جمع ہوئے۔

شہزاد اور شہریار دونوں اکٹھے ہی نیچے اترے تھے۔

''بھائی جلدی کرو مجھے دیر ہو گئی ہے آل ریڈی۔'' سائرہ جلدی جلدی چائے پیتے ہوئے شہریار سے مخاطب ہوئی کیونکہ اس نے اس کے ساتھ جانا تھا۔

''سنبھل کر لڑکی کہیں گلے میں نہ لگ جائے گرم چائے۔'' اسے یوں گھٹ گھٹ چائے پیتے دیکھ کر شہلا بولیں۔

جبکہ سبھی مسکرا دیتے۔

''اچھا پھر شام میں ملتے ہیں ہم۔'' شہریار ہنستا ہوا اٹھا۔

''بابا آپ آج آ رہے ہیں ناں آفس؟'' وہ اپنی عینک کو درست کر کے نذیر فاروقی سے بولا۔

''اور چچا جان آپ؟'' وہ ناصر فاروقی سے بھی مخاطب ہوا۔

''دیکھو بیٹا کہ ہم آتے ہیں یا نہیں خیر تم جاؤ خیر سے وقت ملا تو ضرور آئیں گے۔'' ناصر نے بڑے پیار سے اپنے بھتیجے کو دیکھا جو بہت ذمہ دار بزنس مین لگ رہا تھا۔

''ہوں ٹھیک ہے نو پرابلم آج ویسے بھی کوئی خاص کام نہیں ہے۔ شہزاد اور عثمان تم دونوں ضرور چکر لگانا..... کچھ باتیں ڈسکس کرنی ہیں۔'' وہ بولا

اور پھر سلام کر کے نکل گیا۔

''ہاں تم دونوں ضرور چکر لگا لینا.....اور بھائی کا ہاتھ بٹا دینا۔'' نذیر فاروقی نے عثمان اور شہزاد کو کہا۔

''جی بابا جی۔'' شہزاد نے کہا جبکہ عثمان نے سر کو جنبش دی۔

''شانزے تم اتنے سکون سے ناشتہ کر رہی ہو تمہیں کالج نہیں جانا کیا؟''

اسے مزے سے ناشتہ کرتا دیکھ کر سنبل نے گھڑی دیکھی۔

''جانا ہے امی جان..... لیکن لیٹ.....'' وہ دوبارہ مصروف ہوگئی۔

''ہوں ٹھیک ہے۔'' وہ بھی ناشتے کی طرف متوجہ ہوئیں۔

☆......☆......☆

''بھابی گیارہ بج رہے ہیں بابا جانی تو ابھی تک اپنے کمرے سے باہر نہیں آئے.....اُن کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں۔'' سنبل پریشانی سے بولیں۔

''پتہ نہیں ابھی تک نکلے کیوں نہیں بابا جانی..... مجھے بھی حیرانی ہو رہی ہے۔'' وہ بولیں۔

''بھئی آپ خواتین پریشان نہ ہوں وہ اٹھ گئے ہیں۔ رمضو بابا انہیں چائے دے آئے تھے۔ ابھی آتے ہوں گے باہر۔''

خواتین کی پریشانی کے پیش نظر ناصر فاروقی نے کہا۔

''بابا جانی کچھ ٹھیک سے بتا بھی نہیں رہے بس سرسری سا کہا تھا کہ پرویز کے پاس کسی کو جانا ہے مجھے یہ کچھ سمجھ نہیں آیا..... اتنے عرصے بعد یوں اچانک بابا جان کی ناراضگی کیسے ختم ہوگئی ہے۔'' نذیر فاروقی بولے۔

''بات تو حیرانی کی ہے بھائی صاحب..... واقعی.....!'' حیدر یزدانی چائے کا کپ میز سے اٹھاتے ہوئے بولے۔

''بھئی ہوگیا ہوگا کوئی چکر۔'' ثمرین بھی پریشان تھیں۔

''ارے بھابی آپ کے کوئی عزیز رہتے تھے ناں پرویز بھائی کے گھر کے قریب ہی جو اکثر اُن کی خیر خیر بتا دیتے تھے۔ ان سے رابطہ ہی کر لیتے۔'' ثمرین اچانک یاد آنے پر سنبل سے بولیں۔

''ہاں رہتے تو تھے میرے خالہ زاد لیکن کافی عرصے سے کوئی رابطہ نہیں ہے اُن کے ساتھ۔'' وہ چائے کا کپ اُٹھا کر بولیں۔

اتنے میں شمشیر فاروقی باہر آئے تو سارے سنبھل گئے۔

''السلام علیکم بابا جانی۔'' سبھی نے کہا۔

''وعلیکم السلام!'' وہ تھکے تھکے سے لگ رہے تھے۔

''بابا جانی آپ ٹھیک تو ہیں ناں.....'' سنبل فوراً اُن کے پاس بیٹھ گئی۔

''ہوں.....'' وہ بڑی دقت سے مسکرائے۔

''کیا سوچا ہے آپ نے پھر بابا جانی.....'' نذیر بولے۔

جامد خاموشی چھا گئی ہر کوئی اُن کے فیصلے کا منتظر تھا۔

کچھ دیر بعد وہ گویا ہوئے۔

''حیان کو بلاؤ۔ اُسے کہو کہ آج ہی آئے ہم بلا رہے ہیں۔'' انہوں نے کہا اور اٹھ گئے۔

''لو بلا لیں بابا جان کے چہیتے کو۔'' سنبل سر مار کر بولیں۔

''ایک تو بابا جان کو اس کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا۔'' انہیں برا لگا۔

''یہاں سب ہی ہیں مگر بابا جان صرف حیان کو کیوں بلا رہے ہیں ویسے بھابی۔'' عالیہ بھی حیران تھیں۔

''اگر کسی کا جانا اتنا ہی ضروری ہے تو بڑوں میں سے کوئی جاتا..... حیان کی مجھے بھی سمجھ نہیں آئی۔'' وہ بولیں۔

''اچھا اب اس بحث میں مت اُلجھو تم.....'' ناصر فاروقی نے اپنی بیگم کو خاموش کرایا اور موبائل نکال کر نمبر ڈائل کیا۔

☆......☆......☆

وہ آفس کے لیے نکل ہی رہا تھا کہ فون نے اُس کے قدم روک لیے۔

ناصر فاروقی کا نمبر جگمگا رہا تھا۔ اس نے ریسیو کیا۔

''السلام علیکم چچا جان......''

''وعلیکم السلام......حیان خیریت سے ہو؟''

''جی......!'' وہ بولا۔

''تمہیں بابا جانی نے بلایا ہے اور کہا ہے کہ آج ہی آؤ۔'' وہ بلا کسی تمہید کے مدعے پر آئے۔

''جی! آجاؤں گا...... ان سے کہہ دیں۔''

اس نے اتنا کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

☆......☆......☆

رات کے بارہ بجے وہ فاروقی ولا میں داخل ہوا اور سیدھا بڑے بابا کے کمرے میں گیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ اس کے منتظر ہوں گے۔

''السلام علیکم بڑے بابا۔'' وہ مسکرایا۔

''وعلیکم السلام بابا کی جان۔'' وہ اسے دیکھ کر کھل اٹھے۔

''یار صبح بلایا بلایا تھا تمہیں اور تم اب آئے ہو؟'' وہ گلہ کر کے مسکرائے۔

''بس بڑے بابا آپ کو تو پتہ ہے میں سرکاری ملازم ہوں...... اس لیے ذرا نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔'' وہ اُن کے پاس بیٹھ گیا۔ اور اُن کا ہاتھ چوم لیا۔

''کیسے یاد کر لیا آپ نے مجھے؟''

''یار تمہیں میں بھولتا ہی کب ہوں تم تو یہاں اس دل میں رہتے ہو......'' وہ دل کی طرف اشارہ کر کے بولے اور پھر اُسے پیار کیا۔

''جانتا ہوں میں بابا جانی بالکل جانتا ہوں میں۔'' وہ اُن کے سینے سے لگ گیا۔

''اچھا اب بتائیں پریشانی کیا ہے؟'' وہ بولا۔

''تمہیں کس نے کہا کہ میں پریشان ہوں۔'' وہ الٹا بولے۔

''بڑے بابا میں حیان فاروقی ہوں...... یہ مجھے نہیں پتہ ہوگا تو کس کو ہوگا؟ میں فوراً آپ میں آنے والی تبدیلی کو پہچان لیتا ہوں۔''

''آج آپ اتنی گرم جوشی سے نہیں ملے جتنا ملتے ہیں......اب بتائیں؟''

''ہوں......!'' وہ مسکرائے۔

''پریشان تو میں ہوں اور بہت ہوں۔'' حیان پوری توجہ سے سن رہا تھا۔

''پرویز کا فون آیا تھا۔''

''کیا......؟ پرویز چچا کا؟'' وہ بھی حیران ہوا۔

''ہوں......!'' انہوں نے گردن ہلائی۔

''تم جاؤ یار اُس کے پاس میرا بیٹا تکلیف میں ہے۔'' وہ کرب سے بولے۔

''بڑے بابا......!'' وہ فوراً اُن کا ہاتھ تھام کر بولا۔

''بس یار تم جس قدر جلد ہو سکے جاؤ۔'' وہ بہت شکستہ لگ رہے تھے۔

''میں جاؤں گا بڑے بابا..... ضرور جاؤں گا اور آپ فکر نہ کریں۔'' وہ اُن کا ہاتھ دبا کر بولا۔

''میں جانتا ہوں کہ تم اسے ملے ہو جب تم پڑھنے گئے تھے۔''

''جی؟'' وہ حیران ہوا۔

''آپ کو کیسے پتہ؟''

''شمشیر فاروقی ہوں میں' شمشیر فاروقی.....'' وہ اسی کی طرح بولے۔

''بابا بابا..... جی بالکل.....'' وہ ہنس دیا۔

''اچھا بابا جانِ میں کل ہی کچھ کرتا ہوں اب آپ بے فکر ہو جائیں..... میں ہوں ناں۔'' وہ بستر سے اٹھا۔

''اب آپ سو جائیں۔'' اس نے اُن کا ماتھا چوما اور نکل گیا۔

''آخر ہوا کیا ہے کہ چچا نے یوں بلایا ہے؟'' گہری سوچ کے ساتھ وہ اپنے روم کی طرف بڑھا۔

اپنے روم کا دروازہ کھول کر جیسے وہ اندر گھسا ایک عجیب سا کرب اُس کے اندر اتر گیا۔

اس نے ایک رنجیدہ سی نظر کمرے میں ڈالی اور واش روم میں چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

''السلام علیکم!'' وہ بلند آواز میں بولا تو ناشتے کی میز پر سارے ایک دم متوجہ ہوئے۔

''ارے حیان تم کب آئے؟'' شہریار نے توس اٹھا کر کہا۔

''رات کو.....'' جواب مختصر اور روکھا تھا۔

''ہوں.....!'' وہ دوبارہ ناشتے کی طرف متوجہ ہوا۔

''رمضو بابا..... میرے لیے بلیک کافی۔'' وہ وہیں سے بولا۔

اور ایک توس اٹھا لیا۔

''کیسے ہو تم حیان؟'' نذیر فاروقی بولے۔

''ٹھیک ہو چچا جان.....'' جواب پھر روکھا تھا۔

''لو آ گئے اس دنیا کے سب سے انگری مین۔'' شانزے سائرہ کے کان میں بولی۔ تو سائرہ نے کہنی اُس کی کمر میں گھسا دی جس سے اُس کے منہ سے 'سی' نکل گیا۔

''کیا ہوا تمہیں؟'' ریحان نے کہا۔ جو اس کے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔

''کچھ..... کچھ نہیں ہوا تم اپنا ناشتہ کرو۔'' وہ گھور کر بولی۔

حیان نے اپنا کپ اٹھایا اور باہر نکل گیا۔

''مجال ہے کہ اس میں ذرا اخلاق ہو نذیر صاحب!'' سنبل کا موڈ خراب ہو گیا۔

''وہ ایسا ہی ہے..... تم جانتی ہو اسے۔'' انہوں نے سرد سا جواب دیا اور اٹھ گئے۔

باقی سارے بھی آہستہ آہستہ اٹھنے لگے۔

☆.....☆.....☆

''بڑے بابا آپ جاگ رہے ہیں؟'' حیان ناک کر کے اندر آیا۔

''آ جاؤ بابا کی جان آ جاؤ۔'' وہ مسکراتے ہوئے اُٹھ بیٹھے۔

''Looking Great.....'' وہ مسکرایا۔

''ہوں..... تمہیں دیکھ کر ہو جاتا ہوں یار وہ کیا شعر ہے.....'' وہ ذہن پر زور ڈال کر بولے۔

''ارے ہاں..... وہ''

اُن کے آ جانے سے آ جاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں بیمار کا حال اچھا ہے

وہ اٹھے اور کھڑکی کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گئے۔ حیان بھی مسکراتا ہوا آیا اور اُن کے سامنے بیٹھ گیا۔

''بابا جان میں نے بات کر لی ہے..... بس انتظام ہوا ہی سمجھیں جس قدر جلد ہو سکے گا میں چلا جاؤں گا۔'' وہ تفصیل بتاتے ہوئے بولا۔

''اچھا یار بس تو میرے پرویز کو لے آ میرے پاس 25 سال ہو گئے ہیں اُس کا چہرہ دیکھے۔''

وہ اداس ہو گئے۔

''یار اب تو اس کی شبیہ بھی دھندلا سی گئی ہے۔''

حیان تڑپ اٹھا۔

''بابا جان پلیز..... خود کو سنبھالیں۔'' وہ اٹھا اور ان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

''سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' وہ اُن کا ہاتھ تھام کر بولا۔

''ویسے ایک بات پوچھوں؟''

''پوچھو بابا کی جان.....'' وہ مسکرائے۔

''آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں چچا سے ملا تھا؟'' وہ حیرانی سے بولا۔

''تمہارا دادا ہوں میں..... تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔'' وہ اس کے قریب ہوئے۔

''بابا جان..... پتہ ہے مگر پھر بھی بتائیں تو سہی ناں..... میں نے ہر ممکن کوشش کی تھی کہ آپ کو بھنک بھی نہ پڑے میں کہاں پر پھسل گیا؟'' وہ شرارت سے بولا۔

''کہیں پر بھی نہیں.....'' وہ ہنسے۔

''تو پھر؟'' وہ کندھے اُچکا کر بولا۔

''مجھے یقین تھا کہ تم اس شہر میں جا رہے ہو تو کسی نہ کسی طرح اس تک پہنچ ہی جاؤ گے۔''

''واقعی؟'' وہ حیران ہوا۔

''صرف یقین کی بنا پر آپ نے اتنا بڑا دعویٰ کر دیا۔'' وہ مسکرایا۔

''میرا دعویٰ کیا غلط ہے؟'' وہ اس سے الٹا سوال کر کے بولے۔

''نہیں بابا جان بالکل نہیں..... میں ملا تھا اُن سے.....'' وہ شرمندہ ہوا۔

''حالانکہ یہ بات میں جانتا تھا کہ آپ نے ان سے سارے رشتے ختم کر دیے ہیں پھر بھی میں ملا تھا۔''

''سوری بابا جان.....'' وہ شرمندہ ہوا۔

''اچھا ہی ہوا کہ تم مل لیے تھے اس سے اب اس کو تم آسانی سے ڈھونڈ پاؤ گے۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولے۔

''آپ ناراض ہیں اس بات پر۔'' وہ بھی اٹھا۔

مگر وہ جواب دیے بغیر ہی چلے گئے اور وہ پیچھے شرمندہ سا کھڑا رہا۔

☆.....☆.....☆

شام میں سارے ہی سٹنگ روم میں تھے۔ گھر کے بچے بھی اپنے اپنے کام سے فارغ ہو کر شام کی چائے پر تھے۔ بڑے بابا اپنی لاٹھی سنبھالتے ہوئے آئے۔

''ارے بڑے بابا آئیں ناں.....'' سائرہ بڑھی اور انہیں تھام لیا اور لا کر صوفے پر بٹھا دیا۔

''چائے پئیں گے بابا۔'' سنبل ٹیبل کی طرف بڑھی۔

''ہوں پلا دے دو۔'' وہ مسکرائے۔

''بابا کوئی فیصلہ کیا ہے آپ نے۔'' ناصر بولے۔

''ہاں.....'' جواب مختصر تھا۔

سبھی بڑے متوجہ ہوئے' جبکہ بچے ایک

دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔

''میں نے حیان کو کہہ دیا ہے وہ جائے گا۔'' وہ بولے۔ سنبل کے چلتے ہوئے ہاتھ تھم گئے۔

''حیان کیوں بابا؟ میں اور ناصر میں سے کوئی کیوں نہیں؟'' نذیر صاحب کو حیان کا انتخاب اچھا نہ لگا تو فوراً بول پڑے۔

''بس میں نے فیصلہ کرلیا ہے..... تم سے مشورہ نہیں مانگا۔'' وہ بے لچک بولے تو وہ شرمندہ ہوگئے۔

''جی بابا.....'' وہ بولے اور اٹھ گئے۔

سنبل نے چائے کا کپ رکھ دیا اور خود بھی واک آؤٹ کرگئیں۔

''ہوا کیا ہے؟'' شانزے ریحان کے کان میں بولی۔

''مجھے کیا پتہ میں بھی تو ابھی آیا ہوں۔'' وہ کندھے اُچکا کر بولا۔

بڑے بابا اُٹھ گئے۔ تو عثمان نے انہیں تھام لیا۔

''آئیں میں چھوڑ آؤں بڑے بابا۔'' وہ مسکرایا۔

''جیتے رہو بیٹا۔'' انہوں نے دعا دی۔

''کوئی مسئلہ چل رہا ہے کیا؟''

''آپی کیا چل رہا ہے۔'' شہزاد نے سائرہ سے پوچھا۔

اس نے کندھے اُچکا کر لاعلمی کا اظہار کیا۔

''تم دونوں کو پتہ ہے؟'' وہ شانزے اور ریحان کی طرف متوجہ ہوا۔

''نہیں بھائی.....'' دونوں ایک ساتھ بولے۔

اتنے میں حیان معروف سا اندر داخل ہوا وہ پیپرز چیک کررہا تھا۔

''آپ کہاں جارہے ہیں حیان بھائی۔'' شانزے ایک دم حیان کو دیکھ کر بول پڑی۔

حیان کے چلتے قدم رُک گئے۔

''ہوں..... کچھ کہا ہے؟''

''میں نے پوچھا کہیں جارہے ہیں؟''

''ہاں.....''

''کہاں؟'' اس پر وہ زور دے کر بولی۔

''لندن.....'' وہ کہہ کر رُکا نہیں۔

''لندن؟'' شانزے تینوں کی طرف متوجہ ہوئی۔

☆.....☆.....☆

ایک نظر اس نے اپنی تیاری پر ڈالی..... بیگ تیار تھا۔ ضرورت کی سبھی چیزیں وہ رکھ چکا تھا۔

ایک بار پھر اس نے پیپرز چیک کیے..... اور پھر فون پر نمبر پریس کیا۔

''ہاں..... میں جارہا ہوں۔ آفس کو دیکھ لینا ہاں..... ہاں..... اوکے۔'' مختصر سی بات کرکے وہ چیزیں لیے نیچے آیا۔ سارے نیچے تھے۔

رات کے دس بج رہے تھے اور دو بجے اس کی فلائٹ تھی۔

''اچھا بابا جان.....'' وہ اُن کے سامنے آیا اور اُن کے گلے لگ گیا۔

''میرے پرویز کو لے کر آنا..... حیان.....'' انہوں نے سرگوشی کی۔

''لے کر آؤں گا بابا.....'' اس نے ان کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

اور کسی سے بھی ملے بنا چلا گیا۔

''ہوں..... حد ہے۔'' سنبل نے کہا اور اُٹھ کر لاؤنج سے نکل گئیں۔

''کہاں گیا ہے یہ؟ واپس؟'' شہریار نے سائرہ سے پوچھا۔

''نہیں لندن گئے ہیں وہ۔'' انہوں نے کہا۔

''لندن..... خیریت.....'' وہ بھی حیران ہوا۔

''وہاں کیا کرنے گیا ہے؟''

''پتہ نہیں بھائی۔'' اس نے کہا اور اُٹھ گئی۔

☆.....☆.....☆

فاروقی ولا..... شہر کی سب سے پُررونق جگہ پر واقع تھا۔

''یہاں پر شمشیر فاروقی اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہتے تھے۔ اُن کے دو بیٹے اور پھر اُن کی اولادیں تھیں۔ جو فاروقی ولا کے مکین تھے۔ نذیر فاروقی اور ناصر فاروقی۔

نذیر فاروقی کے چار بچے تھے۔ شہریار، سائرہ شہزاد اور شانزے.....

ناصر فاروقی کے تین بچے تھے۔ عثمان، ریحان اور فائق.....

جبکہ حیان فاروقی اُن کی پہلی بیگم کی واحد اولاد غالب کا اکلوتا بیٹا تھا۔

غالب اور اس کی بیوی کا انتقال حیان کے بچپن میں ہی ہوگیا تھا۔ اس وجہ سے وہ شمشیر فاروقی کے بہت قریب تھا۔

ساجدہ اُن کی پہلی بیوی تھیں۔ غالب کی پیدائش کے وقت وہ اس جہان فانی سے کوچ کرگئیں تھیں۔

گھر والوں کے حد سے زیادہ اصرار پر انہوں نے دوسری شادی رقیہ سے کی تھی جن سے اُن کی پانچ اولادیں تھیں۔ نذیر، ناصر، سنبل، ثمرین اور پرویز فاروقی رقیہ کو شمشیر فاروقی کا ساتھ چھوڑے 10 سال ہوگئے تھے وہ اپنے سب سے لاڈلے بیٹے پرویز کی جدائی میں اس دنیا سے چلی گئیں تھیں۔ مگر شمشیر فاروقی اپنے فیصلے سے ایک انچ بھی نہیں ہٹے تھے۔

پرویز فاروقی کے ساتھ وہ اپنے ہر قسم کے تعلق کو ختم کرچکے تھے۔ لیکن اُن کے یوں اچانک فون سے وہ کمزور پڑگئے تھے۔ 25 سال کے طویل عرصے کے بعد انہوں نے اس کی آواز سنی تھی اور اُن کی ہونے والی گفتگو انہیں ہلا گئی تھی۔ چاہے جتنی مرضی ناراضگی سہی لیکن وہ تھے تو باپ ہی ناں اور پرویز اُن کا لاڈلا بچہ تھا۔

پرویز کے آنسوؤں کے سامنے وہ مٹی کی دیوار کی طرح ڈھے گئے تھے اور انہوں نے اُسے واپس لانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

☆.....☆.....☆

''ایک تو میری سمجھ سے بالاتر ہے یہ کہ حیان میں ایسے کونسے سرخاب کے پر ہیں جو کسی اور میں نہیں ہیں۔ سچ کہتی ہوں نذیر بابا جان ہمیشہ ہم سب کے ساتھ اور خاص کر میرے شہریار کے ساتھ بہت زیادتی کرتے ہیں۔'' شہلا کا موڈ بے حد خراب تھا ایک بار پھر حیان کے انتخاب پر۔

''حالانکہ شہریار اُن کا سب سے بڑا پوتا ہے مگر نہیں حیان، حیان، حیان اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں وہ.....''

''کیا تھا اگر شہریار کو بھیج دیتے وہ پرویز کو لانے کے لیے.....'' وہ منہ پھلا کر بیٹھی تھیں۔

''بس کرو شہلا میرے سر میں پہلے ہی درد ہورہا ہے تم اسے اور نہ بڑھاؤ۔'' وہ اخبار کو میز پر پٹخ کر بولے۔

تو وہ خاموش ہوگئیں۔

''امی نیچے پھوپو آئی ہیں آجائیں۔'' شانزے انہیں بلانے آئی۔

''ہاں چلو آرہی ہوں۔'' وہ کہہ کر فریش ہونے کے لیے واش روم میں چلی گئیں۔

موجود تھی۔ عمارتوں میں ہلکی پھلکی تبدیلی آئی تھی مگر طرز پہلے ہی کی طرح تھی۔

''حیان..... اوہ کہاں گم ہو یار تم؟'' ایک مسکراتی شیریں جیسی آواز اُس کے کانوں میں گونجی۔

وہ آواز کتنی پیاری تھی وہ زندگی بھر بس یہ ہی آواز سننا چاہتا تھا۔ وہ اس آواز کے سحر سے باہر نہیں آنا چاہتا تھا۔

''شزا.....'' اس کے لبوں سے بے ساختہ یہ آواز نکلی۔ اور ایک کرب اس کے اندر سما گیا۔

''بھئی کافی میرے لیے بھی منگواؤ یہاں باہر بہت سردی ہے۔'' وہ اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی اور سر سے ٹوپی اُتار دی اور ہاتھ رگڑنے لگی۔

''مسکرا کیوں رہے ہو تم؟'' وہ حیران ہوئی۔

''تمہاری ناک لال ہو رہی ہے سردی سے..... اور یہ تم پر بہت کیوٹ لگتی ہے۔'' وہ اس کی ناک کھینچ کر بولا۔

''بہت بدتمیز ہو تم.....'' اور ہنس دی۔ اسے دیکھ کر وہ بھی مسکرا دیا۔

''حیان..... یار کہاں ہے تو؟'' کسی نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ ایک دم بوکھلا گیا۔ سامنے کرسی خالی تھی..... سلیم اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ ایک لمحے کو تو اسے سمجھ نہیں آئی پھر ایک دم وہ سنبھلا۔

''تم اب بھی میرے حواسوں پر سوار ہو شزا وہ بس.....''

''ٹھیک ہوں یار تم سناؤ۔'' وہ اٹھا اور سلیم سے بغل گیر ہوا۔

''So Good To See You یار اتنے سالوں بعد تمہیں دیکھ رہا ہوں۔'' وہ کوٹ اُتار کر بولا۔

''Me Too.....'' وہ مسکرایا۔

''اور سناؤ کیسی چل رہی ہے یار لائف۔'' وہ ہاتھ رگڑ کر بولا۔

''بس چل رہی ہے۔'' پھیکی سی ہنسی ہنسا۔

''تم سناؤ موٹو..... تم کتنے موٹے ہو گئے ہو۔'' وہ سلیم کو دیکھ کر بولا۔

''ہاہاہا..... ہاں یار موٹا ہو گیا ہوں میں مگر تم ویسے کے ویسے ہی ہو بس چہرہ ذرا زیادہ ہی سنجیدہ ہو گیا ہے۔ ابھی وے یار تم نے کافی کا آرڈر دیا؟''

''ہوں دے دیا ہے۔''

''How Is Shizza?۔'' سوال بالکل غیر متوقع تھا۔

''She Is Not In My Life Any More۔'' جواب اس سے بھی زیادہ غیر متوقع تھا۔

''What?۔'' اُسے دھچکا لگا۔

''Love Again۔'' سلیم کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ حیان کے الفاظ ہیں وہ حیان جو اس کے بغیر سانس بھی نہیں لے سکتا تھا۔

''I Divorsed Her & Please Do Not Ask Any Question About Her... It Hurts۔'' وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

''OK.....'' سلیم نے کہا۔

''ہاں تم نے بتایا تھا کہ تمہیں یہاں پر بہت ضروری کام ہے۔'' اس نے موضوع بدلا۔

حیان نے گہرا سانس لیا اور ماضی کی یادوں سے پھر پیچھا چھڑانے کی کوشش کی۔

''ہاں یار..... تمہیں میرے چاچو کا تو یاد ہو گا ناں..... پرویز فاروقی.....''

''ہاں ہاں..... وہ جن کا گھر ہم نے بہت

''بھابی پھر کیا ہوا اس مسئلے کا.....'' سنبل عالیہ سے پوچھ رہی تھیں۔

''ہونا کیا ہے سنبل باجی! آپ کو تو پتہ ہے نا بابا جان کا انہوں نے حیان کو بھیج دیا ہے۔'' وہ مسکرا کر بولیں۔

''حیان کو! کیوں؟ پرویز کے پاس تو کسی بڑے کو جانا چاہیے تھا۔'' وہ بابا جان کے فیصلے پر حیران ہوئیں۔

''میرا بھی یہ ہی ماننا ہے سنبل..... کہ کسی بڑے کو جانا چاہیے تھا۔'' شہلا بھی شامل ہوئیں۔

''چلو بابا نے کچھ سوچ کر ہی فیصلہ کیا ہو گا۔'' وہ چائے کی چسکی لے کر بولیں۔

''ہاں بابا کی سوچ کی حد ہی حیان ہے..... وہاں پر بابا جان کی سوچ ختم ہو جاتی ہے۔'' انہوں نے طنز کا تیر چلایا۔

سنبل نے گہری سانس لی اور عالیہ کو دیکھا۔ وہ بھی بھابی کے لہجے پر حیران تھی۔

''ارے پھوپو جانی آپ.....'' سائرہ داخلی دروازے سے اندر آئی۔

''السلام علیکم!'' وہ کتابیں اور بیگ ٹیبل پر رکھ کر اُن سے ملی۔

''وعلیکم السلام میرا بچہ.....'' انہوں نے اُس کا ماتھا چوم لیا۔

''کیسی ہے میری بچی اور یونیورسٹی کیسی جا رہی ہے؟'' وہ اسے اپنے ساتھ بٹھاتے ہوئے بولیں۔

''اچھی ہوں اور وہ بھی اچھی جا رہی ہے۔'' وہ بسکٹ اُٹھا کر کھاتے ہوئے بولی۔

''اچھا کیا سائرہ جو تم نے گھر میں فارغ بیٹھنے پر لیکچرار شپ کو ترجیح دی۔''

''ہوں..... پھوپو واقعی میں نے بہت اچھا فیصلہ کر لیا تھا اس وقت.....'' وہ مسکرائی۔

''آپ کب تک ہیں یہاں میں ذرا چینج کر لوں۔''

''بس بیٹا فیضی آنے والا ہی ہو گا مجھے لینے کے لیے۔'' وہ مسکرائیں۔

''ہوں.....'' وہ کہہ کر اٹھ گئی۔

☆.....☆.....☆

لندن کے ایئرپورٹ سے نکلتے ہی یخ بستہ ہواؤں نے اسے خوش آمدید کہا۔ برف باری کی وجہ سے ہوائیں بہت سرد تھیں۔

اس نے اوور کوٹ کو آگے سے بند کیا اور پھر موبائل نکالا۔

''ہیلو سلیم.....'' وہ بولا۔

''ہاں یار میں پہنچ گیا ہوں..... ہوٹل جاؤں گا میں ہوں..... تم صبح ملنا یار.....''

''ارے یار یہ شہر میرے لیے نیا نہیں ہے۔ پانچ سال پہلے میں بھی انہی سڑکوں پر گھوما پھرا کرتا تھا۔'' وہ مسکرایا۔

''ہاں یار وہیں کیفے میں ملنا.....''

''او کے.....'' وہ بولا اور فون بند کر دیا۔

''ٹیکسی.....!'' اس نے ہاتھ کے اشارے سے ٹیکسی روکی۔

☆.....☆.....☆

مقررہ وقت پر وہ کیفے پر پہنچ گیا..... اور کھڑکی سے باہر کا جائزہ لینے لگا..... جب وہ یہاں پڑھنے آیا تھا تو یہ کیفے اسے بہت پسند تھا۔ خاص کر یہاں کی بلیک کافی اور کپ کیکس وہ بہت شوق سے کھاتا تھا۔ ابھی بھی اُس نے وہی آرڈر دیا تھا۔

پھر باہر چلتے لوگوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ زندگی اب بھی اپنی تمام خوبصورتی لیے اس شہر میں

مشکلوں سے ڈھونڈا تھا۔'' اس نے ذہن پر زور ڈالا۔

''ہاں یار مجھے انہیں پھر سے ڈھونڈنا ہے۔''

''لیکن یار تم نے تو کہا تھا کہ بڑے بابا نے ان سے تمام رشتے ختم کر دیے ہیں اور تم ان سے اپنے طور پر ملنے والے ہو۔'' وہ حیران ہوا۔

''ہاں مگر اب مجھے بڑے بابا نے ہی بھیجا ہے...... ان کے لانے کے لیے...... وہ شاید کسی بہت بڑی پرابلم میں ہیں۔'' وہ کافی پی کر بولا۔

''ہوں! ڈھونڈ لیں گے...... ہم کوئی مسئلہ نہیں ہے۔''

''ویسے تمہیں پتہ ہے کہ ہم لاسٹ ٹائم ان سے کس ایریا میں ملے تھے' کیونکہ مجھے یاد نہیں ہے۔'' وہ کیک کا پیس لے کر بولا۔

''ہاں...... ایسٹ لندن میں تھا اُن کا گھر...... اسٹریٹ نمبر تو یاد نہیں ہے البتہ اُن کے گھر والی لائن میں ایک سپر اسٹور تھا وہ یاد ہے۔''

''ہم صرف دو دفع ہی تو گئے تھے یار...... اتنا بھی یاد ہے تو بہت ہے۔'' سلیم مسکرایا۔

"If You Have Time, Than Lets Go Now."

''ہوں...... ٹھیک ہے...... ابھی چلتے ہیں۔'' وہ بولا۔

''انہیں گھر ڈھونڈنے میں زیادہ مشکل نہیں ہوئی تھی سپر اسٹور کی وجہ سے کام آسان رہا تھا۔

برف پڑ رہی تھی شام میں بالکل رات کا سا سماں تھا۔

''یار یہ ہی ہے ناں؟'' حیان ایک گھر کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

''ہوں یہ ہی ہے۔'' سلیم ارد گرد کا جائزہ لے کر بولا۔

اس نے بیل بجائی تو دروازہ ایک شلوار قمیض پہنے ہوئے عورت نے کھولا۔

''پرویز فاروقی سے ملنا ہے۔'' وہ قدرے حیرت سے بولا۔

''سوری جی' مگر یہاں تو کوئی پرویز فاروقی نہیں رہتے۔'' عورت نے معذرت کی۔

حیان کو ایک دم مایوسی نے آن گھیرا۔

''آپ لوگ کب سے ہیں یہاں؟'' سلیم نے سوال کیا۔

''او جی کوئی چار سالوں سے۔'' وہ جلدی میں لگ رہی تھی جواب کے ساتھ ہی دروازہ بند کر دیا۔

''اب......؟'' حیان مڑا...... وہ مایوس لگ رہا تھا۔

''Take It Easy...... تُو تو پریشان ہو گیا ہے۔'' سلیم مسکرایا۔

''ساتھ والے گھر سے پوچھ لیتے ہیں ویسے بھی یہاں پردیسی کے لوگ ہیں یقیناً کوئی نہ کوئی جانتا ہوگا۔''

''ہوں چلو۔'' وہ آگے بڑھا۔

انہوں نے ساتھ والے گھر کے دروازے پر بیل دی تو ایک بزرگ نکلے۔

''یس......؟'' وہ بولے۔

''انکل آپ کے ساتھ والے گھر میں پرویز فاروقی رہا کرتے تھے۔''

" Do You Know Any Thing About Him Where Is He Now?"

سلیم بولا۔ انہوں نے سر سے پاؤں تک دونوں کا جائزہ لیا۔

''تم دونوں کیوں پوچھ رہے ہو؟''

''ایکچو کلی انکل یہ اُن کا بھتیجا ہے۔'' اُس نے حیان کی طرف اشارہ کیا۔ جو جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا ان دونوں کی طرف متوجہ تھا۔

''پاکستان سے ان سے ملنے آیا ہے...... یہ اس لیے پوچھ رہا ہے۔''

''ہوں...... اندر آجاؤ۔'' وہ مسکرائے۔ اور اندر کی طرف بڑھ گئے۔

''چل آ جا لگتا ہے کام بن گیا ہے انکل یقیناً کچھ جانتے ہیں۔'' وہ مسکرایا تو حیان بھی مسکرا دیا۔

وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے کہ انکل دوبارہ آ گئے۔

''یہ اُس کا ایک سال پہلے تک کا پتہ ہے میرے پاس چانس ہیں کہ وہ اب بھی یہیں رہتا ہوگا۔ کیونکہ پچھلے ایک سال سے میری کوئی ملاقات نہیں ہوئی ہے اس سے۔'' وہ ہاتھ آگے بڑھا کر بولے۔ حیان نے فوراً وہ چٹ پکڑ لی۔

''انکل کوئی نمبر ہوگا۔'' وہ ایڈریس دیکھ کر بولا۔

''ہاں شاید ہوگا تم رُکو...... بیگم بچے آئے ہیں اُن کے لیے کچھ لاؤ۔'' وہ آواز دے کر بولے۔

''نو انکل تھینکس...... اس کی ضرورت نہیں۔'' حیان نے کہا۔

مگر وہ اَن سنی کر کے ٹیبل پر موجود کتابوں کو کھنگالنے لگے۔

''رہنے دے یار تیرے چکر میں دوپہر کا کھانا مس کر دیا میں نے' اب مجھے بھوک لگ رہی ہے۔''

سلیم نے کہا اور ہنس دیا۔

''تُو نہیں بدلا پٹو۔'' وہ ہنسا۔

اتنے میں ایک خاتون ٹرالی گھسیٹے آ گئیں۔

انہوں نے سرو کیا۔

''شکریہ آنٹی بہت بہت...... مگر آپ نے بہت زیادہ تکلف کیا۔'' حیان بولا۔

''لو......! اس میں تکلف کیسا؟ اتنے عرصے بعد اپنے وطن کا کوئی مہمان آیا ہے۔'' وہ مسکرائیں۔

''سنیں یہ کس کا پوچھ رہے ہیں؟'' وہ اپنے خاوند سے مخاطب ہوئیں۔

''وہ اپنا پرویز نہیں تھا...... جو پہلے یہاں رہتا تھا۔'' وہ معروف انداز میں بولے۔

''وہ پرویز جس کی بیٹی گھر سے بھاگ گئی تھی۔'' وہ بے اختیار بولیں۔

''حیان اور سلیم کے منہ میں جاتے ہاتھ رُک گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھا۔

''اوہ......'' خاتون اپنی بے اختیار پر خود بھی شرمندہ سی ہو گئیں۔

''بیٹا آپ لوگوں کو کچھ اور چاہیے؟'' وہ ادباً بولیں۔

''نہیں نہیں پلیز بہت ہی زیادہ تکلف کر دیا آپ نے۔'' حیان نے کہا۔

اور خاموشی سے چائے پینے لگا۔

''لو مل ہی گیا نمبر۔'' انکل بولے۔

''شکریہ انکل بہت بہت شکریہ آپ نے ہمارا بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا ہے۔'' حیان مشکور ہوا۔

''کوئی نہیں...... بیٹا اگر ملو تو میری طرف سے بھی سلام کہنا۔'' وہ بولے۔

''جی ضرور۔'' وہ بولا اور اُٹھ گیا۔

وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے تو سلیم نے سوال کیا۔

''تیرے چچا کی کوئی اولاد بھی ہے کیا؟''
''ہاں ایک بیٹی تھی۔'' وہ پُرسوچ انداز میں بولا۔
''تو یقیناً یہ خاتون اُن ہی کا ذکر کر رہی ہوں گی۔''
''ہوں'' وہ بولا۔
''اچھا ایڈریس دیکھ کہاں کا ہے؟''
''یار یہ تو ویسٹ لندن کا ایڈریس ہے۔'' حیان بولا۔
سلیم نے ٹائم دیکھا۔
''10 بج رہے ہیں یار کل چلیں۔ مجھے گھر جانا ہے اب۔'' وہ بولا۔
''آخر کو بیوی بچوں والا ہوں۔'' وہ مسکرایا۔
''ہاں یار کل چلیں گے۔ میں خود بھی تھک گیا ہوں۔'' وہ بولا اور آنکھیں بند کرلیں۔ وہ واقعی بہت تھکن محسوس کر رہا تھا۔
اپنے روم میں آتے ہی وہ بے ہوشی کی جو نیند سویا تو آنکھ پھر صبح دس بجے کھلی تھی۔ وہ اٹھا اور فریش ہوکر ناشتے کا آرڈر دیا۔
ہاتھ میں چٹ پکڑے ایک بار پھر ایڈریس کو ذہن نشین کر رہا تھا۔
''اگر چاچا یہاں بھی نہ ملے تو...... شاید مسئلہ ہوجائے۔'' وہ سوچ رہا تھا کہ موبائل فون بج اٹھا۔
''ہاں سلیم یار کیسا ہے؟'' وہ کال ریسو کرکے بولا۔
''میں گیارہ بجے تک آؤں گا تو تیار رہنا۔'' وہ بولا۔
''ہوں ٹھیک ہے۔'' وہ مشکور ہوا۔
''اگر تو نہ ہوتا نا یار تو مجھے بہت مسئلہ ہو جاتا تیرے ہونے سے میں بہت مطمئن ہوں۔'' حیان نے مشکور انداز میں کہا۔
''یار دوست ہوتے کس لیے ہیں اور یہ کہہ کر میری دوستی کو شرمندہ نہ کرا او کے۔'' وہ خفا ہوا۔
''چل ویٹ کر میری بیگم گرما گرم ناشتہ لے آئی ہے کر کے آتا ہوں۔'' وہ مسکرایا۔
''او کے......'' وہ بھی مسکرادیا۔
گیارہ بجے کے قریب وہ اپنے ہوٹل کے باہر کھڑا اُس کا انتظار کرتے ہوئے اردگرد کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ سڑکیں اب بھی ویسی ہی مصروف تھیں۔ ویسے ہی لوگ بھاگم بھاگ سے تھے۔
گاڑیاں اب بھی اتنی ہی رواں دواں تھیں۔ موسم، لوگ، سڑکیں، ماحول کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا۔ بدلا تھا تو وہ حیان فاروقی تھا۔
اس نے لندن میں آکر ہی تو جینا سیکھا تھا۔ زندگی کا لطف اٹھانا اسے اس جگہ نے ہی سکھایا تھا۔
''زندگی...... آہ......'' اُس کے منہ سے سسکی نکلی۔
''میری زندگی...... میری شزا تھی۔'' وہ سوچتے ہوئے بولا۔
''کاش تم وہ نہ کرتیں...... کاش شزا......'' وہ بے اختیار بولا۔
اتنے میں گاڑی اس کے سامنے رُکی۔ تو سلیم نے ہاتھ ہلایا۔
وہ مسکراتا ہوا گاڑی میں بیٹھ گیا۔
''یار دعا کر کہ آج مجھے چاچا مل جائیں۔'' حیان نے سلیم کی طرف رُخ کیا۔
''ہوں...... ویسے کتنے عرصے کے لیے آیا ہے تُو؟''
''15 دنوں کے لیے۔''
''اور آج تو تیرا دوسرا دن ہے یار مل جائیں گے وہ۔'' سلیم مسکرایا۔
''ویسے ہوا کیا تھا کہ بڑے بابا نے اپنا فیصلہ بدل لیا۔'' وہ حیرانی سے بولا۔
''ٹھیک سے نہیں پتہ یار لیکن یقیناً بات بہت بڑی ہی ہوگی ورنہ بابا جان اپنے کیے ہوئے فیصلوں پر نظرثانی کرنے کے عادی نہیں ہیں۔''
''ہوں...... ٹھیک کہتا ہے تُو......'' سلیم بھی متفق تھا۔
تقریباً آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد وہ ویسٹ لندن کے ایریا میں داخل ہوئے۔
''یار علاقہ تو آگیا ہے اب آگے؟'' سلیم نے کہا۔
''تُو کبھی پہلے آیا ہے یہاں۔'' حیان نے سوال کیا۔
''ہاں آیا ہوں مگر ٹھیک سے جانتا نہیں ہوں اس علاقے کو۔'' وہ مسکرایا۔
''حد ہے بھئی اتنے سالوں سے رہ رہا ہے یہاں ابھی تک پورا لندن نہیں گھوما ہے۔'' حیان نے سر مارا۔
''جی بالکل، یہ تمہارے شہر کی طرح چھوٹا شہر تو ہے نہیں جو دو تین دن لگا کر گھوم لوں اور میں تمہاری اور شزا کی طرح گھومنے پھرنے کا شیدائی بھی واقع نہیں ہوا ہوں۔'' وہ معصوم شکل بنا کر بولا۔
شزا کا نام سنتے ہی حیان کے چہرہ پر موجود مسکراہٹ ایک دم غائب ہوگئی۔
سلیم کو ایک دم اپنی غلطی کا احساس ہوا۔
''سوری یار...... وہ بس منہ سے پھسل گیا تھا۔'' وہ شرمندہ ہوا۔
''Its Ok۔''
حیان نے سامنے نگاہیں مرکوز رکھتے ہوئے کہا۔
''ویسے یار میرا خیال ہے کہ خود ڈھونڈنے سے بہتر ہے کہ کسی رہائشی سے پوچھ لیں؟ کیا خیال ہے؟''
''ہوں ٹھیک ہے۔'' حیان نے سر ہلایا۔
''وہ سنیپ لایا ہے نا جو کل انکل نے دی تھی؟''
''ہاں...... یہ لے......'' حیان نے پیپر سلیم کو پکڑا دیا البتہ فون نمبر والا پیپر دوبارہ جیب میں رکھ لیا۔ سلیم گاڑی سے اترا اور سامنے کھڑے شخص سے پوچھنے چلا گیا جبکہ حیان جگہ کا جائزہ لینے لگا۔
دو منٹ کے بعد وہ مسکراتا ہوا واپس آگیا۔
''چل یار کام بن گیا بڑا لکی ہے تُو جو تجھے خجل خوار نہیں ہونا پڑا ہم بالکل صحیح جگہ پر ہیں۔''
''اگلے موڑ پر جو اسٹریٹ ہے وہ ہماری منزل ہے۔''
''شکر ہے خدا کا۔'' حیان بے اختیار بولا۔
پانچ منٹ کے بعد وہ اپنے مطلوبہ مقام کے سامنے کھڑے تھے۔
''یار گھر کی حالت تو کافی خستہ ہے۔'' سلیم نے مکان کا جائزہ لیا۔
''ایسا لگتا ہے جیسے یہاں کوئی مکین کبھی رہا ہی نہ ہو۔'' گھر کا رنگ و روغن بالکل ماند پڑ چکا تھا۔ گھر کے باہر دونوں اطراف راہداری کی جو جگہ تھی وہاں پودے بالکل مرجھا گئے تھے۔ جیسے کافی عرصے سے توجہ کے منتظر رہے ہوں۔
البتہ کھڑکیوں کے اوپر پردے اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ یہاں کوئی رہتا ہے۔
آس پڑوس کے گھروں میں وہ گھر بالکل مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگ رہا تھا۔
حیان نے تنقیدی نگاہ ڈالی۔

''چل یار دیکھتے ہیں۔'' وہ گھر کی حالت سے ہی اندازہ لگا چکا تھا کہ اگر یہاں چار بچے ہیں تو اُن کی حالت کیا ہوگی۔ اس نے افسوس سے سر کو جنبش دی اور آگے قدم بڑھائے۔

حیان نے گلفر پہنے ہاتھوں سے دروازہ بجایا۔ اور انتظار کرنے لگا۔ جبکہ سلیم گھوم پھر کر گھر کا جائزہ لینے لگا۔

دو بار تین بار یہاں تک کہ 10 بار انہوں نے دروازہ پیٹا مگر جواب ندارد تھا۔

''کیا ہے؟ کہاں ہیں یہ لوگ؟'' حیان نے غصے میں آکر ہاتھ زور سے دیوار پر مارا۔

''ریلیکس یار..... کیا پتہ وہ یہاں رہتے ہی نہ ہوں۔'' سلیم نے کہا۔

''ہوں یہ بھی ہوسکتا ہے..... یا پھر کہیں گئے ہوں۔'' اس نے دوسرا اندازہ سوچا۔

''ہوں.....'' سلیم نے کندھے اچکائے۔

جھاڑیوں کے بیچ اسے دیوار پر کچھ چمکتا نظر آیا۔

''یار حیان وہ کیا ہے جو ہلکا سا شائن کر رہا ہے؟'' اس نے حیان کو متوجہ کیا۔

دروازے کے ساتھ لگی بیل جو سوکھ چکی تھی ماتم کناں لگ رہی تھی اس کی مردہ شاخوں نے دیوار پر اب بھی قبضہ جما رکھا تھا۔

حیان نے خشک شاخوں کو توڑا تو نیم پلیٹ پر سنہری حروف میں لکھا تھا۔

''پرویز فاروقی.....'' حیان کو نام پڑھ کر انجانی سی خوشی ہوئی۔

''شکر اللہ کا.....'' بے اختیار اُس کے منہ سے نکلا۔

''سلیم چاچا کا نام لکھا ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

''اوہ گڈ..... مطلب گھر تو یہ ہی ہے۔'' اس نے لمبا سانس لیا۔

''مگر ہیں کہاں؟'' حیان اس کے سامنے گیا۔ سلیم نے کندھے اُچکائے۔

''ہاں یار یاد آیا چاچا کا نمبر ہے میرے پاس..... اس نے فوراً جیب ٹٹولی..... اور نمبر نکالا اور سرعت میں ڈائل کرنے لگا۔

آگے سے فون بند ملا.....

''یار بند ہے فون.....'' حیان کو پھر مایوسی ہونے لگی۔

''چل یار دوبارہ ٹرائی کرلے.....'' سلیم نے حوصلہ دیا۔ حیان نے کئی بار ٹرائی کیا۔ مگر ندارد.....

سلیم اتنی دیر میں اردگرد سے پتہ کرتا رہا۔ کسی کو کوئی خبر نہیں تھی۔

''یار کوئی چانس نہیں ہے' اب؟'' سلیم بھی مایوس ہوگیا۔

''چل بھئی واپس چلتے ہیں۔'' حیان مایوس ہوکر گاڑی میں بیٹھ گیا۔

''شکریہ یار تُو نے میرا بہت ساتھ دیا ہے۔'' وہ شرمندگی سے بولا۔

''چل کوئی نہیں۔'' سلیم نے اُس کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

''اب کیا کرے گا؟''

''ہوں سوچا نہیں..... ہوٹل چھوڑ دے مجھے۔''

''چل یار پھر گھر چل تجھے اپنی فیملی سے ملواتا ہوں اور اچھا سا ڈنر کراتا ہوں۔ کیونکہ دوپہر کا کھانا تو گول ہوگیا ہمارا۔'' وہ مسکرایا۔

''نہیں یار..... شکریہ پھر کسی وقت ابھی میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ ممنون ہوا۔

''چل جیسے تیری مرضی.....''

''تھینکس.....'' وہ مسکرایا۔

ڈنر کرنے کے بعد ایک بار پھر اس نے کوشش کی مگر فون بند ہی ملا تھا۔

☆.....☆.....☆

''حیان کا کوئی فون آیا ہے؟'' رات کو کھانے کی میز پر ناصر فاروقی نے سب سے دریافت کیا۔

''اُن کا پہلے کبھی فون آیا ہے جواب آئے گا۔'' عثمان نے سلاد ڈالتے ہوئے کہا۔

''جی بالکل..... میں بالکل متفق ہوں۔'' شانزے نے ہامی بھری۔

''چپ رہا کرلڑکی بہت بولتی ہے تُو.....'' سائرہ نے آنکھیں دکھائیں۔

''بھئی اس نے ہمیں فون کر کے کیا کرنا ہے۔ بلکہ وہ اس گھر میں شاید ایک ہی کو اپنا کچھ سمجھتا ہے اور وہ ہیں بابا جان۔'' شہلا نے بھی حصہ لیا۔

''لیکن وہ لندن گیا کیوں ہے پاپا؟'' شہریار نے نذیر فاروقی سے پوچھا۔

''بیٹا تمہارے چاچا ہیں ناں پرویز انہیں لینے گیا ہے۔'' نوجوان پارٹی کا ہاتھ جہاں جہاں تھا وہیں رُک گیا۔

''کیا کہا پاپا؟'' شہزاد بولا۔

''ہوں صحیح سنا ہے تم سب نے۔'' عالیہ نے کہا۔

''بڑے پاپا نے معاف کردیا کیا؟'' سائرہ نے کہا۔

''ظاہر ہے باجی کیا ہوگا تبھی لینے گئے ہیں ناں.....'' ریحان ریلیکس لگ رہا تھا۔

''حیرت ہے بھئی.....'' شہریار دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''بھئی مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ آخر بڑے بابا کے دماغ میں یہ بات آئی کیسے۔'' گیارہ بچے کے قریب گھر کی جوان ٹولی سٹنگ روم میں بیٹھی تازہ مسئلے پر ڈسکس کر رہی تھی۔ جبکہ بھی بڑے آرام کی غرض سے اپنے اپنے روم میں چلے گئے تھے۔

''مجھے بھی سمجھ نہیں آیا۔'' شانزے کے سوال پر ریحان کا بھی ردِعمل وہی تھا۔

''جو بھی ہو بات تو بڑی ہی ہوگی۔'' عثمان نے چینل چینج کیا۔

''لیکن کیا؟'' شہزاد نے کہا۔

''ہوسکتا ہے چاچا کا فون آیا ہو۔'' سائرہ نے کہا۔

''آپ کو کیا لگتا ہے باجی کے دادا صرف ایک فون پر ہی پگھل جائیں گے۔'' شہزاد نے سوال داغا۔

''چلو جو بھی ہو..... حیان ہی کو کیوں بھیجا ہے؟'' عثمان نے کہا۔

''لو..... اس میں حیرت کس بات کی ہے۔ وہ بڑے بابا کا سب سے لاڈلا بچہ ہے، بقول اُن کے سب سے ذمہ دار۔'' شانزے نے جل کر کہا۔

''نہیں مجھے لگتا ہے بات کچھ اور ہے۔'' سائرہ پُرسوچ انداز میں بولی۔

''یقیناً حیان کو پتہ ہوگا کہ چاچا کہاں رہتے ہیں اور عین ممکن ہے کہ وہ ملا بھی ہو چاچا سے۔'' یہ صرف وہ سوچ سکی مگر بولی نہیں۔

''ویسے چاچا کا کوئی بچہ وغیرہ ہے کیا؟ کیونکہ اس سے پہلے ذکر ہی نہیں ہوا اُن کا۔'' ریحان ایکسائیٹڈ ہوگیا۔

''میرا خیال ہے کہ ایک بیٹا اور بیٹی ہیں

شاید....." شہزاد نے کہا۔

"نہیں جی صرف ایک بیٹی ہے۔" شانزے نے تردید کی۔

"تمہیں کیسے پتہ؟" شہریار حیران ہوا۔

"بھئی پتہ ہی ہوگا بڑوں کی باتیں ہمارے گھر میں چھپ چھپ کر کون سنتا ہے۔" عثمان نے ٹانگ کھینچی..... تو سب ہنس دیے۔

"اڑا لو مذاق مگر جو بھی کہو مزا بہت آتا ہے اور میرے پاس ایسی خبر بھی ہے کہ سب کے ہوش اڑ جائیں گے۔" شانزے فخریہ انداز میں بولی۔

"بتانا..... مونو....." سب متوجہ ہوئے۔ ریحان نے جلدی سے ٹی وی بھی بند کر دیا۔

"ویسے بتانا تو نہیں ہے بتانا لیکن بات ہی ایسی ہے۔" وہ مزید تجسس بڑھا رہی تھی۔

"بولیں بھی پڑو..... نا یار....." عثمان سے رہا نہیں جا رہا تھا۔

"یار وہ میں نے مما اور چاچی کی باتیں سنی تھیں۔" وہ سرگوشی کرتے ہوئے بولی۔

"اونچا بولو تھوڑا لڑکی۔" شہریار ذرا دور بیٹھا تھا اس لیے اسے پریشانی ہو رہی تھی۔

"بھائی اونچی آواز میں بتانے والی بات ہوتی نا تو بتا دیتی۔ اگر مما نے سن لیا نا تو جوتے پڑ جائیں گے مجھے۔" وہ شہلا فاروقی کے کمرے کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

"اوہ..... اچھا اچھا....." وہ قریب کھسک آیا۔

سارے بھی قریب ہوئے۔

"ہاں بولو۔" سائرہ نے کہا۔

"پتہ ہے مما کے کزن ہیں جو باہر چاچا کے قریب ہی کہیں رہتے تھے انہوں نے مما کو بتایا تھا کہ....."

وہ بولنے ہی والی تھی کہ سامنے کا دروازہ کھلتے دیکھ کر اُس کا سانس رُک گیا۔

شہلا فاروقی کمرے سے نکلیں اُن کے ہاتھ میں جگ تھا وہ شاید پانی لینے جا رہی تھیں..... چونکہ صرف شانزے کا منہ اس طرف تھا اسی لیے صرف اسی نے دیکھا تھا۔

"بول بھی پڑ شانزے تجھے کیوں سانپ سونگھ گیا ہے۔" شہزاد نے اُسے چٹکی کاٹی۔

"آ ووچ بھائی۔" وہ سسکی۔

"ارے تم لوگ یوں اس طرح کیوں بیٹھے ہو رات کے 12:30 بجے؟" شہلا کچن میں جانے کی بجائے اُن کی طرف آ گئیں۔

وہ سب ایک دم بوکھلا گئے جیسے چوری پکڑی گئی ہو..... کیونکہ اُن کے گھر میں یہ اصول رائج تھا کہ بچے بڑوں کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کر سکتے۔

"ایسے ہی تائی جان۔" عثمان نے سب سے پہلے کہا۔

"کچھ چل رہا ہے تم لوگوں کے درمیان؟" وہ مشکوک ہوئیں۔

"ن..... نہیں نا نا..... بالکل نہیں۔" شانزے نہایت معصومیت سے بولی۔ کیونکہ اگر انہیں ذرا بھی بھنک ہو جاتی تو اُس کی شامت آنی تھی۔

"آپ کو کچھ چاہیے تھا نا نا....." سائرہ نے جگ کی طرف اشارہ کیا۔

"ارے ہاں تمہارے پاپا کے لیے پانی لانے جا رہی تھی۔ تم لوگوں کو یوں سر جوڑے دیکھا تو چلی آئی۔" وہ جگ کی طرف اشارہ کر کے بولیں۔

"لائیں میں لا دوں۔" سائرہ اٹھنے لگی۔

"نہیں..... میں لے لوں گی۔" وہ کہہ کر واپس پلٹ گئیں۔

"شکر ہے....." سب کا رُکا ہوا سانس بحال ہوا۔

"بال بال بچی میں تو۔" شانزے کمر سیدھی کر کے بولی۔

"جاؤ میں نہیں سن رہی بات تمہاری۔" سائرہ قدرے ڈرپوک تھی وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ جبکہ باقی ڈھیٹ بنے بیٹھے تھے۔

"نا..... سنو تمہاری مرضی بعد میں نہ کہنا بتایا نہیں تھا۔" شانزے 'نا' پر بہت زور دیتے ہوئے بولی۔

سائرہ چند قدم چلی..... پھر واپس مڑ آئی تجسس کے مارے.....

سب کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"باجی ڈرپوک تم جہاں کی ہو اور رہا تم سے جاتا نہیں ہے۔" ریحان ہنستے ہوئے بولا۔

"بکواس نہ کرو۔" وہ غصے سے بولی۔

"جلدی بتاؤ اس سے پہلے کہ کوئی اور آ جائے۔" شہزاد بے زار نظر آنے لگا تھا۔

"مجھے بھی صبح کالج جانا ہے..... مجھے آپ سے زیادہ جلدی ہے۔" شانزے گھڑکو دیکھ کر بولی تو ایک بجے کا ہندسہ بتا رہی تھی۔

"ہاں میں کہاں تھیں؟"

"تائی کے کزن....." عثمان جلدی سے بولا۔

"ہاں ہاں..... وہ بتا رہے تھے کہ چاچا کی جو بیٹی ہے وہ گھر سے تھوڑے عرصے پہلے بھاگ گئی تھی۔" اس نے اپنے تئیں دھماکا کیا۔

"What....." شہریار کو شاک لگا۔

"اور چاچی..... وغیرہ....." ریحان نے اگلا سوال کر دیا۔

"بھئی اب اتنا نہیں پتہ ہے کہ چاچی ہیں کہ نہیں ہیں وہ واپس آئی کہ نہیں آئی۔" شانزے پلو جھاڑ کر بولی۔

"جتنی انفارمیشن تھی اتنی دے دی ہے۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"کب پتہ چلا تمہیں؟" شہزاد نے کہا۔

"کوئی مہینہ پہلے....." وہ کندھے اُچکا کر بولی۔

"اور کسے بتایا ہے ٹونے؟" سائرہ ابرو اُچکا کر بولی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ شانزے پیٹ کی ہلکی ہے۔ اس سے رہا نہیں جاتا بتائے بغیر۔

"بس عیشاء کو بتایا ہے؟" وہ شرمندگی سے بولی۔

"بہت بری بات ہے شانزے تمہیں نہیں بتانا چاہیے تھا۔" سائرہ ڈانٹتے ہوئے بولی۔

"باجی اگر اسے نہ بتاتی نا تو اس رات سے اب تک سو نہیں پاتی نا۔" وہ بچوں کی طرح بولی۔

"اچھا بھئی شب بخیر بڑی دیر ہو گئی ہے صبح جانا بھی ہے۔" وہ دامن بچا کر نکل جانا چاہتی تھی مبادا اوروں سے بھی سننا پڑے۔

"کب بڑی ہو گی یہ لڑکی....." سائرہ نے سر تھام لیا۔

"ویسے عجیب سی نیوز نہیں ہے یہ۔" شہریار نے بھی کا دھیان اپنی جانب کیا۔

"بھائی آپ ایویں اس کی باتوں میں آ رہے ہیں پتہ نہیں ہے کیا اس کا ہوتا کچھ اور ہے وہ سنتی کچھ اور ہے اور اصل بات کچھ اور ہی ہوتی ہے۔" عثمان ہنسا۔

"اور اگر ہم فرض کر بھی لیں کہ چاچا کی اکلوتی

بقول شانزے کے بھاگ گئی تھی تو جہاں وہ رہتی ہے پلی بڑھی ہے اس ماحول میں یہ کون سی نئی بات ہے۔'' شہزاد نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

''ہوں ایگری.....'' ریحان نے ساتھ دیا۔

''جو بھی ہے..... اللہ بہتر ہی کرے۔'' سائرہ اٹھتے ہوئے بولی۔

''آمین.....'' عثمان نے کہا۔

☆.....☆.....☆

اگلا سارا دن وہ ہوٹل میں ہی رہا۔ سلیم نے معذرت کر لی تھی اسے آفس کا بہت ضروری کام تھا جس کی وجہ سے وہ آ نہیں سکتا تھا۔

حیان ہر تھوڑی دیر بعد فون ٹرائی کرتا تھا۔ مگر جواب میں مایوسی تھی۔

شام کے سائے لہرانے لگے تو وہ کھڑکی میں آ کر دیکھنے لگا۔

نیچے سڑک پر ٹریفک رواں دواں تھا۔ ساتھ میں پیدل چلنے والوں کا بھی رش تھا۔ وہ ابھی یہ ہی سوچ رہا تھا کہ رابطے کا یا ڈھونڈنے کا کوئی اور ذریعہ کیا ہو کہ اُس کا سیل فون بج اٹھا۔

نمبر دیکھ کر مکان اُس کے ہونٹوں پر سج گئی۔

''السلام علیکم بڑے بابا.....''

''وعلیکم السلام بابا کی جان..... کیسا ہے یار تُو؟ تُو نے تو ایک بار بھی فون نہیں کیا۔''

وہ شکوہ کناں تھے.....

''بھول گیا کیا اپنے بابا کو؟''

''نہیں بابا جان ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ میں آپ کو بھول جاؤں..... ایک آپ ہی تو ہیں میری زندگی کے محور.....'' وہ تڑپ اٹھا۔

''بس بابا جان میں چاچا جان کو ڈھونڈنے میں کچھ زیادہ ہی مصروف رہا تھا۔'' وہ بے تابی سے بولا۔

''ہاں یار میں خود بھی تیرے بغیر اداس ہو گیا ہوں..... تُو نے پرویز کو ڈھونڈ لیا کیا؟'' وہ اس سے زیادہ شدت سے بے تاب محسوس ہوتے تھے۔

''جی بڑے بابا..... میں نے گھر تو ڈھونڈ لیا ہے..... اللہ کا شکر ہے زیادہ مسئلہ نہیں ہوا ہے..... مگر.....''

''مگر کیا؟'' وہ یکدم بولے۔

''وہ ملے نہیں ہیں مجھے..... اُن کا فون نمبر بھی ہے مگر ریسیو نہیں کیا گیا ہے ابھی تک.....'' وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

وہ جانتا تھا کہ بڑے بابا کا کیا حال ہو رہا ہوگا.....

''یار کہیں وہ کسی مصیبت میں تو نہیں ہے؟'' وہ پریشان لگ رہے تھے۔

''نہیں بابا جان مجھے لگتا ہے شاید کہیں گئے ہوں گے ویسے بھی یہاں پر آج کل چھٹیاں ہیں ناں۔'' وہ جھوٹ بول گیا۔

''ہوں..... اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔'' اُن کی آواز میں واضح پریشانی تھی۔

''بالکل ایسا ہی ہوگا بابا جان آپ فکر نہ کریں۔'' وہ مسکرایا۔

''اچھا بابا جان مجھے ذرا کام ہے میں بعد میں کام کرتا ہوں۔'' اس نے اجازت چاہی۔

''حیان میرے پرویز کو لے کر آؤ میں یار..... میرا دل تڑپ رہا ہے اس سے ملنے کو.....'' وہ بولے۔

''انشاء اللہ بابا جان لے کر ہی آؤں گا۔'' اس نے ہمت بندھائی اور رابطہ منقطع کر دیا۔

فون بند کرنے کے بعد اس نے لمبا سانس لیا۔

''اللہ چاچا جلدی مل جائیں اور وہ بھی صحیح سلامت۔'' بے اختیار اُس کے منہ سے نکلا۔

☆.....☆.....☆

حیان سے بات کرنے کے بعد اُن کا دل بوجھل سا ہو گیا تھا۔ وہ بے اختیار اٹھے اور مصلہ بچھا کر زار و قطار اپنے خدا کے آگے رونے لگے۔

''یا خدا..... میرا بچہ بہت مشکل میں ہے یہ میرا دل کہتا ہے۔ تو اُس کی حفاظت فرما میرے مالک..... تُو سب جانتا ہے میں نے کس طرح اپنے کلیجے پر پتھر رکھا ہے اتنے عرصے اُس کی جدائی کا..... مجھے تُو اس سے ملا دے میرے مالک..... ملا دے.....'' وہ سربسجود ہوئے بس روئے جا رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

اگلے روز حیان پھر اکیلا ہی اُن کے گھر کی طرف گیا مگر ایک بار پھر مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نے اردگرد سے پھر سے اپنے طور پر معلوم کرنا چاہا تو اسے صرف اتنا پتہ چل سکا کہ وہ کوئی ہفتے بھر پہلے سے یہاں نہیں ہیں..... حیان کو کچھ اطمینان ہوا کہ چلو کم از کم یہ تو کنفرم ہوا کہ وہ یہیں رہے رہے تھے۔

مگر گئے کہاں؟ یہ سوال تشویشناک تھا۔ اس شام وہ کینے میں سلیم سے ملا..... سلیم معذرت کر رہا تھا کہ وہ اُس کا ساتھ بھرپور طریقے سے نہیں دے پا رہا۔

''یار جو میری گوری باس ہے ناں وہ بہت ہی.....'' وہ نازیبا الفاظ نکالنے والا ہی تھا کہ حیان نے روک دیا۔

''جانتا ہوں یار..... کوئی نئی بات بتا..... مجھے بھی تجربہ ہے اس بات کا تو بھول گیا شاید۔'' حیان ہنس پڑا۔

''ارے ہاں وہ جاب ناجو ہم تینوں نے مل کر کی تھی۔'' سلیم کچھ یاد آنے پر ہنس دیا۔

''ہاں وہی۔'' حیان بھی ہنس دیا۔

''یار کیا دن تھے ناں وہ بھی..... سچی لگتا تھا کہ واقعی زندگی جی رہے ہیں اب تو لگتا ہے کہ زندگی ہمیں الٹا جی رہی ہے۔'' وہ مسکرایا۔

''صحیح کہتا ہے یار تُو اب تو واقعی زندگی ہی ہمیں جی رہی ہے۔'' وہ بیزار دکھائی دیا۔ اس کے چہرے کا رنگ بدلتے دیکھ کر سلیم نے موضوع بدل دیا۔

''اچھا یار یہ بتا کہ فون مل گیا ہے؟ کوئی اطلاع ملی ہے؟''

''ہوں یار میں آج گیا تھا دوبارہ بس اتنا معلوم ہوا ہے کہ چند دن پہلے تک وہ تھے مگر اب نہیں ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ گئے کہاں اور فون کیوں نہیں اٹھا رہے۔'' وہ کافی کا سپ لیے ہوئے بولا۔

''یار مجھے لگتا ہے تُو زیادہ ٹینشن لے رہا ہے۔ کہیں بھی جا سکتے ہیں وہ..... کوئی کام ہو سکتا ہے انہیں بھی اور ہو سکتا ہے کہ فون نمبر بدل لیا ہو۔'' سلیم نے کیک کھایا۔

''یار مجھے بڑے بابا کی پریشانی ہے وہ بہت پریشان ہیں ان کے لیے اور بقول بڑے بابا' چاچا کسی مصیبت یا پریشانی سے دوچار ہیں' مجھے اس لیے ٹینشن ہو رہی ہے۔''

''ہوں..... ایسی بات ہے؟'' سلیم نے استعفادہ کیا۔

''ہاں.....''

''اگر کل تک کال ریسیو نہ کی تو پھر کوئی اور راستہ نکالنا پڑے گا۔'' حیان بولا۔

''صحیح کہہ رہا ہے تُو..... لیکن مجھے لگتا ہے کہ

کام جلد ہو جائے گا تُو فکر نہ کر۔'' سلیم بولا۔

''انشاء اللہ.....'' حیان بے اختیار بولا۔

☆.....☆.....☆

اگلے دن وہ دیر تک سوتا رہا..... پھر اٹھا تو سب سے پہلے فریش ہو کر اس نے نمبر ڈائل کیا۔

''اب اگر نہ ہوا تو پولیس سے مدد لینی پڑے گی۔'' وہ سوچ رہا تھا۔

''ہیلو.....'' کسی لڑکی کی آواز آئی۔ جیسے اسے شدید زکام ہو۔

''پرویز فاروقی؟'' حیان کو انجانی سی خوشی نے آن گھیرا..... امید کی کرن نظر آئی۔

''یس.....'' جواب مختصر تھا۔

''I Want To Talk To Him۔'' حیان بولا۔

''Who Are You۔'' سوال مختصر تھا۔

''Hayan Farooqi۔'' وہ مختصر بولا۔

''فاروقی..... یہ تو ہمارا سرنیم ہے۔'' لڑکی نے سوچا۔

''ہیلو.....'' وقفہ لمبا ہوا تو حیان بے تابی سے بولا۔ ساتھ ہی وہ کمرے کا چکر لگا رہا تھا۔

''آپ.....؟'' وہ کچھ بولنا چاہ رہی تھی مگر سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیسے بولے۔

''آپ کون ہو؟'' حیان نے سوال کیا۔

''میں..... میں اُن کی بیٹی ہوں۔'' جواب مختصر تھا۔

''اوہ.....'' حیان کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''چاچا کہاں ہیں؟ میں اُن کا بھتیجا ہوں پاکستان سے آیا ہوں۔'' حیان نے تعارف کروایا۔

''اچھا آپ پاکستان سے آئے ہو.....'' آواز میں عجیب سی کھنک پیدا ہوئی۔

''جی..... چاچا؟'' حیان بولا۔

''بابا..... کیا آپ سٹی ہاسپٹل آ سکتے ہو۔'' آواز یکدم اُداس ہو گئی۔

''خیریت تو ہے ناں چاچا ٹھیک ہیں۔'' حیان کے قریب خطرے کی گھنٹی بجی۔

''پلیز آ جائیں۔'' دوسری طرف سے درخواست کی گئی آواز میں واضح کمی تھی جیسے اسے کسی کی شدت سے ضرورت ہو۔

''میں آ رہا ہوں او کے.....'' اس نے فون بند کر دیا۔ وہ تیزی سے بڑھا ضروری چیزیں رکھیں کوٹ کی جیب میں اور سرعت سے کمرے سے نکلا۔

ہاسپٹل پہنچ کر وہ تیزی سے ریسپشنسٹ کے پاس گیا۔

''پرویز فاروقی۔'' وہ تیزی سے بولا۔ نرس اسے دیکھ کر مسکرائی۔

''Wait A Second Sir۔'' وہ نرمی سے بولی۔ اور ساتھ ہی سامنے لگی اسکرین کی طرف متوجہ ہوئی۔

''Sir Could You Pleasc Tell Me The Name Pleasc۔'' وہ بولی۔

''Perveez...Perveez Farooqi۔'' وہ بولا۔

''OK.....'' وہ تیزی سے دیکھنے لگی۔

''Sir Third Floor ICU۔''

''Thanks۔'' وہ بولا اور تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔

وہ تیزی سے کمروں کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر سامنے لکھے ہوئے ICU پر پڑی۔

وہ تیزی سے بڑھا۔ دروازے پر شیشے لگے

تھے جس سے اندر کا منظر نظر آ رہا تھا۔ سامنے چاچا پڑے تھے انہیں وینٹی لیٹر پر مصنوعی سانس دیا جا رہا تھا اور ڈاکٹر اُن کے گرد کھڑے تھے۔

''Mr Farooqi؟'' پیچھے سے ایک نسوانی آواز آئی۔ وہ تیزی سے پلٹا۔

سامنے ایک 23'24 سال کی لڑکی کھڑی تھی۔ کھلی سی جینز اور شرٹ میں ملبوس' وہ شکل سے پریشان اور روئی روئی لگ رہی تھی۔

''ہوں.....'' اس نے تیزی سے سر ہلایا۔

''تم؟ چاچا کی بیٹی ہو شاید.....''

''ہوں.....'' اس نے بھی سر ہلایا۔

جب وہ پہلے ملا تھا' چاچا سے تب بس اس نے جھلک ہی دیکھی تھی اُس کی.....

ڈاکٹرز جیسے ہی کمرے سے باہر آئے۔ وہ حیان کو نظر انداز کر کے تیزی سے اُن کی طرف بڑھی۔

''Doctor My Father?''

Miss Arvisha Your Father's Condition Is Still Critical۔'' یہ سن کر اُس کا چہرہ بالکل مرجھا گیا۔ وہ الٹے قدموں پلٹی اور جا کر چیئر پر بیٹھ گئی۔

حیان کا دماغ تیزی سے معاملات کو جانچ رہا تھا۔ وہ بھی چلتا ہوا آیا اور اس کے ساتھ بیٹھ کر اس کا جائزہ لینے لگا۔

وہ بہت تھکی تھکی لگ رہی تھی۔ آنکھ لال اور سوجی ہوئی تھیں۔ سنہری گھنگھریالے بال کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ دونوں ہاتھ باندھے اُن پر سر جھکائے بیٹھی تھی۔

حیان ذہن میں الفاظ ترتیب دے رہا تھا کہ گفتگو کس طرح شروع کرے کہ وہ بول پڑی۔

''میرے بابا ٹھیک نہیں ہیں..... مسٹر فاروقی۔''

''وہ ٹھیک نہیں ہیں بالکل بھی۔'' اُس کی آواز نم ہو گئی۔

''کب سے ہیں وہ ہاسپٹل میں؟''

''5 دن ہو گئے ہیں۔''

''اوہ..... ہوا کیا ہے چاچا کو؟''

''فالج کا اٹیک ہوا تھا۔ اس کے تھوڑے دن بعد نروس بریک ڈاؤن ہو گیا تھا۔'' وہ پہلی دفعہ سر اُٹھا کر بولی۔

''اوہ گاڈ.....'' حیان کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''ڈاکٹر نے کیا کہا ہے اُن کی حالت کے بارے میں؟'' وہ تشویش سے بولا۔

''کہتے ہیں انہیں شدید صدمہ ہوا ہے۔ حالت نہیں سنبھل رہی ہے اُن کی۔'' وہ رو پڑی۔

حیان کو اس سے ہمدردی ہونے لگی۔

اس نے اردگرد کا جائزہ لیا..... ایسا لگتا نہیں تھا کہ اس کے ساتھ کوئی ہو۔

''آپ کے ساتھ کوئی ہے نہیں؟'' وہ تعجب سے بولا۔

اس کا سر نفی میں ہلا۔

''آپ کی مدر؟'' وہ بولا۔

''نام مت لیں اس عورت کا..... نفرت ہے مجھے اس سے میرے بابا کی حالت کی وہ ہی ذمہ دار ہے۔ I Hate Her۔'' وہ پنکاری۔

اُس کا ری ایکشن بالکل غیر متوقع تھا حیان کے لیے وہ حیران ہوا۔

اتنے میں اس کا سیل فون بج اٹھا۔

وہ ایکسکیوز کر کے دوسرے کونے میں گیا۔

''ہاں یار کیا بات ہے؟''

''تیرے ہوٹل کے سامنے ہوں کہاں ہے

ٹو۔'' سلیم بولا۔

''یار چاچا ٹل گئے ہیں...... وہ سٹی ہاسپٹل میں ہیں ٹو آ جا۔'' اس نے مختصر کہا اور فون بند کر دیا۔

☆......☆......☆

''یار واقعی تیرے چاچا کی حالت تو نازک ہے۔'' سلیم نے پرویز فاروقی کو دیکھا تو بولا۔

''انہیں واپس کیسے لے کر جائے گا؟'' وہ ہاسپٹل کے کیفے ٹیریا میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

''میں بھی حالات سے تھوڑا ہل گیا ہوں یار...... مجھے نہیں پتہ تھا کہ معاملات اتنے سیریس ہیں۔'' حیان بولا۔

''اب کیا کرنا ہے...... بڑے بابا کو بتائے گا؟'' وہ بولا۔

''نہیں ہرگز نہیں۔'' وہ تیزی سے بولا۔

''پھر؟'' وہ پریشانی سے بولا۔

''پتہ نہیں یار......'' وہ کندھے اُچکا کر بولا اور سر تھام کر بیٹھ گیا۔

☆......☆......☆

اگلے دو دن بھی اسی طرح گزر گئے...... چاچا کو ہوش نہیں آیا تھا۔ اس نے ڈاکٹرز سے بھی بات کی اُن کے خیال میں چاچا کا بچنا بہت مشکل تھا۔

اردیشہ مسلسل وہیں تھی۔ وہ ہاسپٹل سے کہیں بھی نہیں جاتی تھی۔ اس کی اپنی حالت بھی بہت خراب تھی۔ مسلسل جاگنے اور پریشانی کی وجہ سے اسے بھی بخار ہو گیا تھا۔

بہت اصرار کر کے آج اس نے اردیشہ کو گھر تھوڑا ریسٹ کرنے کو بھیجا تھا۔

ان تین چار دنوں میں حیان نے کسی کو ہاسپٹل آ کر چاچا کی خیریت پوچھتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ لگتا تھا چاچا کے یہاں زیادہ لوگوں سے تعلقات نہیں تھے۔

اس نے چاچا کی بیوی کے بارے میں دوبارہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی وہ اردیشہ کو بالکل بھی پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ کوریڈور میں بیٹھا آنے والے حالات کے لیے خود کو تیار کر رہا تھا...... کہ ڈاکٹر نے آ کر بتایا کہ چاچا کو ہوش آ گیا ہے۔

وہ تیزی سے کمرے میں گیا۔

''چاچا جان!'' وہ بے تابی سے اُن کا ہاتھ تھام کر بولا۔

''کون؟'' وہ بہت کمزور لہجے میں بولے۔

کمزوری کے باعث اُن کی آنکھیں بھی کھل نہیں رہی تھیں...... فالج کی وجہ سے انہیں بولنے میں شدید دقت کا سامنا تھا۔

''میں ہوں حیان چاچا...... پہچانا میں آپ کا بھتیجا ہوں۔'' وہ قریب ہوا۔

''ح......ا......ن......'' وہ کوشش کر رہے تھے اسے پہچاننے کی......

''وہ...... پہلے بھی...... تم......؟''

''جی جی وہی ہوں میں مجھے بابا جان نے بھیجا ہے آپ کے لیے...... بس آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں پھر آپ کو لے کر چلوں گا پاکستان......'' وہ نرمی سے مسکرایا۔

''با...... ب...... ا...... جان...... نے......'' الفاظ بے ربط سے نکل رہے تھے اُن کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگے مگر آدھے بے جان سے وجود کے ساتھ وہ ناکام رہے۔

''پلیز چاچا جان آپ لیٹے رہیں آپ کی حالت ٹھیک نہیں۔'' حیان انہیں پکڑتے ہوئے بولا۔

''مع......ا......ف...... کر...... د...... یا...... ب......ا۔''

''جی جی...... کر دیا ہے معاف......'' وہ فوراً بولا۔ وہ باقاعدہ رو رہے تھے۔

''چاچا جان خود کو سنبھالیں پلیز ورنہ طبیعت پھر خراب ہو جائے گی۔'' وہ گھبرا گیا۔

اچانک اُن کا سانس اکھڑنے لگا......

''پلیز ریلیکس ہوں چاچا جان......'' حیان فوراً اُن کے قریب ہوا۔ انہیں سانس لینے میں مشکل ہونے لگی تو حیان ڈاکٹر کو لینے کے لیے جانے لگا کہ انہوں نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''ا......ر...... دیشہ...... کو...... لے...... جانا...... اور...... ب...... ا...... کو دے......'' وہ بولنے کی پوری کوشش کر رہے تھے کہ اچانک خاموش ہو گئے۔ حیان کا تھاما ہوا ہاتھ خود بخود آزاد ہو گیا۔

''چاچا جان......'' وہ چلایا۔

''ڈاکٹر......'' وہ تیزی سے باہر بھاگا۔

ڈاکٹر نے آ کر معائنہ کیا اور پھر حیان کی طرف مڑ کر بولا جو بے تابی سے دیکھ رہا تھا۔

''آئی ایم سوری سر......'' ڈاکٹر نے حیان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور چلا گیا۔

''اوہ خدایا......'' اس کے منہ سے نکلا۔

وہ تھکے قدموں سے روم کے باہر آیا اور دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اور سر دیوار سے ٹکا دیا۔

اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے......

حیان فاروقی جو کب سے یہ سمجھ رہا تھا کہ اس کا دل مردہ ہو گیا ہے اس کے احساسات ختم ہو گئے ہیں وہ کچھ بھی محسوس نہیں کر سکتا...... اسے کسی کی پرواہ نہیں ہے...... وہ آنسو بہا رہا تھا۔

''مسٹر فاروقی۔'' وہ آنکھیں بند کیے کھڑا تھا کہ اردیشہ بولی۔

''آپ یہاں اس طرح کیوں کھڑے ہیں؟ اور ڈاکٹر نے بابا کے بارے میں کچھ کہا ہے کیا۔'' وہ غیر متوقع طور پر جلدی آ گئی تھی شاید صرف کپڑے چینج کر کے ہی آ گئی تھی۔

''چاچا......'' وہ سسکا...... اور نفی میں زور سے گردن ہلانے لگا۔

''نو نو نو...... مسٹر فاروقی...... Do Not Say That۔''

وہ التجائی انداز میں بولی۔

''پلیز پلیز مسٹر فاروقی۔'' وہ تیزی سے بولی۔ ساتھ آنکھیں برسنے لگیں۔

وہ تیزی سے کمرے میں بھاگی وہ بھی پیچھے لپکا سامنے چاچا کی باڈی پڑی تھی۔ جن کے چہرے پر بھی کپڑا تھا۔

''بابا جان...... پلیز اٹھیں...... پلیز WakeUp...... پلیز......'' وہ انہیں جھنجوڑ رہی تھی۔

''اپنی اروی سے بات کریں بابا...... میں ہوں یہاں پلیز......'' وہ اُن کے سینے سے لگی رو رہی تھی۔

حیان آگے بڑھا اور اسے کندھوں سے پکڑ کر پیچھے کیا۔

''مسٹر فاروقی...... میرے بابا...... میرے بابا......'' وہ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

''حوصلہ کریں آپ پلیز اردیشہ......'' وہ بولا۔

آگے کے معاملات بہت جلد نمٹتے چلے گئے چاچا کی تدفین وغیرہ جیسے جھٹ پٹ ہی ہوگئی ہو۔

حیان کو بھی سمجھ نہیں آئی۔ وقت بہت تیزی سے سمٹنے لگا تھا۔

چاچا کے پاس کچھ بھی نہیں بچا تھا..... اُن کی بیوی نے طلاق کا مطالبہ کیا تھا..... کاروبار تو ویسے ہی تباہ ہو گیا تھا بس رہ کر ایک گھر ہی تھا اور وہ بھی اُن کی بیوی کے نام تھا۔

اروئی بس خالی ہاتھوں حیان کے ساتھ پاکستان کے لیے روانہ ہونے کو تیار تھی۔

''تھینکس یار تُو نے میرا بہت ساتھ دیا ہے۔'' ایئرپورٹ پر حیان سلیم سے گلے ملتے ہوئے بولا۔

''شرمندہ نہ کر یار تُو.....'' سلیم مسکرایا۔

''اگر تیرے چاچا زندہ ہوتے ناں تو دعوت کھلائے بغیر جانے نہیں دیتا۔'' وہ اروئی کی طرف دیکھ کر بولا۔ جو دونوں سے کچھ فاصلے پر کھڑی گم سم سی تھی۔

''اسے چاچا کی موت کا بہت دکھ ہے یار..... اوپر سے اُن کی بیوی نے بھی کچھ اچھا نہیں کیا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ کل ہی انہوں نے دوسری شادی کی ہے۔'' حیان افسوس سے بولا۔

''یہ گوریاں ہوتیں ہی ایسی ہیں یار۔'' سلیم نے کہا۔

فلائٹ کی اناؤنسمنٹ کی طرف دونوں متوجہ ہوئے۔

''چل یار پھر چلتا ہوں۔'' حیان مسکرایا۔

''بابا کو سلام کہیں۔'' سلیم ایک بار پھر گلے ملا۔

''ضرور..... تُو بھی بھابی کو سلام دی اور بچوں کو پیار.....'' وہ بولا اور اندر کی طرف بڑھنے لگا اروئی اُس کے قدموں کی خاک پر اس کی پیروی کرنے لگی۔

☆.....☆.....☆

آج سنڈے تھا اسی لیے سارے گھر والے گھر میں موجود تھے۔ آج سنبل اور ثمرین بھی آئی تھیں۔

عیشاء کو دیکھ کر شانزے خوش ہو گئی تھی۔ عیشاء ثمرین کی اکلوتی بیٹی تھی۔

''یار تم تو اوپر چلو ناں ذرا میرے ساتھ۔'' شانزے اسے کھینچتی ہوئی اوپر کی طرف بڑھ گئی۔ رمضو بابا کے ساتھ سائرہ مل کر چائے کی ٹرالی لے آئی تھی۔

''بھابی حیان کا کوئی فون آیا ہے؟'' ثمرین نے پوچھا۔

''کہاں بی بی..... وہ ہمیں کیوں فون کرے گا۔'' شہلا چائے کا کپ تھامتے ہوئے بولی۔

''حیرت ہے بھابی 15 دن ہونے کو آئے ہیں اور اس نے کوئی خبر ہی نہیں دی۔'' سنبل نے حصہ لیا۔

''باجی آپ کو تو پتہ ہے اس کا..... وہ ہمیں کبھی فون نہیں کرتا ہے..... ہاں یقیناً بابا کو وہ تمام حالات سے آگاہ کرتا رہا ہوگا۔'' عالیہ نے کہا۔

''میری تو سمجھ سے بالاتر ہے یہ لڑکا۔'' سنبل نے کہا۔

''ارے رہنے دیں باجی وہ شروع سے ایسا تو نہیں تھا۔'' ثمرین بھتیجے کے پیار میں بولیں۔

''وہ تو جب سے شزا والا حادثہ ہوا ہے تب سے وہ تھوڑا روڈ ہو گیا ہے بس.....''

''اب ایسا تو نہ کہو ثمرین۔ وہ شروع ہی سے سر پھرا ہے..... کسی کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتا وہ۔ ہاں شزا کے بعد تو حد ہی ہو گئی ہے۔ شہلا نے ہنکارا۔

☆.....☆.....☆

''ہم کدھر جا رہے ہیں مسٹر فاروقی.....''

ایئرپورٹ سے نکلتے وقت یہ پہلا جملہ تھا جو پورے سفر کے دوران اروئی نے پوچھا تھا۔

ورنہ وہ چپ کر کے آئی تھی۔ بس کچھ دیر بعد اپنی آنکھوں کی نمی صاف کر لیتی تھی یا فضا کو گھورتی رہتی تھی۔

حیان کچھ پریشان تھا اس نے چاچا کے انتقال کی اطلاع کسی کو نہیں دی تھی۔ حالانکہ بڑے بابا نے اسے متعدد بار فون کیا تھا۔ مگر وہ سب کچھ نارمل ہے بابا کہہ کر ٹالتا رہا تھا۔

''مسٹر فاروقی!'' اُس کا جواب نہ پا کر وہ دوبارہ تھوڑا قریب ہو کر بولی۔

''ہوں..... کچھ کہا تم نے؟'' وہ ایسے چونکا جیسے بہت گہری سوچ سے اسے نکالا گیا ہو۔

''ہم کدھر جا رہے ہیں؟'' وہ پھر دھیمے لہجے میں بولی۔

''گھر.....'' جواب مختصر تھا۔

''اوکے.....'' اس نے کہا اور اپنے سامان کی طرف متوجہ ہوئی جو صرف ایک بڑے بیگ پر مشتمل تھا۔

☆.....☆.....☆

دوپہر کا کھانا کافی اچھے موڈ میں کھایا گیا تھا۔ اس کے بعد سبھی لاؤنج میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ بڑے پاپا بھی سب میں شامل تھے۔ لڑکے آپس میں تازہ ہونے والے میچ پر گفتگو کر رہے تھے۔ جبکہ شانزے فیشن میگزین پکڑے سائرہ اور عیشاء کو ڈیزائن دکھا رہی تھی۔ باقی بڑوں نے اپنی محفل جمائی ہوئی تھی۔

''فاروقی ولا.....'' اس نے بڑی سی کوٹھی کے باہر نیم پلیٹ پڑھی۔ بوگن ویلیا کی بیل نے باہری دیوار اور گیٹ کے اوپری حصے کو ڈھانپ رکھا تھا۔

گیٹ کھلا اور حیان اور اروئی اندر داخل ہوئے۔

حیان نے آنے کی اطلاع کسی کو بھی نہیں دی تھی۔ اس لیے اُسے لینے کوئی نہیں گیا تھا۔ اندر راہداری میں بہت سی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ سیدھے ہاتھ پر بڑا سا لان تھا جس میں مختلف انواع کے پودے تھے۔ سامنے بہت خوبصورت سی بلڈنگ تھی۔ پرانے اور نئے امتزاج کا آرکیٹیکٹ ورک تھا۔

اس نے تفصیلی نگاہ ڈالی اور بیگ سنبھالتے حیان کی پیروی کرنے لگی۔

گلاس ڈور سے پہلے حیان نے توقف کیا..... اروئی بہت غور سے اُس کا مشاہدہ کر رہی تھی۔

حیان نے لمبا سانس لیا..... خود کو آنے والے حالات کے لیے وہ تیار کر رہا تھا۔ یہ بات اروئی نے بہت شدت سے محسوس کی۔

اُس کی اپنی حالت بھی غیر تھی۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ دل میں ہلکی سی خوشی کی رمق تھی اپنی فیملی سے ملنے کی مگر بابا کو کھونے کا غم ہر چیز سے بڑا تھا۔

''کاش آپ بھی میرے ساتھ ہوتے بابا.....'' اس نے سوچا اور آنکھوں کے گوشوں سے نمی کو سمیٹ لیا۔

حیان اندر داخل ہوا..... اور چلتا ہوا سامنے سٹنگ ایریا میں آ گیا۔

اروئی اس سے چند قدم پیچھے تھی۔

''بڑے بابا.....'' اس نے کہا۔ تو اچانک سب متوجہ ہوئے۔

''حیان..... بابا کی جان آ گیا تُو.....'' وہ لاٹھی کے سہارے کھڑے ہوئے اور مسکرا کر اُس کی طرف بڑھنے لگے۔ گھر کے سبھی افراد متوجہ تھے۔

حیان تیزی سے آگے بڑھا اور اُن کے گلے لگ گیا۔

''بابا جان......'' وہ زیرلب بولا۔

''یار اتنے دن لگا دیے تُو نے...... کیسا ہے تُو اور میرا پرویز کہاں ہے؟'' وہ انہیں ناپا کر پوچھنے لگے۔

اروی گھبراتی گھبراتی آگے بڑھی اور حیان کے پہلو سے نکل کر سامنے آئی۔

سب حیان سے اروی کی طرف متوجہ تھے۔

کھلا سا ٹراؤزر اور شرٹ پہنے گھنگھریالے بالوں میں وہ بہت معصوم سی لگ رہی تھی۔

''یہ...... یہ کون ہے...... حیان؟'' بڑے بابا اروی کی طرف اشارہ کر کے بولے۔

''یہ...... بابا جان پرویز چاچا کی امانت ہے۔'' حیان نے اُس کی طرف اشارہ کیا۔

''میرے پرویز کی بیٹی ہے یہ۔'' وہ خوشی سے بولے۔

''جی......!''

''اِدھر آؤ بیٹا......'' انہوں نے اروی کو بلایا۔ اس نے حیان کی طرف دیکھا۔

''یہ تمہارے دادا جان ہیں......'' حیان نے مختصر تعارف کروایا۔

اروی نے اثبات میں سر ہلایا اور بڑے بابا کی طرف بڑھی۔

انہوں نے اُسے سینے سے لگا لیا...... اور اُن کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

''میری بچی......'' وہ بولے اور ماتھا چوم لیا۔

''بھائی آپ نے تو کہا تھا کہ اُن کی بیٹی گھر سے بھاگ گئی ہے۔'' عالیہ شہلا کے کان میں بولی۔

''ہوں...... سنا تو میں نے بھی یہ ہی تھا۔''

شہلا بھی اس آنے والی سے کچھ زیادہ متاثر نہ لگتی تھیں۔

''لو جی...... آ گئی چاچا کی لختِ جگر......''

شانزے نے کہا تو سائرہ نے چپت اُس کے سر پر لگا دی۔ جسے دیکھ کر ریحان کی ہنسی نکل گئی۔

''حیان پرویز کہاں ہے؟'' نذیر صاحب آگے بڑھے اور حیان سے استفسار کرنے لگے۔

''ہاں...... یار کہاں ہے وہ؟'' بڑے بابا نے بھی پوچھا۔

''وہ...... بابا......'' حیان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیسے بتائے۔

''بول نا یار میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔'' وہ اروی کو چھوڑ کر حیان کی طرف بڑھے۔ اروی کے اشک جاری ہو گئے۔

''مجھے معاف کر دیں بابا جان مگر میں چاچا کو نہیں لا پایا۔'' وہ شرمندہ لگ رہا تھا۔

''کیا کہہ رہا ہے یار تُو......'' وہ گھبرا گئے۔

''کہاں ہے وہ؟'' بول حیان وہ اسے کندھوں سے تھام کر بولے۔

''بابا جان...... وہ...... اب اس دنیا میں نہیں رہے۔'' حیان نے بابا کو دیکھ کر کہا۔

''حیان کیا کہہ رہے ہو تم؟'' سنبل فوراً اُس کے پاس آئیں۔ جبکہ بابا جان کو شدید صدمہ ہوا تھا۔ نذیر نے فوراً بڑھ کر انہیں تھاما اور بٹھا دیا۔

سبھی افراد کو شاک لگا...... وہ حیان کی طرف بڑھے۔

''جی پھوپو چاچا کی ڈیتھ ہوئے ہفتہ ہو گیا ہے۔''

''نہیں...... میرا بھائی......'' پھوپو رونے لگیں اور ساتھ میں ثمرین بھی......

''اور تم نے کسی کو بتایا بھی نہیں حیان؟''

چھوٹے چچا نے کہا۔

''سب کچھ بہت جلد ہی ہو گیا تھا چاچا جان...... مجھے موقع ہی نہیں ملا۔'' وہ ناراض لگ رہے تھے جبکہ حیان شرمندہ ہو گیا گھر کے سبھی افراد افسردہ ہو گئے تھے۔

''بابا کمرے میں چلتے ہیں۔'' بڑے چچا انہیں تھام کر لے گئے۔

بچے آپس میں بات کرنے لگے اور شہلا اور عالیہ سنبل اور ثمرین کو سنبھال رہی تھیں جبکہ مرد سارے اندر بابا جان کے پاس تھے۔

حیان نے اپنا مختصر سا سامان اٹھایا اور اوپر کی جانب بڑھ گیا۔

اروی ایک کونے میں کھڑی تھی اُس کی طرف کوئی متوجہ نہیں تھا۔

سنبل کی نظر اُس پر پڑی تو فوراً اُس کی طرف لپکی۔

''بیٹا آؤ ناں......'' وہ آنسو پونچھ کر بولیں۔ تو وہ اُن کے ساتھ بڑھی۔

''کیا نام ہے تمہارا؟'' شہلا نے پوچھا۔

''ارویشہ......'' جواب مختصر تھا۔

''ماں کہاں ہے تمہاری؟'' وہ بے لچک ہو کر بولیں۔

''جی......'' اروی گھبرا گئی شہلا کے لہجے پر......

''ماں کہاں ہیں بیٹی...... سوال تو آسان سا ہے۔''

''جی...... جی وہ اب ہمارے ساتھ نہیں تھیں۔'' وہ شرمندہ سی بولی۔

''ہوں...... یہ گوریاں ہوتیں ہی ایسی ہیں۔'' شہلا نے ناک سے مکھی اڑائی تو اروی کا سر مزید جھک گیا اور ماں کے لیے نفرت ایک درجہ اور بڑھ گئی۔

''رہنے دیں بھابی کیا سارے سوال ابھی کرنے ہیں؟''

''جاؤ بیٹا تم آرام کرو......'' ثمرین نے اروی کو پریشان دیکھا تو بولیں۔

''سائرہ، شانزے، عیشاء بھی اُسے روم میں لے جاؤ اتنا سفر کر کے آئی ہے۔''

''جی پھوپو کیوں نہیں۔'' سائرہ مسکرا کر بولی۔

''آؤ ارویشہ......'' وہ ہاتھ بڑھا کر بولی۔ تو اروی نے مسکرا کر ہاتھ تھام لیا۔

''میں تو اس کے ساتھ روم نہیں شیئر کروں گی۔'' شانزے نے عیشاء کے کان میں کہا۔ اور چلنے لگی۔ وہ کمرے میں آ کر بھی بہت گھبرا رہی تھی۔

''تم ریلیکس کرو۔'' سائرہ نے کہا اور مسکرائی۔

جواباً اروی نے بھی مسکرانے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔

''ہائے میں عیشاء ہوں......'' عیشاء نے خوشدلی سے ہاتھ آگے کیا۔

جبکہ شانزے کو یہ بات بالکل پسند نہ آئی تھی۔ مگر عیشاء نے سر کو ہلا کر کہا۔

''ریلیکس کرو یار......''

''اروی...... ارویشہ......'' اس نے بھی ہاتھ بڑھایا۔

''Cool Namc یار۔'' عیشاء نے مسکرا کر کہا۔

''تھینکس......'' وہ مسکرائی۔

''میں سائرہ ہوں۔'' وہ بیڈ پر بیٹھ کر بولی۔

جواباً اروی بھی مسکرا دی۔

شانزے کو اُن کا اس سے اس طرح گھلنا ملنا بالکل بھی پسند نہیں آ رہا تھا۔ لہٰذا وہ کھسکنے والی تھی کہ عیشاء نے کہا۔

''شانزے تم اروی سے نہیں ملو گی؟'' وہ پلٹی اور کھسیانی ہنسی ہنسی۔

''کیوں نہیں۔'' وہ دانت چبا کر بولی۔

''ہائے۔'' اس نے عیشاء کو گھورتے ہوئے ہاتھ ملایا۔ عیشاء زیرِ لب مسکرا رہی تھی وہ اس سچویشن سے خوب لطف اندوز ہو رہی تھی۔

اس نے سائرہ کی طرف دیکھا وہ بھی مسکرا رہی تھی۔

''یہ کمرہ آپ کے ساتھ ہی شیئر کرے گی ناں۔'' شانزے نے سائرہ کو جیسے آگاہ کیا۔

''کیوں نہیں مجھے خوشی ہوگی۔'' وہ خوشدلی سے بولی۔

''شکر اللہ کا.....'' شانزے کے سر سے بوجھ اترا۔

''میرا خیال ہے باجی انہیں آرام کرنے دیتے ہیں۔'' عیشاء اٹھتے ہوئے بولی۔

اروی ان سب کی طرف متوجہ ضرور تھی مگر وہ ذہنی انتشار کا شکار لگ رہی تھی۔ اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

کہ کیا چل رہا ہے اُن سب کے درمیان کیونکہ وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارے کر رہی تھیں۔ روی کو لگا جیسے وہ اس کا مذاق اڑا رہی ہوں۔

''اروی تم آرام کرو یقیناً تھک گئی ہوگی۔'' سائرہ اٹھی اس سے پہلے ہی عیشاء بستر خالی کر چکی تھی۔

''جی.....'' وہ بس اتنا ہی بولی۔

وہ تینوں کمرے سے نکل گئیں۔ پیچھے وہ بالکل تنہا رہ گئی۔ اور اس کے اندر اٹھنے والے خدشے شدت اختیار کر گئے۔

اس نے اپنا سر تھام لیا۔

''اللہ جی.....کیا کروں۔'' اس کا سر درد کی شدت سے پھٹا جا رہا تھا اور ساتھ ہی آنکھیں برس پڑیں۔

''شانزے.....'' سائرہ غصے سے داخل ہوئی۔

وہ بیڈ پر عیشاء کے ساتھ آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی کہ اچانک یوں افتاد پر گھبرا گئی۔

''کیا ہے باجی؟'' وہ سیدھی ہوئی۔

''کیا رویہ تھا تمہارا اروی کے ساتھ؟'' وہ بلا کسی لحاظ سے بولی۔

''میں بھی یہ ہی پوچھ رہی ہوں باجی؟'' عیشاء نے بھی کہا۔

دونوں نے شانزے کو دیکھا جو منہ بسورے بیٹھی تھی۔

''کیا ہے؟'' وہ منہ چڑا کر بولی۔

''کیا مطلب کیا ہے شانزے، مجھے تمہارے رویے نے بہت دکھی کیا ہے۔'' سائرہ اُس کے قریب بیٹھ کر بولی۔

''باجی اب ایسا بھی کچھ نہیں کیا میں نے۔'' وہ بدستور اپنی بات پر قائم تھی۔

''مگر تمہارے رویے کی وجہ؟ پوچھ رہے ہیں ہم۔'' اب عیشاء بھی سیریس ہوئی۔

''بس ایسے ہی۔'' شانزے تھوڑا ڈھیلی پڑی۔

''یار مسئلہ کیا ہے؟ اور یہ کیا بات ہوئی کہ بس ایسے ہی۔'' عیشاء اسی کے انداز میں بولی۔

''یار سچی بات ہے مجھے اسے دیکھ کر کچھ زیادہ خوشی نہیں ہوئی ہے۔''

''کیا مطلب؟'' سائرہ بولی۔

''وہ پہلی بار ہم سے ملی ہے اور تمہیں خوشی نہیں ہوئی۔''

''باجی آپ لوگ شاید بھول رہے ہیں کہ اُس کا کردار ذرا مشکوک ہے۔'' شانزے کو خود بھی معلوم نہیں تھا کہ اسے دیکھ کر اسے برا کیوں لگا تھا مگر اُن کے سامنے کوئی تو بہانہ بنانا ہی تھا ناں.....سو بول گئی۔

''کیسی بے وقوفوں والی بات کر رہی ہو تم شانزے.....''

''کسی کے کردار پر شک کر رہی ہو تم!'' سائرہ کو اُس کی سوچ پر دلی دکھ ہوا تھا۔

''باجی میں نے خود امی کو بات کرتے سنا تھا .....شاید.....'' وہ ناراض سی بولی۔

''بس کرو تم.....'' سائرہ غصے سے بولی۔

''تمہیں اپنے کانوں پر اتنا یقین کیونکر ہے۔ ہاں.....اور تمہیں کیسے پتہ کہ امی کو خود اس بات پر یقین ہے بھی کہ نہیں۔'' وہ بیڈ سے ایک دم کھڑی ہوگئی۔ سائرہ کے یوں ایک دم بھڑکنے پر وہ تھوڑی ٹھنڈی ہوئی۔

''سوری.....'' وہ شرمندہ تھی۔

''مجھے تمہاری سوچ پر حقیقتاً بہت دکھ ہوا ہے شانزے، میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میری چھوٹی بہن دوسروں کے متعلق یوں بدگمانیاں پالتی ہے۔'' وہ کہہ کر چلی گئی۔ شانزے اسے روکتے ہی رہ گئی مگر وہ نہیں رُکی۔

''حد ہے شانزے ویسے۔'' عیشاء نے بھی نانگ کھینچی۔

''اب تم مت شروع ہو جانا۔'' وہ اسے گھور کر بولی۔

''او کے فائن.....'' وہ ترخ کر بولی اور کمرے سے واک آؤٹ کر گئی جبکہ شانزے منہ پھلا کر بیٹھ گئی۔

☆.....☆.....☆

وہ جیسے ہی اپنے کمرے میں آیا بیڈ پر ڈھ سا گیا اسے لگا جیسے بہت کٹھن سفر سے لوٹا ہو۔

بڑے بابا کے ری ایکشن کا اسے اندازہ تھا اسی لیے اس نے صرف اُن کی موت کی خبر ہی دی تھی۔ باقی چچا کے بیوی سے متعلق اور دوسرے معاملات نہیں بتائے تھے۔

اسے خود بھی ٹھیک سے اندازہ نہیں تھا حالات کا.....اسے بس اتنا پتہ تھا کہ چچا کا سارا بزنس بالکل برباد ہو گیا تھا۔ اُن کے پاس کچھ نہیں بچا تھا۔ سوائے اس گھر کے جو اُن کی بیوی کے نام تھا۔

اسے اروبشہ سے متعلق صرف اتنا ہی معلوم تھا جتنا ان انکل کی بیگم کے منہ سے پھسلا تھا جن کی بدولت وہ چچا تک رسائی حاصل کر پائے تھے۔

اس نے اروبشہ سے کسی چیز کے متعلق سوالات نہیں کیے تھے۔ اس نے بھی اپنی ذات کے متعلق اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔

اس نے واحد بات یہ بتائی تھی کہ اُس کی ماں نے چچا سے طلاق لے کر دوبارہ شادی کر لی ہے۔

سوچ سوچ کر اُس کا دماغ شل ہوتا ہوا محسوس ہوا اسے تو وہ فوراً فریش ہونے چلا گیا۔

''بابا کا کیا حال ہے اب؟'' سنبل نے جیسے ہی نذیر فاروقی اور باقی سب کو کمرے سے نکلتے دیکھا تو فوراً پوچھا۔

''ابھی کچھ دیر پہلے ہی ڈاکٹر بھی اُن کا معائنہ کر کے گئے تھے۔''

''ہوں.....صدمہ ہوا ہے بابا کو بہت اس لیے طبیعت بگڑ گئی ہے۔'' وہ بولے۔

''بڑے بابا کو آرام کی بہت ضرورت ہے انہیں کوئی بھی ڈسٹرب نہ کرے۔'' شہریار نے کہا۔

سبھی نے سر اثبات میں ہلایا۔

''حیان کہاں ہے ..... ماما.....'' عثمان نے عالیہ سے دریافت کیا۔

''اپنے کمرے میں ہوگا۔'' انہوں نے کہا۔

''بیگم کھانے وغیرہ کا انتظام ہے یا نہیں۔'' نذیر فاروقی نے پوچھا۔

''جی..... دیکھتی ہوں۔'' شہلا نے کہا۔ ساتھ ہی باقی خواتین بھی اُن کے ہمراہ کچن کی طرف چلی گئیں۔

''دیکھو اگر حیان کمرے میں ہے تو بلاؤ اسے۔'' ناصر فاروقی نے کہا۔

''جی پاپا.....'' وہ چلا گیا۔

ناک کر کے وہ کمرے میں آیا تو حیان شیشے کے سامنے کھڑا اپنے گیلے بالوں میں برش کر رہا تھا۔

''بھائی پاپا بلا رہے ہیں۔'' اس کے چلتے ہاتھ رُک گئے اور ساتھ ہی ریحان کی سانس بھی ..... کیونکہ حیان کے تاثرات بدل گئے تھے۔

وہ مڑا چہرہ بے حد سپاٹ تھا۔

''پاپا نے کہا ہے..... کہ..... آپ کو بلا لاؤ۔'' وہ بمشکل بولا۔

اسے پتہ نہیں کیوں حیان سے بات کرنا دنیا کا سب سے مشکل ترین کام لگتا تھا۔

''ہوں.....'' اس نے گردن ہلائی۔

ریحان فوراً واپس پلٹ گیا۔

''اب ان لوگوں کو ساری تفصیل بتانی پڑے گی۔'' وہ بڑبڑایا..... اور برش زور سے بیڈ پر پھینک دیا۔ وہ نیچے اترا تو سبھی کو اپنا منتظر پایا۔

گھر کے تقریباً سبھی افراد موجود تھے۔ اس کے تیکھے نقوش کچھ اور تیکھے ہو گئے۔

''لو آ گیا انگری مین۔'' عثمان نے زیر لب کہا۔ جیسے شہزاد نے باآسانی سنا دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیے۔

''آپ لوگوں نے بلایا؟'' لہجہ سرد تھا۔ وہ کھڑے کھڑے بولا۔

''بیٹا بیٹھو تو۔'' ناصر فاروقی نے پیار سے کہا۔ وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

سفید ٹراؤزر اور کرتے میں وہ نکھرا نکھرا لگ رہا تھا۔

''جی کہیے۔'' وہ بلا تمہید بولا۔ اسے یوں دوسروں کو صفائیاں دینے سے ہمیشہ چڑ رہی تھی۔ یہ صرف وہی جانتا تھا کہ وہ کس قدر ضبط سے بیٹھا تھا۔

''ہمیں ذرا تفصیل بتاؤ کہ ہوا کیا تھا پرویز بھائی کو۔'' سنبل پھوپو نرم آواز سے بولیں۔

''پھوپو جانی..... میں جب ان سے ملا تب وہ آئی سی یو میں تھے۔ اُن کی حالت بہت نازک تھی۔

مجھے زیادہ موقع نہیں مل پایا ان سے بات کرنے کا۔'' اس نے صاف کہا۔

''کیا ہوا تھا انہیں؟'' ثمرین نے پوچھا۔

''فالج تھا انہیں۔'' جواب پھر مختصر تھا۔

''تمہیں یہ لڑکی کہاں سے مل گئی ہاں؟'' شہلا بے حد چبھتے انداز میں بولیں۔

''ہاسپٹل میں تھی۔'' جواب مختصر تھا۔

''ہاسپٹل میں؟'' لہجہ اب بھی معنی خیز تھا۔

''جی!'' وہ بہت ضبط سے بولا۔ اس نے اپنے ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پھنسایا ہوا تھا۔ ہاتھوں کے رنگ سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ خود کو

کتنا کنٹرول کر رہا تھا۔ اتنی زور سے ہاتھ دبائے تھے کہ خون کی گردش تھم سی گئی تھی اور ہاتھ کالے پڑ رہے تھے۔

''بھئی ہم نے تو سنا تھا کہ لڑکی بھاگ گئی ہے اپنے عاشق کے ساتھ۔'' وہ ہاتھ نچا کر بولیں۔

وہاں موجود سبھی لوگوں کو سانپ سونگھ گیا۔

''یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟'' نذیر صاحب حیرانگی سے بولے۔

''بھئی سچ کہہ رہی ہوں جو سنا وہ بتا دیا۔''

''بھابی پلیز کچھ تو موقع محل دیکھ لیا کریں۔'' سنبل ناگواری سے بولیں۔

''سچ بولنے میں کیا موقع محل ہاں۔'' انہیں اس طرح ٹوکنا بالکل بھی اچھا معلوم نہیں ہوا تھا۔

حیان اُن کی معلومات پر دل ہی دل میں داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔

''بس خاموش رہو تم.....'' نذیر فاروقی قدرے غصے میں بولے۔ تو وہ چاروناچار چپ ہو گئیں۔

''تمہیں کیسے معلوم تھا کہ چچا کہاں ہیں؟'' شہریار پُرسوچ انداز میں بولا۔

''یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے.....'' حیان بے لچک بولا۔

''کچھ اور پوچھنا ہے یا جاؤں؟'' وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ جس سے صاف ظاہر تھا کہ اب اُس کا کچھ بھی بتانے کا موڈ نہیں ہے۔

سارے خاموش رہے تو وہ چلا گیا۔

شہلا بھی غصے سے چل گئیں۔

''حد ہے بھابی کی..... ذرا جو سوچ سمجھ کر بات کر لیں۔'' ثمرین کو ان کا یوں بولنا ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔

''رہنے دو ثمرین کیا فائدہ ہے دل جلانے کا..... وہ نہ کبھی ٹھیک ہوئیں تھیں اور نہ ہو گئیں۔'' سنبل نے بے دھڑک بلند آواز میں کہا۔

وہ وہاں بیٹھے لوگوں کو جتانا چاہتی تھی کہ اُن کا رویہ ہمیشہ تکلیف کا باعث ہی رہا ہے۔

جب وہ سو کر اٹھی تو رات کے گہرے سائے پھیل رہے تھے۔ وہ بستر چھوڑ کر واش روم میں گھس گئی۔

اس نے اپنے بیگ سے کپڑے نکالے اور زیب تن کر کے کمرے سے ڈرتے ڈرتے باہر آئی۔ گھر میں سناٹا تھا۔ وہ دبے قدموں نیچے اتری تو وہاں بھی کوئی موجود نہیں تھا۔ لاؤنج سے گزرتے ہوئے اُس کی نظر گھڑی پر گئی..... ایک بج رہا تھا رات کا.....

''اوہ..... یہ تو کافی ٹائم ہو گیا۔'' اسے افسوس ہوا کہ وہ اتنی دیر تک سوتی رہی تھی۔

اسے شدت سے بھوک لگی ہوئی تھی۔ مگر اسے کچن کا معلوم نہیں تھا کہ وہ کس طرف ہے۔

وہ اسی شش و پنج میں مبتلا تھی کہ کسی نے لاؤنج کا دروازہ کھولا۔

ڈر کے مارے اُس کی دبی دبی چیخ حلق سے برآمد ہوئی۔

''یہاں کیا کر رہی ہو؟'' حیان اسے اس طرح لاؤنج کے بیچ دیکھ کر قدرے حیرانی سے بولا۔

''و..... ہ مسٹر فاروقی۔'' وہ سنبھلتے ہوئے بولی۔

''مجھے..... بھوک لگی تھی۔'' وہ شرمندہ سی بولی۔

''تو جاؤ کچن میں.....'' وہ گاڑی کی چابیاں جیب میں ڈال کر بولا۔

وہ سب سے بات کرنے کے بعد شام سے

باہر گیا ہوا تھا اور اب لوٹا تھا۔
''کس طرف؟'' وہ سوالیہ نگاہوں سے بولی۔
''وہ......'' حیان اُس کی حالت سے آشنا ہوا۔
''آؤ......'' وہ کہہ کر آگے بڑھا اور وہ اس کی پیروی میں چلنے لگی۔
وہ کچن میں لایا۔
''دیکھو جو ل جائے کھالینا۔'' وہ کہہ کر پلٹنے لگا۔
''مسٹر فاروقی۔'' وہ بے اختیار بولی۔
''ہوں......'' وہ قدرے بیزاری سے پلٹا۔
''پلیز تھوڑی دیر رُکیں...... مجھے ڈر لگتا ہے یہاں۔'' وہ بہت معصومیت سے بولی کہ وہ انکار نہیں کرسکا۔
''او کے......'' وہ اسٹول کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اور اُس کا مشاہدہ کرنے لگا۔
بلیک کلر کے ٹراؤزر اور شرٹ میں ملبوس گیلے بالوں کے ساتھ وہ بہت دلکش لگ رہی تھی۔ گھنگھریالے بالوں کے گچھوں سے پانی کی ننھی ننھی بوندیں گر کے قمیض میں جذب ہو رہی تھیں۔ وہ فریج کھول کر کچھ کھانے کو تلاش کر رہی تھی کہ سائرہ کی نظر کچن میں پڑی تو اسے دیکھ کر اندر آ گئی۔
''ارے تم یہاں......'' سائرہ کی آواز پر وہ بے اختیار اچھل پڑی۔
حیان چونکہ دروازے کی اوٹ میں تھا لہٰذا اُسے نظر نہ آیا۔
''کچھ چاہیے تھا تو مجھے بلا لیتیں اروی۔'' وہ مشفقانہ انداز میں بولی۔
''جی......'' وہ بس اتنا ہی بولی۔
سائرہ کی نگاہیں جیسے ہی حیان پر پڑیں تو بہت حیرانگی سے بولیں۔
''آپ یہاں حیان؟'' آنکھوں اور لہجے دونوں میں حیرت بہت نمایاں تھی۔ کیونکہ حیان جیسا انسان کا یہاں ہونا ناممکنات میں سے تھا۔
''وہ...... میں نے ہی مسٹر فاروقی کو روک لیا تھا سائرہ باجی۔'' وہ نرمی سے بولی۔
''اکچوئیلی مجھے بہت ڈر لگ رہا تھا اکیلے۔'' وہ شرمندہ تھی۔ سائرہ کے لیے یہ اس سے بڑی حیرانی تھی کہ حیان کسی کے کہنے پر رُک گیا ہو۔ کیونکہ وہ دنیا میں ایک ہی انسان کے لیے کچھ کرسکتا تھا اور وہ ذات بڑے بابا کی تھی باقی سب کو وہ اہمیت نہیں دیتا تھا۔ وہ شروع سے ایسا نہیں تھا شروع سے بس ضدی تھا اور بہت موڈی تھا مگر وقت اور حالات نے اسے بے مروت اور بے حس انسان بنا دیا تھا۔
''او کے......اب چلتا ہوں سائرہ تمہیں اچھی کمپنی دے دے گی۔'' وہ کہہ کر چلا گیا تو سائرہ اپنی حیرانی چھپائے اس کی طرف متوجہ ہوئی۔
''تم بیٹھو میں کھانا گرم کرتی ہوں۔'' وہ اپنائیت سے بولی۔
''او کے......'' وہ پہلی بار مسکرائی اُس کی ہنسی بھی بہت معصوم اور پیاری تھی۔ کھانا اوون میں رکھ کر وہ اس کی طرف مڑی۔
''حیان کہاں ملے تھے تمہیں؟'' نجانے کیوں اس نے ایسا سوال کیا تھا یہ اسے خود بھی معلوم نہیں تھا۔
حالانکہ وہ جانتی تھی کہ حیان جھوٹ نہیں بولتا اور یہ عادت اُس کی بہت پختہ تھی ورنہ وہ سائرہ کا دل یوں نہیں توڑتا جیسے وہ توڑ چکا تھا۔
''ہاسپٹل میں ملے تھے مسٹر فاروقی۔'' وہ

پیرومرشد
جب سے یہ دنیا بنی ہے تب سے حضرت آدم کو اپنی ہدایت کے لیے ایک پیر کی ضرورت رہی ہے۔ اسی پیر و مرشد کے رشتے سے ہدایت کے سر چشمے بہے۔ اور اب تک لوگ اُن باتوں سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ ازل سے ابد تک پھیلے اس سلسلے کو بہت جلد ہم آپ کے روبرو لا رہے ہیں۔
اک ایسے پیر و مرشد کی داستانِ حیرت' جو کبھی ایک دوسرے سے نہ ملے لیکن اُن کے درمیان رابطے کا ذریعہ آدمی ملاقات ہوئی تھی۔
مرشد نے اپنے پیر سے زندگی کے ہر مسئلے کے حل کے لیے خط و کتابت روا رکھی۔ اُن خطوط سے جڑا سچا سلسلہ جو یقیناً ہماری راہنمائی کرے گا۔
پیر و مرشد کے سچے خطوط سے مزین یہ ایمان افروز سلسلہ بہت جلد...... آپ سچی کہانیاں کے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں گے۔

افسردہ لہجے میں بولی۔
''ہوں......'' سائرہ نے کہا۔
''اچھے ہیں مسٹر فاروقی انہوں نے وہاں پر سارے کام نبٹائے ہیں میرا بہت ساتھ دیا تھا۔'' وہ سادہ سے لہجے میں بولی۔
جبکہ سائرہ خاموش رہی۔
''یہ لو تم کھانا کھاؤ اور میں تمہارے لیے چائے بنا دیتی ہوں۔'' وہ بولی۔
''باجی آپ کافی بنا دیں گی۔ وہ کیا ہے میں چائے نہیں پیتی۔'' وہ مسکرائی۔
''Sure Why Not......'' وہ مسکرائی
اس نے تین کپ کافی بنائی ایک اپنے لیے ایک اروی کے لیے اور ایک کپ لے کر اوپر آ گئی۔
''تم چلو میں یہ کافی دے آؤں۔'' وہ مسکرائی۔
''جی......'' اروی روم کی طرف بڑھ گئی۔
اس نے دروازہ ناک کیا۔
''آ جاؤ......'' اندر سے آواز آئی۔ تو وہ اندر داخل ہوئی۔
''آپ کے لیے کافی......'' وہ بیڈ کے قریب پہنچ کر بولی۔
حیان اس طرح اس کے یوں آنے پر چونکا ضرور مگر ظاہر نہیں کیا۔
''تھینکس...... مگر تم نے ناحق زحمت کی۔'' وہ بولا اور دوبارہ کتاب کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جیسے اُس کی شخصیت بالکل غیر اہم ہو۔
سائرہ کو لگا جیسے اس نے آ کر غلطی کر دی ہو۔ وہ خاموشی سے کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر پلٹ گئی۔
حیان نے جاتے اُسے دیکھا تو افسوس سے سر ہلایا۔
''میں اس اچھی لڑکی کے ساتھ ہمیشہ زیادتی کر جاتا ہوں۔'' وہ زیرِ لب بولا اور کپ تھام لیا۔
کمرے میں آ کر اس نے اروی سے بہت سی باتیں کیں مگر اس معاملے کے بارے میں بالکل بات نہیں کی تھی جو زیرِ عام تھا۔ اُسے لگا کہ یہ لڑکی بہت معصوم سی ہے بالکل بچوں کی سی معصومیت ہو جیسے اس میں...... سائرہ سے باتیں کر کے اروی بھی تھوڑی ریلیکس ہو گئی تھی۔ سائرہ نے اُسے تمام گھر والوں کے متعلق بتایا تھا۔
کہ کون کون اُس کا کیا لگتا ہے...... وہ بہت دلچسپی سے سائرہ کو سن رہی تھی۔

☆......☆......☆

صبح ناشتے کے لیے سائرہ نے اروی کو جگا دیا۔
''اٹھو اروی سب ڈائننگ ٹیبل پر ہیں تم بھی آ جاؤ۔'' صبح فجر کے بعد ہی تو اس کی آنکھ لگی تھی اور ابھی آٹھ بج رہے تھے۔ وہ بے حد تھکن محسوس کر رہی تھی تھوڑا سا جٹ لائٹ کا مسئلہ تھا اسے...... مگر وہ اٹھ گئی۔

(جاری ہے)

مکمل ناول

حبیبہ عمیر

تیر نیم کش

اندر شمشیر فاروقی ضبط کی آخری حدود کو چھو رہے تھے۔ دروازہ زور زور سے بج رہا تھا۔ پرویز فاروقی کی آہ و پکار انہیں بلا رہی تھی مگر وہ پھر بھی ایک مضبوط قلعے کی مانند کھڑے تھے۔ انہیں اپنی انا، اپنا غرور ہر چیز سے بڑھ کر عزیز تھا۔ پھر ایک دم خاموشی.....

منہ ہاتھ دھو کر وہ ٹیبل پر آئی اور دبے دبے لہجے میں سلام کیا اور کھڑی رہی۔

سبھی نے جواب دیا۔

''آؤ نا بیٹا ادھر آؤ۔'' نذیر فاروقی نے اسے شہریار کے ساتھ والی سیٹ پر آنے کو کہا۔

''ہوں.....'' وہ سر ہلا کر آئی اور بیٹھ گئی۔

دلفریب خوشبو کے جھونکے نے اُس کا خیر مقدم کیا۔

''شاید ان سے آ رہی ہے۔'' وہ شہریار کی طرف دیکھ کر بولی۔ کیونکہ وہ آفس کے لیے بالکل تیار تھا۔

شہریار نے بھی اسے دیکھا تو مسکرا دیا۔ تو وہ بھی مسکرا دی۔

''دیکھو ذرا کیسے میرے بھائیوں پر ڈورے ڈال رہی ہے۔'' شانزے اسے گھور کر زیر لب بڑبڑائی۔

''کچھ کہا کیا؟'' ریحان جو اس کے ساتھ بیٹھا تھا متوجہ ہوا۔

''نہیں.....'' وہ بنکاری۔

''چپ نہیں رہ سکتے تم کیا؟''

ریحان کندھے اُچکا کر اٹھ گیا۔

''حیان کہاں ہے؟'' ناصر نے اسے ناپا کر پوچھا۔

''وہ تو چلے گئے ہیں صبح ہی.....'' سائرہ نے کہا۔

''چلا گیا؟'' انہیں یقین نہ آیا۔

''بھئی اس میں حیرانی والی کیا بات ہے پاپا اُس کا آج تک بھی پتہ چلا ہے کہ وہ کب آتا ہے اور کب جاتا ہے۔'' عثمان نے اپنا ناشتہ ختم کیا اور اٹھتے ہوئے بولا۔

''تم چل رہے ہو شہریار..... کہ میں نکلوں؟'' وہ بولا۔

''نہیں تم پہنچو میں ایک میٹنگ سے ہو کر آؤں گا۔'' وہ نیپکن سے ہاتھ صاف کر کے بولا۔

''او کے اللہ حافظ۔'' دونوں نے اکٹھے کہا اور نکل گئے۔

''یہ لڑکا بھی عجیب ہے بھائی صاحب کچھ سمجھ ہی نہیں آتی اس لڑکے کی۔'' ناصر فاروقی' نذیر فاروقی سے بولے۔

''واقعی یار...... وہ بہت زیادہ بدل گیا ہے۔ بلکہ اب تو اس کی بے رخی اور بے اعتنائی مجھے پریشان کرنے لگی ہے۔''

''رہنے بھی دیں نذیر صاحب آپ خواہ مخواہ ہی پریشان ہو رہے ہیں۔شہلا کو یوں حیان کو لے کر فکر مندی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ لہٰذا چڑ کر بولیں۔

''شانزے جلدی کرو جانا نہیں ہے تم نے؟'' وہ ایکدم اس سے مخاطب ہوئیں۔

''جا رہی ہوں امی جی......'' وہ کہہ کر اٹھ گئی۔

اروی بس خاموشی سے سب کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس نے بمشکل ایک ہی پیس کھایا ہوگا اور وہ بھی اٹھ گئی۔

''آپ کہیں جا رہی ہیں باجی۔'' وہ کمرے میں آئی تو سائرہ سے مخاطب ہوکر بولی جو بالکل تیار تھی۔

''ہاں میں یونیورسٹی جا رہی ہوں......'' وہ اپنے نوٹس پر دوبارہ نگاہ ڈال کر مصروف سے انداز میں بولی۔

''اچھا آپ پڑھ رہی ہیں ابھی بھی۔'' وہ متاثر ہوئی۔

''ہاہاہا...... نہیں بھئی اب میں اسٹوڈنٹ تھوڑی ہوں بلکہ وہاں پڑھانے جاتی ہوں۔''

''اوہ......'' وہ ہنسی۔

''گڈ......''

''او کے خدا حافظ۔'' وہ بڑھی اور اُس کے چہرے پر پیار کرکے چلی گئی۔ اروی مسکرا دی۔

مسٹر فاروقی کے بعد گھر کی یہ دوسری فرد تھی جو اُسے بہت پسند آئی تھی۔

☆......☆......☆

لاہور پہنچ کر وہ خود کو بہت ایزی فیل کر رہا تھا۔ وہ جتنی بھی کوشش کرتا مگر اس گھر میں وہ زیادہ دیر رک نہیں پاتا تھا۔ خاص کر اپنے کمرے میں جاتے ہی شیزا کی ڈھیروں یادیں اس کے اندر بسیرا کر لیتی تھیں۔ وہ ان سب کو یاد نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ اس کے لیے بہت اذیت ناک تھا۔ شیزا نے اُس کے بھروسے' اس کے مان کو بہت بری طرح اپنے پیروں تلے کچلا تھا۔

''مجھے بابا جان سے مل لینا چاہیے تھا۔'' شاید یہ میں نے غلطی کر دی۔ وہ بھاپ اڑاتا کافی کا کپ تھامے ٹیرس پر کھڑا تھا۔ اور سوچ رہا تھا۔

''چلو فون کرلوں گا۔'' اپنے سوال کا اس نے خود ہی جواب دیا۔

ابھی اُس کی ایک چھٹی باقی تھی لہٰذا آج اس کا موڈ صرف آرام کرنا کا تھا۔

☆......☆......☆

اسے وہاں آئے کافی دن گزر گئے تھے۔ بڑے بابا کی طبیعت اب سنبھلنے لگی تھی۔ وہ فولاد سے آدمی تھے جسے وقتی جھٹکا تو لگ سکتا تھا مگر وہ ٹوٹتے نہیں تھے۔

اروی گھر کے ماحول میں خود کو ایڈجسٹ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے گھر والوں کے موڈ کا ٹھیک سے اندازہ نہیں ہو پاتا تھا۔ کیونکہ وہ کبھی بھی اتنے لوگوں کے درمیان نہیں رہی تھی۔ اس کے گھر میں افراد ہی کتنے ہوا کرتے تھے گن کر صرف تین افراد...... تو تھے وہ......

شہلا تائی کا رویہ اس کی سمجھ سے بالکل باہر تھا۔ وہ بہت روکھے انداز میں بات کرتی تھیں۔ جو اروی کے لیے بہت اذیت ناک ہوتا تھا۔

اسے یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ اس کی تذلیل کرنے کا ایک بھی موقع جانے نہیں دینا چاہتیں۔ وہ کرید کرید کر اس کے ماضی سے متعلق اور اُس کی ممی سے متعلق سوالات کیا کرتی تھیں۔

وہ اپنے ماضی کو لے کر بہت ڈری ہوئی تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں ایک بہت بڑی غلطی کی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ کسی کو پتہ چلے...... مگر وہ خود انجان تھی کہ یہاں سب کو پتہ ہے...... ہاں یہ الگ بات تھی کہ کچھ لوگ یقین کرتے تھے اور کچھ کو بس یہ سنی سنائی باتیں لگتی تھیں۔

ان دونوں میں وہ بڑے بابا سے بھی نہیں ملی تھی ٹھیک سے اُن کی طبیعت کی وجہ سے''...... بس ہلکا پھلکا تعارف ہی ہوا تھا ان سے...... وہ اُن کی شخصیت سے بہت متاثر ہوئی تھی۔ بردبار انسان تھے۔ جلدی غصہ نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ مسکرا کر دوسرے انسان سے بات کرتے تھے۔ پورے گھر پر اُن کا بہت ہولڈ تھا۔ گھر کے سارے فیصلے اُن ہی کے ہوتے تھے۔ اور کسی کو اعتراض تک کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

اس نے محسوس کیا تھا کہ وہ مسٹر فاروقی کو بہت عزیز رکھتے ہیں...... شاید اپنی سگی اولاد سے بھی زیادہ عزیز تھے انہیں مسٹر فاروقی...... اور یہ بات گھر والوں کو زیادہ بھائی نہیں تھی۔ اسے اپنے بابا کی مشابہت اور مسٹر فاروقی کی بھی مشابہت بڑے بابا سے بہت تھی۔ ان کی شکلیں بہت ملتی تھیں خاص کر آنکھیں...... وہ جب بھی بڑے بابا کو دیکھتی تو اسے اپنے بابا شدت سے یاد آتے تھے۔

اس نے اُن کا بہت دل دکھایا تھا اور اس کا دکھ اسے زندگی بھر رہنا تھا۔

وہ گھر بیٹھے بیٹھے بور ہوگئی تھی تو اس نے سوچا کہ آگے پڑھنا چاہیے وہ بزنس کے سبجیکٹس میں اونرز کر چکی تھی۔ چونکہ وہ لندن سے پڑھ کر آئی تھی تو اسے یقین تھا کہ یہاں اسے باآسانی داخلہ مل جانا ہے۔

''چلو آج بات کروں گی سائرہ باجی سے......'' وہ فیصلہ کرکے بولی۔

شام میں وہ نیچے آئی تو سائرہ' شانزے اور عثمان بیٹھے تھے۔

''ہائے ایوری ون......'' وہ انہیں دیکھ کر مسکرائی۔ ریڈ اور گرین پرنٹ کی شرٹ اور بلیک ٹراؤزر میں وہ اپنے روایتی ڈریس میں ملبوس تھی اور بہت پیاری بھی لگ رہی تھی۔ ہاں البتہ بالوں کو رفلی سا کیچر میں جکڑا ہوا تھا۔

''ہائے اروی...... آؤ یار بیٹھو۔'' عثمان خوش دلی سے بولا۔ جبکہ سائرہ بھی مسکرا دی۔ البتہ شانزے نے تکلف نہیں کیا تھا۔ وہ اب بھی اس سے کھچی کھچی تھی۔ اور یہ بات اروی کی سمجھ سے بالاتر تھی۔

''کیا حال ہے بھئی...... پاکستان میں دل لگ گیا؟'' عثمان مسکرا کر بولا۔

''حال ٹھیک ہے میرا البتہ دل تو لگانا پڑتا ہے۔'' وہ خوش دلی سے بولی۔

''ہاں بھئی بڑے رنگین مزاج ملک سے آئی ہے یہاں سب پھیکا پھیکا سا لگتا ہوگا۔''

شانزے نے طنز بھرا فقرا اچھالا...... اور مسکرا دی۔

''نہیں ایسا نہیں ہے شانزے ڈیئر...... ملک کے رنگین ہونے سے کچھ نہیں ہوتا یار...... انسان کا اپنا کردار بھی معنی رکھتا ہے۔'' وہ مسکرائی۔

''ہاں یہ تو ہے۔'' سائرہ اس کے جواب سے متاثر ہوئی۔

''جی پتہ ہے آپ کے کردار کا ہمیں کہ کتنا پاکیزہ صفت کردار ہے آپ کا؟'' وہ 'کتنا' پر زور دے کر بولی۔

اروی کو سمجھ نہیں آیا اور وہ تھوڑا گھبرا گئی۔ رنگ بھی اڑ گیا۔

''یہ کیا بات ہوئی؟'' وہ نا سمجھنے والے انداز میں بولی۔

''کہیں انہیں کچھ پتہ......'' وہ سوچنے لگی۔

''ارے جانے دو یار یہ ایسی ہی بے تکی بات کرنے کی عادت ہے...... تم دھیان نہ دو۔'' ریحان بھی آ گیا وہ یونیورسٹی سے آ رہا تھا سیدھا اُن کے پاس ہی آیا۔ اور شانزے کی بات پر بولا۔

''ہوں......'' وہ مسکرائی۔

''یار اروی تم اپنے بارے میں کچھ بتاؤ کہ کیا کرتی رہی ہو وہاں آئی مین اسٹڈیز وغیرہ......'' ریحان نے بیگ رکھا تو وہ شانزے کو لگا...... اس نے اُٹھا کر پٹخ دیا یہ واضح اظہار تھا کہ اسے ریحان کا بولنا سخت ناگوار لگا ہے۔

''میں نے اسی سال بزنس ٹیکنیکس میں اونرز کیا ہے۔'' وہ مسکرائی۔

''واؤ یار...... اب کیا کرنا ہے؟'' وہ متاثر ہوا۔

''ہاں آج یہ ہی سوچ رہی تھی کہ اب مجھے فارغ نہیں رہنا چاہیے۔''

''کیا خیال ہے؟'' وہ دوستانہ انداز میں بولی۔

''کول......'' ریحان نے سر ہلایا۔

''اور تمہیں شانزے مدد کر دے گی کیونکہ وہ بھی یہ ہی کر رہی ہے۔'' وہ شانزے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ اور ساتھ میں دانت نکوسے......

''کیوں نہیں......'' وہ دانت چبا کر بولی۔

''واقعی!'' وہ پُر جوش ہو گئی۔

''ہاں بھئی بس تم ایڈمیشن کی تیاری پکڑو باقی ہم سب سنبھال لیں گے۔'' سائرہ نے کہا۔

''تھینکس یو سو مچ باجی......'' وہ خوش ہو گئی۔

''رات کو کھانے کے بعد وہ بڑے بابا کے کمرے میں آئی۔''

''آ جاؤں بڑے بابا......؟'' وہ جھانک کر بولی۔

''اروشہ بیٹا...... آؤ...... آؤ......'' وہ اُسے دیکھ کر مسکرائے اور ساتھ ہی ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتاب سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔

وہ سامنے والی چیئر پر بیٹھنے لگی تو وہ بولے۔

''اِدھر نہیں بیٹا اِدھر آؤ میرے ساتھ وہ۔'' اپنے سائیڈ پر بلاتے ہوئے بولے۔

''جی ضرور......'' وہ خوش ہو گئی۔

وہ ان کے ساتھ بیڈ پر بیٹھ گئی۔

وہ غور سے اُس کا چہرہ دیکھنے لگے...... وہی آنکھیں...... وہی ہنسی...... وہ بالکل پرویز جیسی تھی ہاں مگر اس کے بال شاید اُس کی ماں پر تھے...... کیونکہ پرویز کے بال بہت سلکی بال ہوا کرتے تھے۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہیں بڑے بابا؟'' وہ یوں انہیں دیکھتا پا کر مسکرائی اور بولی۔

''تم سے مجھے اپنے بیٹے کی خوشبو آتی ہے اروشہ......''

''تم مجھے بالکل وہی لگتی ہو۔'' وہ افسردگی سے بولے۔ تو وہ بھی افسردہ ہو گئی۔

''مجھے ہمیشہ اس بات کی تشنگی رہے گی کہ میں پرویز سے مل نہیں پایا...... کاش وہ بہت پہلے پلٹ آتا...... کاش وہ مجھے پہلے پکارتا تو خدا کی قسم اسے میں مایوس نہیں لوٹاتا......'' وہ نم دیدہ آنکھوں سے بولے۔

''انہوں نے کئی بار کوشش کی تھی بڑے بابا مگر ہر بار وہ اتنی ہمت جتا نہیں پاتے تھے کہ وہ آپ کا سامنا کر پائیں۔'' وہ بھی غمزدہ ہو گئی تھی۔

''میں نے ان کو بہت بے قرار دیکھا تھا آپ سب کے لیے جب بڑی امی کا انتقال ہوا تھا۔'' وہ کچھ یاد کرتے ہوئے بولی۔

وہ بہت دھیان سے اُس کی باتیں سن رہے تھے۔

''شاید وہ پاکستان بھی آئے تھے۔''

''کیا؟'' انہیں حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔

''وہ آیا تھا؟'' وہ دوبارہ بولے۔ ''مجھے پکا تو نہیں پتہ مگر جب انہیں اطلاع ملی تھی تو میں اُن کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ میں چھوٹی تھی ناں اس وقت تو سمجھ نہیں پائی تھی مگر وہ بہت روئے تھے...... انہوں نے بتایا تھا کہ اُن کی ممی کی ڈیتھ ہو گئی ہے...... اور پھر چند دنوں کے لیے وہ کہیں چلے گئے تھے۔'' وہ شاید اپنے ماضی کی دھند میں سے گزرتے ہوئے بول رہی تھی۔ وہ ایک جذب میں بتا رہی تھی بڑے بابا کو اور وہ اسی جذب سے سن رہے تھے۔ بڑے بابا نے ایک لمبی آہ بھری۔

''کاش وہ اسی وقت مجھے مل جاتا۔'' ایک نامکمل حسرت تھی ایک تشنگی تھی اُن کی آواز میں۔

''بڑے بابا...... آپ نے بابا کو معاف کر دیا ناں...... پلیز انہیں معاف کر دیں وہ بہت تڑپے ہیں آپ کے لیے۔'' وہ رو پڑی۔

''نہ میری جان رو نہیں...... میں نے انہیں کب کا معاف کر دیا ہے اروشہ...... کب کا معاف کر دیا۔'' وہ اسے سینے سے لگاتے ہوئے بولی۔ وہ بہت دیر تک اُن کے سینے سے لگی باپ کی خوشبو کو محسوس کرتی رہی۔

''آئی لو یو بابا......'' وہ بولی۔

''اینڈ آئی لو یور بابا ٹو......'' وہ بھی مسکرا کر بولے۔ وہ بھی مسکرا دی اور آنکھیں صاف کیں۔

''اچھا چلیں...... اب بس کریں۔'' وہ اُن کے آنسو پونچھ کر بولی۔

''دیکھا میں یہاں کس لیے آئی تھی بھلا ہی دیا آپ نے۔'' وہ سر پر ہاتھ مار کر بولی۔

وہ بہت دلچسپی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

''کیوں آئی تھی یہ گڑیا۔'' وہ اُس کا چہرہ تھام کر بولے۔

''مجھے آپ کی اجازت چاہیے تھی۔''

''کس لیے؟''

''بڑے بابا میں آگے پڑھنا چاہ رہی تھی...... گھر میں بور ہو گئی تھی تو سوچا کہ ٹائم ویسٹ نہیں کرنا چاہیے۔''

''ہوں...... بالکل ٹھیک سوچا...... پڑھو جتنا پڑھنا ہے پڑھو......'' وہ مسکرائے۔

''تھینکس بڑے بابا۔'' وہ ممنون ہوئی۔

''او کے اب آپ ریسٹ کریں میں صبح میں آؤں گی خوب گپیں لگانے کو......'' وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

''مجھے انتظار رہے گا......'' وہ مسکرائے۔

''وہ بڑھی اور اُن کا ماتھا چوم لیا......

''آئی لو یو سو مچ......'' وہ مسکرائی اور چلی گئی۔

وہ بھی مسکرا دیے...... حیان کے بعد یہ واحد تھی جس نے خود سے بڑھ کر اُن کا ماتھا چوما تھا۔ باقی سارے تو بس سر جھکا کر انہیں سنتے ہی تھے۔ کسی نے کبھی کوشش نہیں کی تھی اُن کے اس طرح

قریب آنے کی۔

☆.....☆.....☆

اگلے دن جا کر وہ ایڈمیشن فارم لے آئی۔ اور سائرہ کی مدد سے ایڈمیشن فارم فل آؤٹ کرنے لگی۔

وہ شانزے سے بھی مدد لینا چاہتی تھی مگر شانزے آج گھر پر نہیں تھی۔ اس نے بھی ابھی یونیورسٹی جوائن کی تھی اور آج اس کا دوسرا دن تھا۔

جب سے اروبی آئی تھی شہلا فاروقی کے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی۔ اس سے انہیں شدید نفرت محسوس ہوتی تھی۔ اس کی ماں کی وجہ سے اُن کی عزیز من بہن اس گھر کی بہو بننے سے محروم رہی تھی۔ اُن کی بہت خواہش تھی کہ اُن کی چھوٹی اور لاڈلی بہن فائزہ اس گھر کی سب سے چھوٹی بہو بنے..... چونکہ یہ تایا زاد تھیں تو مسئلہ نہیں ہونا تھا۔ پرویز ان دنوں پڑھنے کے لیے گئے تھے۔

ان کے پیچھے شہلا نے اپنی خواہش کا اظہار اپنی ساس سے کیا تھا۔ اور انہوں نے بڑے بابا سے، اعتراض تو بڑے بابا کو بھی نہیں تھا اسی لیے رشتہ جوڑ دیا گیا تھا۔

فائزہ ان دنوں ساتویں آسمان پر ہوتی تھی جس دن سے اُس کی بات پرویز فاروقی سے طے ہوئی تھی۔ وہ عجیب سے نشے میں رہتی تھی۔ چاہت کو پانے کا نشہ.....

پرویز فاروقی ان سب سے بالکل بے خبر اپنی ہی دنیا میں مگن تھے۔ انہیں وہاں میری ملی تھی..... وہ کرسچن تھی۔ اُن کی دوسری یونیورسٹی میں ہوئی تھی۔ چونکہ پرویز فاروقی کا وہاں کوئی جاننے والا نہیں تھا اور گھر کے حالات بھی اتنے اچھے نہیں تھے کہ وہ وہاں صرف پڑھائی پر توجہ دیں۔ اسی لیے ان کو پارٹ ٹائم جاب کرنا تھی۔

میری نے انہیں وہیں ایک فرم میں جاب دلانے میں بھی بہت مدد کی تھی۔ دوستی کب پیار میں بدلی انہیں پتہ ہی نہیں چلا تھا۔ بس انہوں نے اس سے شادی کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

اور یہ بات انہوں نے گھر میں کسی کو نہیں بتائی تھی۔

میری نے ایک ہی شرط پر شادی کرنے کے لیے رضا مندی دی تھی کہ وہ اپنا مذہب نہیں چھوڑے گی۔ چونکہ وہ اہل کتاب تھی اس لیے پرویز فاروقی نے بھی زیادہ اعتراض نہیں کیا تھا۔ انہیں گھر والوں خاص کر بڑے بابا کا علم تھا اسی لیے انہوں نے شادی کرلی تھی ان سب کو بتائے بغیر ہی..... اور یہاں پاکستان میں اُن کے نام کی انگوٹھی فائزہ کے ہاتھ میں جگمگا رہی تھی۔

شہلا بیگم کا سر غرور سے تھوڑا اور گن گیا تھا۔ کیونکہ اب اُن کا راج چلنے والا تھا۔

ایک دن اچانک پرویز فاروقی میری کے ساتھ پاکستان آ گئے..... اُن کی پڑھائی ختم ہو چکی تھی اب اُن کا ارادہ اپنے ملک میں اپنوں کے ساتھ رہنے کا تھا۔

جب وہ گھر آئے اور سب کو پتہ چلا تو ایک طوفان برپا ہو گیا۔ بڑے بابا کو بہت دکھ ہوا تھا کہ اُن کا سب سے چھوٹا اور لاڈلا بچہ انہیں یہ دن بھی دکھائے گا کہ ایک غیر مسلم سے شادی کر کے اسے لے آئے گا۔

بڑے بابا نے انہیں گھر سے نکال دیا تھا۔

''چلے جاؤ یہاں سے پرویز تم نے آج میرا مان توڑا ہے۔'' وہ غصے سے چلائے۔

''بابا..... میری بات.....'' وہ کہنا چاہتے تھے مگر بڑے بابا نے انہیں روک دیا۔

''کہا نا جاؤ..... اس سے پہلے کہ میرے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے۔'' وہ چلائے۔

''لیکن بابا میں نے ایسا بھی کیا کر دیا ہے جو یوں مجھے بے دخل کر رہے ہیں۔'' وہ منمنائے۔

گھر کے سبھی افراد موجود تھے۔ میری پرویز صاحب کے پیچھے کھڑی کانپ رہی تھیں۔ شمشیر فاروقی کسی شہر کی طرح دھاڑ رہے تھے۔

''کیا کیا ہے تم نے؟'' وہ حیرانی سے بولے۔

''ایک غیر مسلم سے شادی کر لی ہے۔ خاندان کا نام ڈبو دیا تم نے..... اور ایک لڑکی کی زندگی برباد کر دی تم نے..... اور پوچھتے ہو کہ کیا کیا ہے؟'' وہ گرجے۔

''میں نے زندگی برباد کی بڑے بابا..... میں نے۔'' وہ خود کی طرف اشارہ کر کے بے یقینی سے بولے۔

''میں نے تو نہیں کہا تھا کہ مجھ سے پوچھے بغیر کسی کو میرے نام کی انگوٹھی پہنا دیں۔ مجھے تو آج پتہ چل رہا ہے کہ فائزہ کو میرے نام کی انگوٹھی پہنے سال ہونے والا ہے۔''

''معاف کریں بابا لیکن اُس کی زندگی میں نے نہیں آپ سب نے خود برباد کی ہے۔'' وہ گستاخ ہوئے۔

''ہاں غلطی ہو گئی ہم سے جو تم پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کیا۔ تم پر یقین رکھا کہ تم ہمارا مان نہیں توڑو گے۔'' وہ شکستہ سے بولے اور صوفے پر ڈھے گئے۔

''بابا.....!'' وہ بے تابی سے بڑھنے لگی۔

مگر انہوں نے منع کر دیا۔

سارے کھڑے تھے مگر کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ کچھ کہے۔

''بابا آپ مجھے معاف نہیں کر سکتے؟'' وہ اُن کے قدموں میں بیٹھ گئے۔

اُن کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ پاس ہی اُن کی ماں بھی نم دیدہ سی کھڑی تھیں۔

''نہیں.....'' جواب بہت واضح تھا۔

''آج سے میں شمشیر فاروقی پرویز فاروقی کو اپنے گھر سے اپنی زندگی سے بے دخل کرتا ہوں..... اور اگر کسی نے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تو وہ خود کو اس گھر سے الگ پائے گا۔'' وہ یک دم کھڑے ہوئے اور پھر اندر چلے گئے۔

جبکہ وہ بے یقینی سے اُن کے الفاظ پر غور کرتے رہے۔

''اماں کیا بابا اتنے کٹھور ہیں کہ..... وہ مجھے معاف نہیں کریں گے۔'' وہ اپنی ماں کے سامنے کھڑے ہو کر بولے۔ وہ باقاعدہ سسکیوں سے رو رہی تھیں۔

''تُو نے اُن کا مان ایک غرور توڑا ہے پرویز..... تیری غلطی اتنی چھوٹی نہیں ہے کہ وہ تجھے معاف کر سکیں۔'' وہ بے حد بے بسی محسوس کر رہی تھی۔ وہ اچھے سے جانتی تھیں کہ اُن کے شوہر کا فیصلہ پتھر پر لکیر ہے۔ ان کے الفاظ جیسے پتھر پر لکھے جاتے ہیں جو چاہ کر بھی نہیں مٹائے جاتے۔

وہ اپنی ماں کے گلے لگ کر بہت روئے تھے۔

شہلا فاروقی نے حقارت سے میری کو دیکھا۔ نفرت کی شدید لہر اُن اندر اٹھی۔

''منحوس کہیں کی میری بہن کی خوشیوں کو کھا گئی۔'' وہ بڑبڑائی۔

''بابا دروازہ کھولیں۔'' پرویز فاروقی زور زور سے دروازہ پیٹ رہے تھے۔

''بس ایک بار بابا پلیز کھولیں ناں..... میں

چلا جاؤں گا بابا مرتے دم تک آپ کو اپنی شکل نہیں دکھاؤں گا..... بابا میرا وعدہ ہے آپ سے مگر پلیز آخری بار اپنے سینے سے لگالیں۔'' وہ بچوں کی طرح زار و قطار دہلیز تھامے رو رہے تھے۔ وہ اپنے بابا سے بے حد پیار کرتے تھے انہیں یقین تھا کہ وہ اُن کی ضد سمجھ کر میری کو قبول کرلیں گے مگر اُن کا یقین کانچ کی طرح ٹوٹ کر بکھر گیا تھا۔

اندر شمشیر فاروقی ضبط کی آخری حدود کو چھو رہے تھے۔ دروازہ زور زور سے بج رہا تھا پرویز فاروقی کی آہ و پکار انہیں بلا رہی تھی مگر وہ پھر بھی ایک مضبوط قلعے کی مانند کھڑے تھے۔ انہیں اپنی انا' اپنا غرور ہر چیز سے بڑھ کر عزیز تھا۔

پھر ایک دم خاموشی چھا گئی..... دروازہ بجنا بند ہوگیا ماحول ایک دم پُرسکون ہوگیا..... دروازہ نہ کھلا اور پرویز فاروقی اس گھر سے ہمیشہ کے لیے چلے گئے کبھی نہ لوٹ کر آنے کے لیے.....

☆.....☆.....☆

اروئی کا ایڈمیشن ہوگیا تھا۔ اب وہ یونیورسٹی جانے لگی تھی شانزے اور ریحان کے ساتھ..... شانزے سائیکالوجی میں آنرز کررہی تھی اور ریحان کا MBA کا آخری سمسٹر تھا اور اروئی نے بھی MBA میں ہی ایڈمیشن لیا تھا۔

اُس کی روٹین سیٹ ہونے لگی تھی۔ وہ صبح کو جاتی تو لوٹتے لوٹتے شام ہوجاتی تھی۔ اب اُس کا ذہن مصروف ہوگیا تھا۔ ورنہ وہ لوگوں کے رویوں کو اور اپنی پچھلی زندگی کو لے کر ہر وقت سوچتی رہتی تھی۔

''آج بڑے بابا نے گھر کے سبھی بڑے افراد کو بلایا تھا۔ وہ سارے بڑے بابا کے کمرے میں موجود تھے۔

آج سنبل کو بھی بطور خاص بلایا گیا تھا جبکہ ثمرین اپنے سسرال دوسرے شہر میں کسی تقریب میں شرکت کی غرض سے گئیں ہوئی تھیں۔

''میرا خیال ہے کہ اب اس گھر کے بچوں کی شادی کردینی چاہیے۔'' بڑے بابا نے کہا۔

شہلا فاروقی ایک دم کھنکھلا پڑیں۔

''کیوں نہیں بابا۔''

''میرا تو اپنا بڑا ہی دل تھا کہ اب اس گھر میں خوشیں ہونی چاہئیں۔''

''تمہارا کیا خیال ہے سنبل اور تم بھی بتاؤ حیدر۔'' وہ دونوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

''جیسا آپ مناسب سمجھیں بابا..... ہماری طرف سے تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' حیدر سعادت مندی سے بولے۔

''نہیں بھئی آپ کو لڑکی والے ہو تو آپ سے پوچھنا ہمارا فرض ہے۔'' ناصر فاروقی نے کہا۔

''بس بابا ہمیں ایک آدھ ماہ کا وقت دیں کچھ تیاری کرلیں اور ویسے بھی سحرش آپ کی ہی بچی ہے۔'' سنبل نے کہا۔

''ہاں بالکل..... پھر ٹھیک ہے۔ دو مہینوں کے بعد شادی رکھ لیتے ہیں۔''

''تم ایسا کرو نذیر کہ سائرہ کے سسرال والوں کو رات کے کھانے پر بلواؤ تاکہ اُن کے ساتھ بھی معاملات نمٹالیں اور بس دونوں بچوں کا اکٹھا ہی کردیں گے انشاء اللہ۔'' وہ بولے۔

''جی بابا ضرور میں آج ہی دعوت دے دوں گا۔''

''تم نے کچھ سوچا ہے ناصر اور عالیہ اپنے عثمان کے لیے۔'' وہ دونوں سے مخاطب ہوئے۔

''ابھی تو نہیں سوچا مگر انشاء اللہ جلد ہی ہم عثمان کے لیے بھی لڑکی دیکھنا شروع کریں گے۔'' عالیہ نے کہا۔

''ہاں بس شہریار اور سائرہ فارغ ہوجائیں تو بس عثمان اور شہزاد کے بارے میں سوچیں۔''

''باقی بچے تو ابھی چھوٹے ہیں۔'' وہ بولے۔

''جیسے آپ کہیں بابا جان۔'' ناصر فاروقی فرمانبرداری سے بولے۔

☆.....☆.....☆

آج وہ اپنی اسائنمنٹ بنا رہی تھی کہ شانزے آگئی۔

''تم نے باجی کی کتاب دیکھی ہے؟'' وہ ٹیبل پر کتابیں اِدھر اُدھر کرتے ہوئے بولی۔

''ہوں کون سی؟'' وہ سر اٹھا کر بولی۔

''ارے وہی جو پڑھ رہی تھیں وہ۔'' وہ مصروف سی بولی۔

''اکنامکس کی؟''

''ہاں..... وہی۔'' وہ مزے۔

''یہ لو میرے پاس ہے۔'' وہ اپنی کتابوں میں سے نکالتے ہوئے بولی۔

''ہاں دو۔'' وہ ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی۔

''ایک بات پوچھوں؟'' اروئی بولی۔

''ہاں پوچھو۔'' وہ اکتائے ہوئے انداز میں بولی۔

''کوئی مسئلہ ہے کیا؟ آئی مین کہ میں نے کچھ غلط کردیا ہے کیا؟'' وہ سنبھلتے ہوئے بولی۔

''کیا مطلب؟'' وہ کندھے اُچکا کر بولی۔

''مطلب تم مجھ سے کچھ مختلف طریقے سے بی ہیو کرتی ہو۔''

''کیسے؟'' لہجہ سوالیہ تھا شانزے کا۔

''مطلب تم مجھ سے اتنی فرینک نہیں ہو جتنی دوسروں سے.....''

''یوں! یہ تو ہے۔'' وہ نخرے سے بولی۔

''کیا میں تمہیں پسند نہیں ہوں۔'' وہ اُداسی سے بولی۔

اس کا چہرہ اُتر سا گیا شانزے نے فوراً محسوس کیا۔

''نہیں نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ بس ذرا جانتی نہیں ہوں نا تمہیں۔'' وہ بیڈ پر بیٹھ کر بولی۔

''کیا واقعی یہ ہی بات ہے ناں؟'' اُس کے چہرے پر ہلکی سی چمک آگئی۔

''ہاں..... بس یہ ہی بات ہے۔'' وہ مسکرائی۔

''او کے..... چلو ایسا کرتے ہیں کہ ہم فارملی ایک دوسرے سے Introduse ہوتے ہیں۔ کیا خیال ہے؟'' وہ کتابیں ایک طرف رکھ کر بچوں کی سی خوشی سے بولی۔

''او کے I Dont Mind.....'' شانزے بھی سیدھی ہوئی۔

''ہائے مس اروبشہ پرویز فاروقی..... اور تم؟''

وہ ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی۔

''میں شانزے نذیر فاروقی۔'' وہ مسکرائی۔

''نائس ٹو میٹ یو..... مس شانزے.....'' اروئی مسکرائی۔

''نائس ٹو میٹ یو..... مس اروبشہ۔'' وہ اسی کے انداز میں بولی۔

پھر دونوں ہنس پڑیں۔

سائرہ کمرے میں آئی تو وہ دونوں ہنس رہی تھیں۔

''واہ جی واہ لگتا ہے دونوں میں باقاعدہ دوستی ہوگئی ہے۔'' وہ بھی آگئی۔

''جی باجی بالکل اب ہم دونوں واقعی فرینڈز بن گئے ہیں۔'' شانزے مسکرائی۔

''یہ ہوئی نا بات......'' سائرہ مسکرائی۔
''چلو اسی خوشی میں آئس کریم میری طرف سے......''
''ہرے......لو یو باجی......'' اروی اس کے گلے لگ گئی۔
''می ٹو......'' شانزے بھی دوسری طرف سے چمٹ گئی۔ پھر تینوں مل کر ہنسنے لگے۔

☆......☆......☆

گھر میں شادی کے ہنگامے شروع ہو گئے تھے۔ دو مہینوں کے بعد کی ڈیٹ رکھی گئی تھی۔ گھر میں خوب چہل پہل تھی۔
''شہریار بھائی آپ شیروانی کس کلر کی پہنیں گے۔'' شہزاد میگزین کو چھانتے ہوئے بولا۔
''لو یہ کیا پوچھ لیا......'' شہریار سے پہلے ہی عثمان بول پڑا۔
''یہ اسی کلر کی پہنیں گے جس کلر کی سحرش بھابی سے اجازت ملے گی...... کیوں بھائی؟'' وہ اُسے دیکھ کر بولا۔
شہریار مسکرا دیا۔ وہ سوبر سا بندہ تھا جسے صرف مسکرانا آتا تھا...... وہ زیادہ شور وغل کا قائل نہیں تھا۔
''یاد ہے حیان بھائی اپنی بارات پر کتنے ڈیشنگ لگ رہے تھے۔'' شانزے کچھ یاد کر کے بولی۔
سائرہ کے دل پر بوجھ سا آ گیا۔
''واقعی بہت ہی خوبصورت لگ رہے تھے۔'' وہ بجھے دل کے ساتھ بولی۔
''کیا مسٹر فاروقی کی شادی ہو چکی ہے۔'' اروی حیرانی سے بولی۔
''لو...... اسے یہ ہی نہیں پتہ......'' ریحان نے لقمہ دیا۔
''اُن کی شادی ہی نہیں ڈائیورس بھی ہو چکی ہے۔'' وہ بولا۔
''اوہ......'' وہ سر ہلا کر بولی۔
''اسی لیے میں نے اُن کی وائف نہیں دیکھی۔''
''ہوں...... ویسے کمال کی جوڑی تھی اُن کی...... پتہ ہے اُن کی پسند بلکہ محبت کی شادی تھی شزا سے۔'' شانزے نے کہا۔
سائرہ کے دل کا بوجھ بڑھنے لگا تو وہ اُٹھ کر چلی گئی۔
''انہیں کیا ہوا ہے اُداس لگ رہی ہیں؟'' اروی نے سائرہ کو جاتے دیکھا تو بولی۔
''کچھ نہیں بھئی...... دل بھر آئے ہوگا بیچاری کا...... آخر کو وہ اس گھر سے جانے والی جو ہے۔'' عثمان نے جاتے دیکھا تو بولا۔
''ہوں......'' اروی مسکرائی۔
''ہاں تو پھر چھوڑا کیوں؟'' وہ دوبارہ شانزے کی طرف متوجہ ہوئی۔
''بھئی حیان جیسے بندے کے ساتھ رہنا کم از کم اس دنیا کی کسی بھی لڑکی کا کام نہیں ہے۔'' شہزاد بول پڑا۔
''کیوں؟ وہ تو بہت اچھے ہیں۔ انہوں نے میری بہت ہیلپ کی تھی۔'' وہ حیرانی سے بولی۔
''واقعی......!'' ریحان آنکھیں پھیلا کر بولا جیسے تمسخر اڑا رہا ہو۔
اروی کندھے اُچکا کر بولی۔
''کم از کم میرے ساتھ......''
''واہ جی واہ...... یہ وہ واحد لڑکی ہے جس کی مسٹر حیان فاروقی دی گریٹ نے ہیلپ کی ہے۔''
عثمان نے دونوں ہاتھ سے اروی کی طرف

اشارہ کیا۔ اور سب ہنس دیے۔ جبکہ اروی شرمندہ ہو گئی۔
''Dont Mind اروی...... دراصل حیان بہت Complex سا انسان ہے۔ جس کو کم از کم ہم آج تک سمجھ نہیں پائے ہیں۔ وہ کب کس بات پر خوش ہوتا ہے۔ کب اُسے کون سی بات بری لگ جائے کچھ بھی پتہ نہیں چلتا اُس کا......'' شہریار اسے پریشان سا دیکھ کر چائے کا کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولا۔
''اور پتہ ہے اروی آج تک ہمیں یہ بھی نہیں پتہ کہ انہوں نے شزا کو ڈائیورس کیوں کیا۔'' شانزے مفید بات بتاتے ہوئے بولی۔
''اچھا...... بڑوں کو بھی نہیں۔'' اُس کی آنکھیں حیرانی سے پھیل گئیں۔
''نا......'' وہ گردن کو زور زور سے ہلاتی ہوئی بولی۔
''وہ اپنے فیصلوں سے کسی کو آگاہ نہیں کرتے سوائے بڑے بابا کے......''
''اوہ...... اچھا......'' وہ بولی۔
''بھئی ہم کیوں حیان نامہ لے کر بیٹھے ہیں۔'' ریحان بور ہو گیا۔
''ہم بھائی کی شادی ڈسکس کر رہے تھے شاید......'' وہ سب کو دیکھ کر بولا۔
''ہاں بھئی چلو کپڑے سلیکٹ کرتے ہیں ان میگزین سے......'' عثمان دوبارہ میگزین کی طرف متوجہ ہوا۔
سائرہ اپنے کمرے کی کھڑکی جو لان میں کھلتی تھی کے سامنے کھڑے ہو کر رو دی۔
''کاش آپ سمجھتے حیان کہ میں آپ کو کتنا چاہتی ہوں۔ کاش آپ نے تھوڑی سی توجہ میری جھولی میں بھی گرائی ہوتی۔'' وہ آنسو صاف کر کے بولی۔
''شزا واقعی بہت لکی لڑکی تھی جسے آپ نے چاہا ہے۔'' اور پھر وہ ماضی میں کھو گئی۔

☆......☆......☆

وہ اکیلا لان میں بیٹھا تھا...... ہاتھ میں بھاپ اڑاتا کافی کا کپ تھا اور ساتھ میں نیوز پیپر پر نظریں۔
وہ سردیوں کی ایک خوبصورت صبح تھی۔ وہ ہمیشہ جلد اٹھنے کا عادی تھا...... سائرہ اس دن اسپیشلی جلدی اٹھی تھی۔ وہ اپنے دل کا حال حیان کو بتانا چاہتی تھی وہ لندن سے کچھ دن پہلے ہی آیا تھا۔ شاید سمسٹر ختم ہوا تھا۔
وہ سوئٹر کو پہن کر اچھی طرح شال اوڑھ کر باہر آئی۔
''السلام علیکم......!'' وہ مسکرائی۔
''وعلیکم السلام......!'' اس نے نظریں اٹھانا ضروری نہیں سمجھا تھا۔
وائٹ کلر کے شلوار قمیض میں بلیک کلر کی شال کندھوں پر ڈالے وہ بہت ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔
سائرہ کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ وہ بہت ہمت کر کے یہاں تک آئی تھی۔
''کیا میں بیٹھ سکتی ہوں۔'' وہ کنفیوز لگ رہی تھی۔
اس نے سر اٹھایا۔
''ہاں بیٹھو......'' اس نے اشارہ کیا۔ وہ سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔
وہ پیپر کے ورق پلٹ کر بولا۔
''کوئی کام ہے سائرہ تمہیں؟'' وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ مسلسل اپنے ہاتھ مروڑ رہی تھی۔ جیسے کچھ کہنے کی ہمت جمع کر رہی ہو۔

''دراصل حیان.....'' وہ بولی۔
آج اس نے حیان بھائی نہیں کہا تھا..... حیان بالکل سنجیدگی سے اُسے دیکھ رہا تھا۔
''میں یہ کہنا چاہتی ہوں.....'' وہ ٹھہر ٹھہر کر بولی۔
''وہ..... وہ.....'' اس نے تھوک نگلا..... اس بندے سے اظہار اتنا مشکل کیوں ہے۔ وہ سوچ رہی تھی۔
اُس کو اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر پسینہ آتا ہوا محسوس ہوا تو اس نے ہاتھ اپنی کمیض سے رگڑ ڈالے۔
''حیان..... میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں..... پتہ نہیں کب سے..... مگر آپ..... آپ ہمیشہ سے میرے آئیڈیل رہے ہیں۔'' اس نے ہمت کر کے سارا ایک دم آنکھیں بند کر کے بول دیا۔
اور آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ اسے ہی گھور رہا تھا۔ وہ خفت تھی کہ وہ کچھ کہے۔
حیان نے کافی کا گھونٹ حلق میں انڈیلا۔ وہ بہت ریلیکس تھا۔
''آپ کچھ کہیں گے نہیں؟'' وہ مسکرا کر بولی۔
''بالکل بولوں گا۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔
سائرہ کے دل میں بہار کے سارے رنگ بکھر گئے۔ شاید یہ بھی مجھے پسند کرتے ہیں..... اس نے سوچا۔
''کیا آپ بھی مجھے پسند کرتے ہیں۔'' وہ معصومیت سے بولی۔
حیان اُس کی بچکانہ سی معصومیت کو دیکھ کر مسکرایا۔
''نہیں.....!'' جواب دیا۔
سائرہ کا چہرہ ایک دم سپاٹ ہو گیا۔
''دیکھو سائرہ تم میری کزن ہو اور مجھے عزیز ہو مگر میں تمہیں پسند نہیں کرتا اور تم جانتی ہو کہ میں لوگوں کا دل رکھنے کے لیے بھی جھوٹ نہیں بولتا۔'' وہ بولا۔
تو سائرہ کو لگا کہ زہر میں بجھا خنجر حیان نے اس کے دل میں اُتار دیا ہو۔
''حیان.....!'' اُس کی آواز بھرا گئی۔
''میں کسی اور کو چاہتا ہوں اور اُس سے ہی شادی کروں گا۔ میں بہت فیئر رہنے والا انسان ہوں میں بالکل بھی تمہاری معصومیت کا فائدہ نہیں اٹھاؤں گا تم اپنے لیے کوئی اور بہتر فیصلہ کر لو..... مگر حیان فاروقی تمہاری قسمت میں نہیں ہے۔'' وہ کہہ کر اٹھ گیا۔
وہ پیچھے بیٹھی اُسے جاتا دیکھتی رہی۔
''آہ..... کاش حیان کاش.....'' ایک بار پھر آنسوؤں کا گولا اُس کے حلق میں پھنس گیا۔

☆.....☆.....☆

حیان فاروقی ہر لحاظ سے ایک آئیڈیل تھا۔ زبردست پرسنالٹی کا مالک' ذہین' لائق..... بس موڈی تھا۔ اُسے اپنی خصوصیات کا پتہ تھا اور جانتا تھا کہ لوگ اسے ستائشی نظروں سے دیکھتے ہیں مگر وہ لوگوں کو سر پر چڑھانے کا عادی نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے کزنز اس سے جیلس فیل کرتے ہیں اسی لیے اسے 'اینگری مین' کہتے ہیں۔ وہ بتانا چاہتے ہیں کہ میں مغرور ہوں۔''
مگر وہ زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا۔
زندگی کے ہر موڑ پر بہت سی لڑکیوں نے اس کی طرف پیش قدمی کی تھی۔ اسکول میں' پھر کالج میں' اور پھر لندن میں بھی..... مگر صرف شزا ایسی تھی جو اسے اچھی لگی تھی۔

مگر وہ ویسی نہیں نکلی تھی جیسی وہ چاہتا تھا۔ اس نے حیان کے اعتماد کو بہت بری طرح چوٹ پہنچائی تھی۔ حیان فاروقی کا دل بہت بری طرح ٹوٹا تھا اور اسے زندگی سے بھی کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

''آج فائزہ خالہ نے آنا ہے۔'' شانزے یونیورسٹی سے آتے ہوئے اروئی سے بولی۔
''تمہاری خالہ ہیں؟''
''ہاں میری ہیں وہ آئیں گی اپنی بیٹی فری کے ساتھ۔'' شانزے نے مسکرا کر بولی۔
''ہوں اچھا ہے۔'' اروئی اپنے موبائل کی طرف متوجہ ہوئی۔ وہ سو کر اٹھی تو شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔
وہ فریش ہو کر نیچے آئی تو سارے لاؤنج میں بیٹھے تھے۔
وہ مسکرا کر آئی اور بلند آواز میں سلام کیا۔
بالوں کو کھولے' اپنے روایتی ڈریس میں وہ فائزہ خالہ کی طرف بڑھی۔
ان کی نظر جیسے ہی اس پر پڑی نفرت' اور حسد کی شدید لہر ان کے اندر اٹھی۔
''اچھا باجی تو یہ ہے پرویز کی بیٹی جو گھر سے بھاگ گئی تھی۔'' انہوں نے بلند آواز میں کہا۔
اروئی کے قدم یہاں تھے وہیں جم گئے..... اسے لگا کہ اس کے سر پر چھت آن گری ہو۔ اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا جو بات اس کے دل میں تھی جو بات وہ کسی کو بتانا نہیں چاہتی جو بات وہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی وہ یوں سر عام بولی گئی تھی۔ اس کی آنکھوں کے آگے دھند سی آ گئی۔
سب یک دم متوجہ ہوئے۔
''ہاں بھئی وہ ہی ہے یہ۔'' شہلا نے اس کا رنگ اڑا ہوا دیکھا تو مسکرا کر بولی۔
''دیکھو باجی شکل سے کتنی معصوم لگتی ہے یہ مگر اللہ معافی..... اس بھولی سی شکل کے پیچھے تو..... اللہ ہی بچائے۔'' وہ طنز کے تیر اس پر چلاتے ہوئے بولیں۔
اسے لگا جیسے بھرے بازار میں اسے ذلیل کر دیا گیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔
اسے لگا کمرے میں موجود ہر ذی نفس کی نظریں اسے چیر رہی ہوں..... ہر کوئی اس کو نفرت اور حقارت سے دیکھ رہا تھا۔
وہاں سبھی حیران تھے۔ پہلے جو شک کا پودا تھا۔ اسے اروئی کی خاموشی اور آنسوؤں کے پانی نے تناور درخت بنا دیا تھا۔ جو پوری سچائی کے ساتھ کھڑا تھا۔ اروئی کو لگا شاید وہ گر پڑے..... اسے اپنے وجود کا وزن ڈھونے میں مشکل ہو رہی تھی۔ وہ شکستہ قدموں سے واپس پلٹ گئی۔
''ہوں.....'' فائزہ نے حقارت سے گردن ہلائی۔ شہلا فائزہ کو دیکھ کر مسکرا دی۔ دونوں کے اندر اطمینان بھر گیا۔
جبکہ کمرے میں موجود سب انسان خاموش تھے۔ وہ بیڈ پر پڑھے گئی۔
''یا اللہ یہ کیا ہو گیا..... جس راز کو میں چھپانا چاہ رہی تھی وہ یوں زد عام ہوا ہے۔'' وہ رو رہی تھی۔
''تو جانتا ہے میرے مالک تو سب جانتا ہے۔ مجھے ہمت دینا میرے مالک کہ میں اس کڑے وقت سے نکل سکوں۔'' وہ ہچکیوں سے رو دی۔

☆.....☆.....☆

''ہوں..... منحوس.....'' شہلا نے زیر لب

کہا۔
''باجی میرا بھی دل اسے دیکھ کر جل بھن گیا تھا۔ اپنی تذلیل یاد آ گئی تھی مجھے جس طرح اس کی ماں کی وجہ سے اس کے باپ نے مجھے ٹھکرایا تھا۔ وہ وہ ... میں کبھی نہیں بھول سکتی۔'' فائزہ نفرت بھرے انداز میں بولی۔

''آج جو اس کے ساتھ کیا وہ تو بس شروعات ہیں میں جب جب اس کم بخت سے ٹکراؤں گی ایسے ہی اُسے چھلنی کروں گی۔'' وہ حقارت سے بولی۔

''مجھے تو خود اس سے نفرت ہے فائزہ نہ جانے اتنے سالوں بعد کہاں سے ٹپک پڑی ہے یہ لڑکی ... اچھا ہوتا اپنے باپ کے ساتھ ہی مر کھپ جاتی ... کم از کم مجھے اپنی تذلیل کا احساس نہ یاد دلانے آتی۔'' شہلا سر مار کر بولی۔

وہ دونوں انہی کے کمرے میں بیٹھی تھیں۔

''مجھے بہت دکھ ہوا ہے آج ...'' عثمان بولا۔

''ہاں یار واقعی مجھے اروشہ ایسی نہیں لگی تھی۔ مجھے لگا کہ شانزے بس یوں ہی بات کر رہی ہے۔ کسی سنائی باتوں کو نمک مرچ لگا کر بتانا اُس کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ میں بھی اسی لیے سیریس نہیں ہوا تھا۔'' شہزاد نے افسوس سے کہا۔

''مگر جس طرح اروی کا ری ایکشن تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعی اس نے ماضی میں کچھ غلط کیا ہے۔ یار گھر سے بھاگ جانا ... یہ کوئی چھوٹی بات تو نہیں ہے ناں ... تمہارا کیا خیال ہے بھائی۔'' شہزاد نے شہریار سے پوچھا جو کسی گہری سوچ میں تھا۔

''یار مجھے لگتا ہے کہ کوئی بھی انسان ... عقل مند انسان ... اس نے صحیح ضروری سمجھی ... اپنے ہوش و حواس میں ہر فیصلہ بہت سوچ کر کرتا ہے۔ اور جہاں وہ پیدا ہوئی پلی بڑھی ہے ... وہ جگہ ایسا بہت عام ہوگا۔

اور ہم اس کو منفی کیوں لے رہے ہیں کہ وہ کسی لڑکے وغیرہ کے چکر میں ہی گئی ہوگی۔'' شہریار نے اپنا نقطہ نظر بیان کیا۔

''جی نہیں بھائی! نفی میں اسی لیے لے رہے ہیں کہ وہ واقعی ایک لڑکے کے لیے ہی گئی تھی۔'' شانزے نہ جانے کم کب سے ان تینوں کے پیچھے کھڑی سن رہی تھی بولی۔

''اب تمہیں یہ کس نے کہا ہے؟'' ریحان بھی ابھی آیا اور سائرہ بھی اسی لیے شانزے کے فقرے کو سن کر ریحان بولا۔

''اور بھلا کون سی لڑکی اس عمر میں گھر سے بھاگے گی سوائے اس کے کہ کسی لڑکے کا چکر ہو۔'' الٹا شانزے نے سوال داغا۔

''اور ہاں میں کوئی ہوا میں باتیں نہیں اڑاتی میں نے سنا تھا ماما کو کہ کسی لڑکے کا ہی چکر تھا۔ مہینے بعد وہ واپس آ گئی تھی۔'' شانزے نے کہا۔

تو سب کی پریشانی میں اضافہ ہوگیا۔

''یعنی اروشہ ایک مشکوک کردار کی لڑکی ہے؟'' عثمان نے کہا۔

شانزے نے کندھے اچکائے۔

''اب اس کا فیصلہ تو آپ لوگ خود ہی کرلو ... میں اسی لیے اس سے تھوڑا کترا رہی تھی پہلے۔'' وہ بولی اور پلٹ گئی۔

سارے اپنی اپنی جگہ سوچ میں پڑ گئے۔

''مجھے لگتا ہے کہ ہم ایک فضول بات پر بحث کر رہے ہیں۔ اروی گھر سے کیوں بھاگی اور پھر کیوں لوٹ کر آ گئی یہ صرف وہی جانتی ہے یا اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ تو ہمیں کسی کے کردار پر انگلی

اٹھانے کا حق نہیں ہے۔ جہاں تک میں نے اسے جانا ہے مجھے وہ اچھی لگی ہے آگے آپ لوگوں کی مرضی ہے جو مرضی فیصلہ کریں۔'' ریحان گھاس سے اٹھا اور پینٹ جھاڑ کر پلٹ گیا۔

''میں بھی ریحان کی باتوں سے متفق ہوں۔'' سائرہ نے کہا اور وہ بھی پلٹ گئی۔

''بھائی آپ کا بھی یہ ہی ماننا ہے کیا؟'' عثمان نے شہریار سے پوچھا۔ کیونکہ وہ ایک دور اندیش اور سمجھ دار انسان تھا اور ہر بات کو پوری طرح سمجھ جانے کے بعد ہی رائے کا اظہار کرتا تھا۔

''دیکھو یار جب تک اروی سے اس کا سچ نہ جان لو تب تک فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔''

''اور میں ماما اور خالہ کی طبیعت سے اچھے سے واقف ہوں اور وہ یہ نفرت میں کر رہی ہیں۔''

''ہو سکتا ہے معاملہ اتنا زیادہ گھمبیر نہ ہو جتنا بڑھا چڑھا کر اس کا چرچا کیا جا رہا ہے۔''

''تو میں کوئی بھی فیصلہ نہیں دے سکتا۔'' شہریار نے بات واضح کی۔

''ہوں ... صحیح کہہ رہے ہیں بھائی۔'' شہزاد نے بھی ہامی بھری۔

☆......☆......☆

اروی ابھی تک بستر پر لیٹے آنسو بہا رہی تھی۔ نہ جانے کتنا وقت بیت گیا تھا اسے یوں دردِ دل کو آنسوؤں کی زباں دیتے ہوئے۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو سائرہ اندر آئی۔ اندر اندھیرا تھا اور کمرے میں ہچکیوں سے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ اسے پل بھر کا بھی وقت نہ لگا یہ سمجھنے کے لیے کہ یہ اروی ہے۔

اس نے افسوس سے گردن ہلائی اور دیوار پر سوئچ بورڈ کو کھنگالا اور لائٹ جلائی۔

وہ بیڈ کے بیچ و بیچ اوندھے منہ لیٹی تھی۔ ہچکیوں کی وجہ سے اس کا بدن لرز رہا تھا۔

سائرہ چلتے ہوئے اس تک آئی اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

''سوری ... اروی مجھے پتہ ہے کہ تم پر اس وقت کیا بیت رہی ہوگی۔ میں امی اور خالہ کی بد زبانی اور برے رویے کے لیے شرمندہ ہوں۔''

وہ اس کے ساتھ بیٹھ کر اس کا سر سہلانے لگی۔

''باجی ...'' وہ اٹھی اس کی آنکھیں رو رو کر سوج گئیں تھیں اس کا ناک لال ہو رہا ہے۔ آنسوؤں کی وجہ سے بننے والی لکیریں اس کے صبیح چہرے پر واضح تھیں۔

سائرہ نے پیار سے اس کے آنسو صاف کیے نجانے کیوں اس کا دل ماننے کو تیار نہیں تھا کہ اس لڑکی نے کچھ غلط کیا ہے۔

''باجی ... میں نے کچھ بھی ایسا نہیں کیا اپنی زندگی میں ... جس سے مجھے شرمندگی ہو ... یقین مانیں ... میرا ...'' وہ ہچکیوں اور آنسوؤں کے ساتھ بولی۔

اس نے سائرہ کے ہاتھ تھام لیے۔

''میں نے غلطی کی تھی مانتی ہوں مگر میرا دامن بالکل پاک ہے باجی میں نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا ... خدا گواہ ہے باجی۔'' وہ زور سے رو دی۔ آنسوؤں کا طوفان ایک بار پھر سے آنکھوں میں امڈ گیا۔ اس کا دل بہت بھاری ہوگیا ایک دم سے ...

''باجی آپ کو میرا یقین ہے ناں ...'' وہ سوالیہ نظروں سے بولی۔ اُس کی آنکھوں میں خدشوں کے سائے لہراتے ہوئے صاف نظر آ رہے تھے۔

''پلیز باجی بولیں ناں ...'' وہ زور سے اس

کے ہاتھ دبا کر بولی۔ سائرہ کی آنکھوں میں نمی تیر گئی۔

''مجھے یقین ہے اپنی پیاری اروی پر کہ وہ کچھ غلط نہیں کرے گی۔'' وہ اسے گلے سے لگاتے ہوئے بولی۔

اروی کو اس کے الفاظ کسی قیمتی موتیوں کی طرح لگے۔ یقین کے یہ موتی اروی کے لیے متاعِ جان کی طرح تھے۔

''کوئی تو ہے جو اس پر اتنا یقین رکھتا ہے۔'' اروی کی حالت ایسی تھی جیسے کسی ڈوبتے ہوئے انسان کو اچانک کوئی طاقت باہر نکال لے کسی گہرے سمندر سے.....

جسے یقین ہو کہ اب بچنے کے سب در بند ہو گئے ہیں ہر طرف مایوسی کی گہری دھند نے بسیرا ڈال دیا ہے لیکن کوئی امید کا جگنو اس گہری دھند کو چیرتا ہوا آیا ہو اور اسے امید کی نئی روشنی تھما گیا ہو۔

سائرہ کے الفاظ اسے وہ جگنو کی روشنی کی مانند محسوس ہوئے۔

''تھینکس یو باجی..... آپ نہیں جانتیں آپ نے مجھے کتنا حوصلہ دیا ہے۔'' وہ بولی۔

سائرہ مسکرادی۔ مجھے یقین ہے میری جان تم پر.....''

☆.....☆.....☆

اگلی صبح ناشتے کی میز پر ضرورت سے زیادہ خاموشی تھی۔

''ارے رمضو بابا ذرا وہ جو حلوہ بنایا تھا میں نے صبح وہ بھی لے آئیں۔'' شہلا کا موڈ انتہائی خوشگوار تھا۔

جبکہ باقی سب بالکل خاموش تھے۔

رمضو بابا بھاپ اڑاتا ڈونگہ لے آئے۔

''یہ لیں بی بی جی۔'' وہ ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولے۔

''جی دیں۔'' انہوں نے خوشی سے تھام لیا۔

''ارے سائرہ باجی اروی نہیں آئی کیا؟'' ریحان نے اس کی کمی محسوس کی تو بولا۔

''نہیں اسے بہت تیز بخار ہے..... رمضو بابا جب وہ اٹھے تو پلیز اسے کچھ ہلکا پھلکا دے دیجیے گا کھانے کو۔'' وہ بولی۔

''اور چچی جی اگر آپ کے پاس فرصت نکل آئے تو اسے جا کر دیکھ لیجیے گا اور ہو سکے تو دوائی بھی دے دیجیے گا۔ بچاری رات بھر روتی رہی ہے۔'' اس کی تو حالت ہی غیر ہو گئی تھی۔ سائرہ اپنی ماں کو یکسر نظر انداز کر کے عالیہ سے مخاطب ہوئی۔ سائرہ کی اس بے رخی پر وہ کسمسا ئیں۔

''تو پہلے ہی ایسی کرتوت نہیں کرنی تھی جس کا بعد میں پچھتاوا ہو۔'' وہ لفظ چبا کر بولیں۔

''بس شہلا بہت ہوا..... میں کچھ بول نہیں اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر بیٹھا ہوں۔'' نذیر صاحب یکدم غرائے۔

شہلا بیگم کی زبان تالو سے جا لگی۔

''اچھا چھوڑیں آپ یہ حلوہ لیں۔'' وہ خوشامدانہ انداز اختیار کر کے باؤل اُن کی طرف بڑھا کر بولیں۔

''جب دل کڑوا ہو تو بھلا یہ حلوہ کیا مزہ دے گا۔'' وہ سہہ کر اٹھ گئے۔

''ہوں..... زیادہ ہی ہمدردی ہے۔'' وہ زیرِ لب بڑبڑائیں۔

''چلو ریحان پھر ہم چلیں..... آج وہ تو جائے گی نہیں۔'' شانزے ریحان سے بولی۔

''ہوں.....'' اس نے جوس ختم کیا اور اٹھ گیا۔

''حد کر دیتی ہیں بھابی بھی اکثر.....'' عالیہ ناصر سے مخاطب ہوئیں۔ اب صرف وہ دو ہی بیٹھے تھے۔

''صحیح کہہ رہی ہو تم..... بیٹیاں تو سبھی کی سانجھی ہوتیں ہیں..... اور جو بھی ہے وہ فاروقی خاندان کی عزت ہے۔'' ناصر نے دکھ سے کہا۔

''بھابی نے ویسے اچھا نہیں کیا اس بچی کے ساتھ، رات گئی تھی اس کے پاس..... بچاری کا رو رو کر برا حال تھا۔'' عالیہ کو اروی سے ہمدردی تھی۔

''یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ بھابی کا مزاج تیز ہے اوپر سے فائزہ کا ساتھ تڑکے کا کام دیتا ہے۔''

''ہوں..... صحیح کہا ہے۔'' وہ متفق لگے۔

''پتہ نہیں اب اس بچاری کے ساتھ اور کیا کرنے کا ارادہ کیے بیٹھی ہیں وہ۔'' وہ تشویش سے بولے۔

''اللہ ہی جانے ناصر صاحب۔'' عالیہ چائے کی پیالی کو منہ لگا کر بولیں۔

☆.....☆.....☆

فون کی مسلسل بجتی گھنٹی کی طرف وہ متوجہ ہوا اسکرین پر جگمگاتے نمبر نے اس کے ہونٹوں پر مسکان سجادی۔

''السلام علیکم بڑے بابا۔'' وہ خوشدلی سے بولا۔

''وعلیکم السلام بابا کی جان..... کیسا ہے یار۔'' وہ چلتے ہوئے کھڑکی کے پاس آ گئے اور پردے ہٹا کر سامنے وسیع لان کو دیکھنے لگے جہاں ہر رنگ کا پھول تھا اور مست ہو کر ہوا میں لہرا رہا تھا۔

''میں بھی ٹھیک ہوں بابا۔'' وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بولا۔

''یار میں تجھ سے خفا ہوں..... تو اتنی دور جا کر بیٹھ جاتا ہے اور مہینوں اپنے بابا کو شکل نہیں دکھاتا۔'' وہ ناراض سے گویا ہوئے۔

''بس روزی روٹی بابا جان۔'' وہ مسکرایا۔

''بس کر اتنا اچھا فیملی بزنس ہے ماشاء اللہ لیکن تُو تو دوسروں کا غلام بن گیا ہے۔ دوسروں کی نوکری کو ترجیح دی تُو نے۔'' وہ ناراض تھے۔

''بس بابا..... چھوڑیں.....'' وہ ٹال گیا۔

انہیں کیا بتاتا کہ وہ اس شہر سے بھاگ رہا تھا جہاں وہ رہتی تھی..... قاتلِ جان.....

''خیر یہ بتائیں گھر میں سب کیسا چل رہا ہے؟'' وہ موضوع بدل کر بولا۔

''یار شادی کی تیاریاں ہیں..... اگلے ہفتے شادی ہے..... تُو آ رہا ہے ناں.....''

''جی بابا آنا تو پڑے گا ہی..... نہ آیا تو اور بدنام ہو جاؤں گا پہلے ہی ہم زمانے میں رسوا ہیں۔'' وہ ہنس کر بولا۔

''تُو نے اپنا کیا حال بنا لیا ہے بیٹا..... تُو ایسا تو نہ تھا۔'' وہ اُداس ہو گئے۔

''زندگی اور حالات نے بہت کچھ سکھا دیا ہے بابا جان یا یوں کہیں کہ زندگی نے اچھا خاصہ سبق دے ڈالا ہے حیان فاروقی کو۔'' وہ تلخ ہوا۔

''یار اب ایسا بھی کیا ہو گیا..... زندگی میں بہت سے رشتے انسان نبھا نہیں پاتا اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ بالکل ہی اپنے آپ کو رشتوں سے الگ کر لے۔''

''بابا جان آپ تو ایسا نہ کہیں..... مجھ سے رشتے تو ویسے ہی خفا رہتے ہیں..... پہلے ماں، باپ، پھر دادی اور پھر وہ..... کچھ بھی تو نہیں ہے میرے ہاتھ دیکھیں رشتوں سے محروم ہیں۔''

''تُو اپنے بابا کو بھول گیا کیا۔'' وہ ناراض

سے بولے اور مسکرا دیے۔

''نہیں بابا آپ تو میری جان ہیں۔ آپ کے علاوہ ہے یہ کون...... اور باقی بچے گھر کے مکین تو میں بہت اچھے سے جانتا ہوں کہ وہ میرے بارے میں کیا سمجھتے ہیں......'' وہ تلخ مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

''اچھا چھوڑ تجھے پتہ ہے اروئی نے دوبارہ پڑھائی شروع کر دی ہے...... اچھا ہے وہ بھی آگے پڑھے۔''

وہ موضوع بدل گئے۔ جانتے تھے یہ موضوع اس کے لیے ہمیشہ ہی تلخی بھرا رہا ہے۔

''ہوں اچھی بات ہے......'' وہ بولا۔

''او کے بابا پھر بات ہوگی...... مجھے کام آ گیا ہے۔'' وہ سامنے کھڑے ماتحت کو دیکھ کر بولا۔

''او کے...... اپنا خیال رکھنا...... بابا کی جان اور جلد چکر لگانا۔''

''جی......'' ساتھ ہی اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔

''بابا آپ فارغ ہیں۔'' نذیر فاروقی داخل ہوئے۔

''ہوں آؤ......'' وہ فون ٹیبل پر رکھ کر کرسی پر بیٹھ گئے۔

''وہ بابا شادی کے معاملات میں آپ کی تھوڑی مدد درکار تھی۔'' وہ احتراماً بولے۔

''ہوں آؤ بیٹا کیوں نہیں۔'' وہ سامنے کرسی پر اشارہ کر کے بولے۔

''جی......'' وہ آداباً وہاں بیٹھ گئے۔

☆......☆......☆

اس کا بخار اترنے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ سائرہ کو فکر ہونے لگی تھی۔ آج اس نے یونیورسٹی سے بھی خصوصاً چھٹی کی تھی۔

اسے معلوم تھا کہ کوئی بھی اس کی دیکھ بھال نہیں کرے گا ٹھیک ہے......

عالیہ بھی وقفے وقفے سے چکر لگا جاتیں تھیں اور شہلا نے تو اُسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔

''اروئی اٹھو کچھ کھا لو۔'' وہ سوپ کا پیالہ لیے اس کے سرہانے کھڑی تھی۔

اس نے آنکھیں کھولیں۔ اس کا سر بھاری ہو رہا تھا۔

اور آنکھوں میں بھی شدید درد تھا۔

''نہیں باجی......'' وہ بولی۔

''نہیں جان کچھ تو کھاؤ نا صبح سے تم یونہی لیٹی ہو...... اٹھو شاباش!'' وہ چمکارتے ہوئے بولی۔

''دیکھو کھاؤ گی نہیں تو طاقت کہاں سے آئے گی آج تیسرا دن ہے تمہارا تم یوں ہی بستر پر پڑی ہو۔'' وہ بولی۔

''جی نہیں ہے آپی کچھ کھانے کا۔'' وہ آنکھیں دوبارہ موند کر بولی۔

''نہیں ایسے نہیں چلے گا اروئی۔'' وہ ٹیبل پر ٹرے رکھ کر بولی۔ اس نے زبردستی اُسے کندھے سے اٹھایا۔

شانزے یونیورسٹی سے آج جلدی آ گئی وہ سیدھا سائرہ کو بلانے آئی تھی۔ نیچے اسے امی بلا رہی تھیں۔

''چلو اروئی بچے کچھ کھاؤ پلیز پھر ہی دوائی دوں گی۔'' وہ بال اس کے کانوں میں اڑس کر بولی۔ وہ بے دلی سے مسکرائی۔

''ٹھیک ہے باجی۔'' وہ کمزوری سے بولی۔

شانزے کمرے میں آئی۔ تو سائرہ ٹرے اس کے سامنے کر رہی تھی۔

شانزے کو پہلی بار اُسے دیکھ کر کچھ ہوا...... وہ بہت کمزور ہو گئی تھی پچھلے دنوں میں...... آنکھوں کے گرد سیاہ ہلکے بہت واضح تھے...... کھلتا ہوا رنگ ایک دم ماند پڑ گیا تھا...... صحت مند تو وہ پہلے بھی نہیں تھی اب تو بالکل ہی ڈھانچہ لگ رہی تھی۔

''اروئی......'' وہ بے ساختہ بول پڑی۔

''آؤ شانزے آؤ۔'' سائرہ نے کہا۔

''باجی وہ...... آپ کو امی بلا رہی ہیں......'' اُس کی نگاہیں اروئی پر تھیں جبکہ مخاطب وہ سائرہ سے تھی۔

''اچھا......'' وہ بولی۔

''تم پلیز اروئی کے پاس بیٹھو گی...... دیکھو وہ یہ لازماً ختم کرے میں امی کی بات سن کر آئی۔''

وہ خوشامدانہ انداز میں بولی۔ کیا پتہ وہ انکار ہی نہ کر دے۔

''ہوں......'' وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی اور بستر پر اروئی کے سامنے بیٹھ گئی۔

''تھینک یو۔'' وہ مسکرائی۔

''اروئی پلیز تم ختم کرنا او کے میں ابھی آئی۔'' وہ کہہ کر اٹھی۔

جبکہ اروئی نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔

شانزے کو اس کی حالت دیکھ کر واقعی شرمندگی نے آن گھیرا۔

''اروئی......'' وہ بولی۔

''ہوں......'' اس کے ہاتھ رُک گئے۔

''و...... ہ...... وہ...... اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کہے۔'' وہ منتظر تھی کہ وہ بولے۔

''تم ٹھیک تو ہو ناں؟'' وہ بولنا کچھ اور چاہتی تھی مگر الفاظ ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

''ہوں......'' جواب مختصر تھا...... وہ دوبارہ سوپ پینے میں مصروف ہو گئی۔

وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔

''امی واقعی کبھی کبھی حد ہی کر دیتی ہیں......'' وہ سوچ رہی تھی۔ بے چاری نے دل پر لے لیا ہے۔

اس نے جیسے ہی سوپ ختم کیا اس نے فوراً بڑھ کر ٹرے اس کے آگے سے ہٹالی۔

''تھینکس......'' وہ بولی۔

''تمہاری دوائیاں......'' وہ بولی۔

''دراز میں ہیں۔'' وہ کہہ کر کراؤن سے ٹیک لگا کر بولی۔

''ہوں......'' وہ بڑھی اور دوائیاں اور پانی کا گلاس تھما دیا۔

اس نے دوائیاں لیں اور پھر کراؤن سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

شانزے نے اسے پھر ایک افسوس بھری نگاہ سے دیکھا پھر خاموشی سے اٹھ گئی۔

وہ کچن میں ٹرے دینے آئی تو سائرہ نے اس کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھا تو بول پڑی۔

''کیا ہوا شانزے؟'' وہ پریشانی سے گویا ہوئی۔

''باجی...... I Feel Bad For Her۔''

''اوہ...... اچھا......'' سائرہ مفہوم سمجھ کر بولی۔

''باجی مجھے نہیں پتہ تھا کہ وہ امی کی باتوں پر اس طرح سے بیمار ہو جائے گی۔'' وہ ٹرے ٹیبل پر رکھ کر بولی۔

''ہاں شانزے واقعی...... میں نے بھی یہی محسوس کیا ہے۔ اس نے بات دل پر لے لی ہے...... مجھے لگتا ہے شانزے کہ وہ غلط لڑکی نہیں ہے...... غلطیاں انسان سے ہی ہوتی ہیں اس سے بھی ہو گئی ہوگی اور ہم اصل حقیقت جانے بغیر کسی کے کردار پر کوئی الزام یا تہمت نہیں لگا سکتے۔''

سائرہ نے چمچ ہانڈی میں ہلایا۔
''واقعی باجی آپ صحیح کہہ رہی ہیں۔'' شانزے نے بھی اتفاق کیا۔
''بس ہمیں اسے احساس نہیں دلانا ہے کہ وہ یہاں پر اس اکیلی ہے اور اس کا کوئی نہیں ہے۔''
''اوکے......'' سائرہ نے مسکرا کر کہا۔
''ہوں......'' شانزے پُرسوچ انداز میں بولی۔

☆......☆......☆

آج اس کی طبیعت تھوڑی سنبھلی تو اس نے یونیورسٹی جانے کا ارادہ کیا۔
وہ تیار تو ہوگئی مگر اس میں سب کا سامنا کرنے کی ہمت بالکل نہیں تھی۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔
''اروشہ فاروقی...... تمہیں خود کو خود ہی سنبھالنا ہے۔ اگر اس دنیا میں ان لوگوں کے درمیان جینا ہے تو...... اور اس کے لیے ہمت بھی خود ہی جمع کرنی ہے...... اُن کا سامنا کرنے کی...... تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تم اور تمہارا خدا جانتا ہے کہ تم نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔''
اس نے خود سے کہا...... پھر چند لمحے ٹھہر کر اس نے ایک لمبا سانس اندر کھینچا اور بیگ لیے کمرے سے نکل گئی۔
سیڑھیوں سے اترتے ہوئے چند ثانیے کے لیے اس کے قدم ڈگمگائے مگر پھر وہ سنبھلی۔
''السلام علیکم......'' ہلکی سی آواز کے ساتھ سلام کیا۔
''وعلیکم السلام......'' سب نے کہا۔
شہلا فاروقی کے ہاتھ میں پکڑا ہوا کپ منہ تک جاتے جاتے رک گیا۔
''کیسی ہو تم؟'' سوال کیا گیا کہ اس کا مذاق اڑایا گیا۔ اسے سمجھ نہیں آئی۔
''جی ٹھیک ہوں۔'' البتہ جواب مختصر تھا۔
''آؤ نا یار اروی کھڑی کیوں ہو...... ابھی صبح ہی ریحان سے کہہ رہی تھی کہ بہت دن ہوگئے یونی جاتے ہوئے مزا نہیں آرہا ہے۔''
شانزے نے اپنی ساتھ والی کرسی کی طرف اشارہ کر کے بولی۔
''ہوں...... واقعی آؤ نا اروی یار ناشتہ کرو جان' وان بناؤ۔'' ریحان نے بھی کہا۔
اروی مسکرائی اور ساتھ آکر بیٹھ گئی۔
''بیٹا آپ اب کیسی ہو؟'' نذیر فاروقی نے شفقت سے پوچھا۔
''ٹھیک ہوں تایا ابو۔'' وہ مسکرائی۔
''اب تم جلدی سے فٹ ہو جاؤ اروی پھر ہم نے شادی کی تیاریاں بھی تو کرنی ہیں ناں۔'' عثمان نے کہا۔
''جی بھائی۔'' وہ مسکرائی۔

☆......☆......☆

شادی کی تیاریاں اپنے عروج پر تھیں۔ کبھی بازاروں کے چکر تو کبھی مینیو کو ڈیسائیڈ کرنے کے لیے بحث ہو رہی تھی۔ اروی اپنی پوری کوشش کر رہی تھی کہ خود کو ان کاموں میں شامل رکھے۔
ابھی بھی گھر کے سارے لوگ لاؤنج میں موجود تھے اور بڑے بابا بھی آج تو شامل تھے۔
سبھی نوجوان مہندی کے فنکشن کے بارے میں اپنی اپنی رائے دے رہے تھے۔ لڑکیوں نے تو پکا ارادہ کر لیا تھا کہ پراندہ پہننا ہے جبکہ لڑکوں کا خیال تھا کہ روٹین سے ہٹ کر کچھ نیا ٹرائی کیا جائے۔ اتنے میں ہال میں آواز گونجی۔

''السلام علیکم ایوری ون۔'' فائقہ ہاتھ میں بیگ تھامے اونچی آواز سے بولی۔
''ہائے اللہ میری بیٹی آگئی۔'' عالیہ جلدی سے اٹھیں اور اُسے گلے لگا لیا۔
''کیسی ہے میری جان۔'' وہ اس کا ماتھا چوم کر بولیں۔
''ٹھیک ہوں امی جان......'' وہ مسکرائی اور اپنا چشمہ درست کیا۔ پھر وہ بڑھی اور سب سے گرم جوشی سے ملی۔ جب اروی کے سامنے آئی تو مسکرائی۔
''Let Me Gusess تم اروی ہو ناں۔'' وہ ہاتھ بڑھا کر بولی۔
''ہوں......'' اروی مسکرائی۔
''میں فائقہ تمہاری کزن...... ناصر اور عالیہ فاروقی کی اکلوتی بیٹی اور عثمان اور ریحان فاروقی کی چھوٹی اور اکلوتی بہن۔'' وہ اپنا تفصیلی تعارف کرا کر بولی۔
''Nice To Meet You فائقہ۔'' اروی ہنسی۔
''Me Too......'' وہ بھی ہنسی۔
''میرے بغیر ہی شادی کی تیاریاں بھئی......؟'' وہ چہرہ لٹکا کر بولی۔
''ارے نہیں بھئی ہم یہ ہی سوچ رہے تھے کہ تم آؤ تو کچھ سوچیں تمہارے پاس بڑے اعلیٰ قسم کے پلانز ہوتے ہیں ناں فضول کاموں کے......'' شہریار نے مسکرا کر کہا۔
''ہاں جی...... کیونکہ میرے پاس دماغ نامی چیز ہے جو کہ یہاں کے اکثر لوگوں کے پاس ناپید ہے۔'' وہ بھی بدلے لے کر بولی تو سب ہنس دیے۔
''جبھی تو ہماری گڑیا ڈاکٹر بن رہی ہے......''
بڑے بابا نے بھی حصہ لیا۔
''پڑھائی کیسی چل رہی ہے تمہاری؟'' شہلا فاروقی نے پوچھا۔
''اچھی جا رہی ہے تائی امی۔'' وہ بولی اور اروی کے ساتھ بیٹھ گئی۔
''امی جی کچھ کھلا پلا دیں مجھے میلوں کا سفر کر کے آئی ہوں۔'' وہ عالیہ سے مخاطب ہوئی۔
''کیوں نہیں میری جان۔'' وہ مسکرائیں اور اٹھ گئیں۔
''تو پھر کیا سوچا ہے آپ سب نے۔'' اب وہ نوجوان ٹولی سے مخاطب ہوئی۔ جبکہ بڑے اپنی ہی گفتگو میں مصروف تھے۔
''بھئی ابھی کچھ خاص نہیں بس یوں ہی ڈسکس کر رہے تھے۔'' اروی نے کہا۔
''ہوں...... یعنی مجھ عقل مند کا انتظار ہو رہا تھا۔'' وہ فرضی کالر جھاڑ کر بولی۔
''جی بالکل محترمہ...... آپ کا انتظار ہو رہا تھا...... جن کے پاس عقل عظیم ہے۔'' ریحان اس کے سر پر چپت مار کر بولا تو اس کا چشمہ گرتے گرتے بچا......
''بھائی......'' وہ فوراً جوابی حملہ کر کے بولی۔
لیکن ریحان عین وقت پر پیچھے کھسک گیا...... جس سے اُس کا نشانہ چوک گیا...... سبھی ہنس پڑے۔

☆......☆......☆

اروی کو فائقہ سے مل کر بہت خوشی ہوئی تھی۔ وہ ایک زندہ دل لڑکی تھی۔ گھر میں اس کے آنے سے خوب رونق ہوگئی تھی۔
شادی کے ہنگامے شروع ہوگئے تھے۔ تو گھر میں مہمانوں کا آنا بھی شروع ہوگیا تھا۔
فائزہ خالہ بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ

تشریف لا چکی تھیں۔ اروی نے محسوس کیا تھا کہ انہیں اس سے کوئی خاص ہی بیر ہے... مگر اس کی وجہ وہ سمجھنے سے قاصر تھیں۔

وہ پوری کوشش کرتی تھی کہ ان کے سامنے نہ ہی جائے کیونکہ وہ اور تائی کوئی نا کوئی بات کر کے اس کا دل جلا دیتی تھیں۔ اس لیے وہ حتیٰ الامکان ان لوگوں سے دور رہنا چاہتی تھی۔ آج مہدی کا فنکشن تھا۔ اسی لیے سبھی خوب تیاریوں میں لگے تھے۔ اروی کے لیے اتنے بڑے پیمانے پر شادی میں شرکت کا یہ پہلا موقع تھا... لندن میں لوگ اتنے ہلّا گلّا کر شادی نہیں کر پاتے تھے۔

فائقہ اور شانزے نے اس کے کپڑے خود پسند کیے تھے۔ عیشاء بھی ان کے ساتھ شامل رہی تھی جبکہ سنبل پھوپو کی فیملی تو صرف سحرش باجی کی ہی طرف سے تھی۔

عیشاء نے کہہ دیا تھا کہ وہ لڑکے والوں کی طرف سے بھابی لینے آئے گی جبکہ ثمرین کا ارادہ لڑکی والوں کی طرف سے شرکت کرنے کا تھا۔

''حیان بھائی آ گئے کیا؟'' فائقہ نے پوچھا۔

وہ ساری سائرہ کے کمرے میں ہی تھیں۔

سائرہ کو لگا جیسے اس کا دل کسی نے مٹھی میں پکڑ لیا ہو۔

''کیا پتہ؟'' شانزے نے کندھے اچکائے۔

''اب بھی وہ ویسے ہی ہیں کیا اینگری ینگ مین کی طرح۔'' فائقہ نے چشمہ درست کیا۔

''بالکل ویسے ہی ہیں۔'' عیشاء نے جواب دیا۔

''ہوں... جو بھی ہے مجھے تو وہ بہت پسند ہیں۔'' فائقہ نے آہ بھر کر کہا۔

''اللہ فائقہ تمہارے ٹیسٹ کو کیا ہو گیا ہے؟'' عیشاء نے مصنوعی حیرت سے کہا۔

''میرا ٹیسٹ بہت اچھا ہو گیا ہے جی اسی لیے دنیا بھر کے لڑکوں سے ملنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں That...'' وہ رکی جبکہ سبھی اس کی طرف متوجہ تھیں۔

''ہاں بولو بھئی...'' شانزے سانس تھامے کھڑی تھی۔

''He Is The Ideal One.''

وہ ان کے چہرے کو دیکھ کر بولی۔

''اللہ... کیا بنے گا تیرا فائقہ تمہیں وہ کھڑوس آئیڈیل لگتے ہیں۔'' شانزے کو حیرت ہوئی۔

''جو بھی کہو... مجھے تو وہ بہت پسند ہیں۔'' فائقہ نے کہا۔ اور اپنے کپڑے اٹھا کر باہر نکل گئی۔

سائرہ کا چہرہ ایک دم اتر گیا جسے اروی نے بہت شدت سے محسوس کیا۔

''آپ ٹھیک ہو باجی...'' وہ اٹھ کر سائرہ کے پاس آئی۔ جو کھڑکی سے باہر جھانک رہی تھی۔

''ہوں... میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' اس نے لبوں پر تبسم سجانے کی ناکام کوشش کی۔

شادی شادی کا وقت نزدیک ہے اسی لیے وہ ایسا ری ایکٹ کر رہی ہیں... اس وقت اروی صرف اتنا ہی سوچ سکی۔

سائرہ اب کمرے میں اکیلی تھی۔ مایوں کے جوڑے میں وہ خود بھی زرد سی لگ رہی تھی۔

اس کی آنکھیں نم تھیں... کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے اسے وہ قاتل ارمان نظر آیا۔

قمقموں سے سجے گارڈن میں وہ داخل ہوا تھا۔ وہاں وہ بڑے بابا سے گلے مل رہا تھا۔

کچھ تلخ یادیں جو اس سے منسوب تھیں وہ

اپنے پورے زور کے ساتھ اُس کے ذہن کے پردے پر اُجاگر ہوئیں۔ وہ اپنے کمرے میں موجود تھا۔ ایک بار پھر وہ پوری ہمت کر کے اس کے سامنے کھڑی تھی۔ یہ جان کر بھی کہ آج کل اس کا موڈ بہت سخت خراب ہے۔

وہ آج کل بہت شدید غصے میں ہے...... ابھی کچھ عرصے پہلے ہی تو اس نے آ کر دھماکا کیا تھا کہ اس نے شزا کو طلاق دے دی ہے...... نہ جانے کیوں سائرہ کو ایک انجانی خوشی ہوئی تھی یہ جان کر...... اسی کی بدولت اسے ہمت ملی تھی اور ایک بار پھر وہ اس کے سامنے تھی۔

''حیان...... مجھے بات کرنی ہے......''

''کہو......'' اس کا چہرہ ایک دم سپاٹ تھا۔

''میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ......'' وہ تھوڑا گھبرائی۔

وہ منتظر تھا کہ سائرہ اپنی بات کرے...... حالانکہ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ وہ یہاں کیوں ہے مگر اس کے منہ سے سننا چاہتا تھا۔

''کہ؟'' لہجے میں ناراضگی واضح تھی۔

سائرہ نے لہجے کو یکسر نظرانداز کیا......

''کیا اب آپ کی زندگی میں میرے لیے گنجائش ہے؟'' وہ پُرامید تھی کہ جواب اقرار میں ہو سکتا ہے۔

''نہیں......'' جواب بہت مختصر مگر واضح مفہوم لیے ہوئے تھا۔

''حیان اب تو شزا بھی نہیں رہی تو اب......'' اس کی آواز رندھ گئی۔

''کوئی فرق نہیں پڑتا...... میری زندگی میں کسی کے لیے گنجائش نہیں ہے سائرہ......'' وہ تلخ ہوا۔

''مگر......'' وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

''سائرہ میں آگے ہی اپنے رویے کی وجہ سے خاصہ بدنام ہوں...... مجھے اور مت کرو...... اور جاؤ یہاں سے اور آئندہ بھول کر بھی اس موضوع پر مجھ سے ہمکلام ہونے کی کوشش نہ کرنا۔'' وہ تنبیہ کرتے ہوئے بولا۔

ساتھ ہی ہاتھ کا رخ دروازے کی طرف کر دیا۔

وہ اس بے حس انسان کو بس دیکھتی رہی۔

''جاؤ......'' وہ گرجا تو سائرہ ڈر گئی اور الٹے قدموں کمرے سے باہر دوڑ گئی۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر وہ بستر پر ڈھے گئی۔ اس رات اس نے حیان فاروقی کے نام پر جتنے آنسو بہائے تھے اس سے زیادہ بہانے کا اس میں حوصلہ نہیں تھا۔ اور دوبارہ بات کرنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ حیان فاروقی اپنی بات دہرانے کا عادی نہیں ہے۔ وہ ضدی ہے ہٹ دھرم ہے جس بات پر اڑ جائے اسے وہاں سے دنیا کی کوئی طاقت ایک انچ بھی ہلا نہیں سکتی تھی۔

اور وہ اب سائرہ فاروقی کے پیار کو نہ اپنانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اگر ذرا سی بھی کہیں پر بھی امید کی کرن اُسے نظر آتی تو وہ خود کو اس کے قدموں کی دھول بنا دیتی... اپنے آپ کو مٹا دیتی کہ شاید وہ ہرجائی مان جائے... وہ اس کے خوبصورت جذبوں کو اپنی پیار کی خوشبو سے اور بھی معطر کر دے...... مگر ٹھکرائے جانے کے احساس سے وہ ٹوٹ گئی تھی۔ بالکل بکھر گئی تھی۔

اسی وجہ سے وہ مصروف ہو گئی تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ گھر کے کسی بھی فرد کو بھنک بھی پڑے کہ اس پر کیا بیتی ہے وہ لوگوں کی نظروں میں اپنے

لیے ہمدردی بالکل نہیں چاہتی تھی اسی لیے خاموشی کی چادر اوڑھ لی تھی اُس نے......

''باجی تم تیار ہو نا؟ لڑکے والے آرہے ہیں۔'' شانزے نے دروازہ کھول کر کہا۔

''ہا...... ہاں...... ہاں...... تم بتا دینا مجھے جب وہ آجائیں۔'' اس نے جلدی سے اپنی آنکھیں رگڑ ڈالیں۔

''ہوں......'' وہ کہہ کر پلٹ گئی۔

''تو سائرہ فاروقی آج کے بعد تمہاری زندگی ایک سمجھوتہ ہوگی...... جسے چاہتے ہوئے یا نہ چاہتے ہوئے بھی تمہیں اپنانا ہے۔'' وہ خود کو مضبوط کرتے ہوئے بولی۔

ایک باراس نے اپنی آنکھیں رگڑ ڈالیں اور باہر مہمانوں کی گہما گہمی کو دیکھنے لگی۔

مہندی پر خوب ہنگامہ ہو رہا تھا۔ سب لڑکوں نے مل کر لاچے پہنے تھے جبکہ لڑکیوں نے غرارے زیب تن کیے تھے۔ اروی اپنے پراندے کو دوبارہ پن اپ کرنے کمرے میں آئی تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار پراندہ پہنا تھا۔ اور وہ اسے سنبھال نہیں پا رہی تھی۔ سامنے ٹیبل پر بکھری سبھی پنوں کو اس نے بالوں میں اڑس دیا پھر کہیں جاکر اسے یقین ہوا کہ اب وہ نہیں گرے گا...... وہ ایک آخری نگاہ اپنے سراپے پر ڈال کر باہر نکلی۔ وہ اپنے غرارے کو سنبھالتے ہوئے بڑھ رہی تھی کہ زور سے کسی کے ساتھ ٹکرا گئی۔

''اُف...... سوری......'' اس نے جھکے سر کے ساتھ ہی کہا۔

''ہوں...... اِٹس اوکے......'' آگے سے جواب بھی دیکھے بغیر دیا گیا تھا۔

''اوہ...... مسٹر فاروقی......'' وہ حیان کو دیکھ کر مسکرائی۔

''سوری...... وہ کیا ہے ناں ڈریس تھوڑا ہیوی ہے ناں مجھ سے ہینڈل نہیں ہوا۔'' وہ معذرت کرکے بولی۔

''اوکے...... کوئی مسئلہ نہیں۔'' وہ سنجیدہ تھا۔ سبھی لڑکوں نے شوخ رنگ کے کپڑے پہنے تھے اور وہ بالکل سادہ تھا۔ اس۔ اروی نے پہلی باراس پر تفصیلی نگاہ ڈالی۔

نیوی بلو کلر کے شوار سوٹ میں وہ بہت جاذب نظر لگ رہا تھا۔ بال بھی سلیقے سے بنے تھے۔

''معائنہ ہوگیا تو میں جاؤں......'' اُسے یوں گھورتا پاکر وہ بولا۔

''ہو...... ہوں...... ہوں......'' وہ راستے سے ہٹ گئی اور وہ آگے بڑھ گیا...... کیا یہ کبھی مسکرائے بھی ہیں...... اس نے زیرلب کہا...... اور سیڑھیاں اترنے لگی۔

''ارے یار اروی باہر چلو تم کیا اندر کر رہی ہو باہر خوب ہلہ گلہ ہو رہا ہے۔'' عثمان اندر آرہا تھا اُسے دیکھ کر بولا۔

''جی بھائی بس جا رہی ہوں۔'' وہ مسکرائی اور باہر نکل گئی۔

باہر مہندی کی رسومات چل رہی تھیں۔ شہریار کے ساتھ سحرش ایک طرف بیٹھی تھی جبکہ دوسری طرف سائرہ اور اس کا دلہا تھا...... دونوں طرف مختلف لوگ رسم ادا کر رہے تھے...... جبکہ تمام نوجوان نیچے زمین پر دھمال چوکڑی بچھا کر بیٹھے تھے...... شانزے وغیرہ ڈھولک پیٹ رہی تھیں اور لڑکے گلا پھاڑ رہے تھے۔

''باجی دیکھو تو ذرا اسے......'' فائزہ کی نظر مسکراتی اروی پر پڑی تو بول پڑیں۔

''جانا کب ہے اس نے...... مجھ سے اس کا

وجود برداشت نہیں ہوتا اسے دیکھتی ہوں تو اپنی تذلیل کا احساس اندر کچوکے بھرنے لگتا ہے۔'' فائزہ کا موڈ ایک دم بگڑ گیا۔

''میرا بھی یہ ہی حال ہوتا ہے فائزہ...... پتہ نہیں یہ بلا کب سر سے اترے گی۔'' شہلا فاروقی نے کہا۔

''اوپر سے کم بخت ہے بھی خوبصورت...... ماں کا رنگ روپ اور باپ کے تیکھے نقش پائے ہیں اس نے۔'' وہ اس کے سراپے کو گھور کر بولیں۔

''بچ کے رہنا باجی یہ نا ہو جس طرح اس کی ماں نے میرے حق پر ڈاکہ ڈالا تھا اس طرح یہ تمہاری بچی کے حق پر ڈاکہ ڈال دے۔'' وہ تنبیہ کرتے ہوئے بولیں۔

شہلا فاروقی پر ایک نیا در وا ہوگیا...... واقعی فائزہ اس پہلو پر تو میں نے سوچا ہی نہیں...... وہ پریشان ہوئیں۔

''خیر چھوڑو نمٹ لوں گی میں اس ڈیڑھ انچ کی لڑکی سے تم فکر نہ کرو۔'' وہ مہمانوں کی طرف بڑھتے ہوئے بولیں۔

''بیٹا تم اِدھر کیا کر رہی ہو تم بھی اُن کے ساتھ جاکر ڈھولک بجاؤ۔'' بڑے بابا اس کے پاس آکر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولے۔ وہ مسکرادی۔

''بڑے بابا مجھے یہ گانے وانے نہیں آتے ناں اس لیے بس انجوائے کر رہی ہوں۔'' وہ مسکرائی۔

''مجھے تم کمزور سی لگ رہی ہو تمہاری طبیعت کیسی ہے اب؟'' وہ متفکر تھے۔

''بالکل ٹھیک ہوں بابا آپ فکر نہ کریں۔'' وہ مسکرائی۔

''چلیں آئیں ہم اِدھر بیٹھتے ہیں۔'' وہ انہیں لے کر ایک ٹیبل کی طرف بڑھ گئی۔

☆......☆......☆

''اللہ کتنا تھک گئے ہیں ہم لوگ یاران دو شادیوں سے......'' بارات سے واپسی پر عیشاء نے کہا۔

''ہوں...... اور کیا...... میرے تو پاؤں دکھ رہے ہیں اتنی لمبی ہیلز کی وجہ سے......'' شانزے بستر پر گرتے ہوئے بولی۔

''اروی تمہارا منہ کیوں لٹک گیا ہے؟'' عیشاء کی نظر اروی پر پڑی جو اُداس لگ رہی تھی۔

''باجی چلیں گئی ہیں ناں۔'' اب کمرہ خالی ہوجائے گا اُن کے بغیر۔'' وہ مسکرائی۔

''لو...... تم انہیں یاد کر رہی ہو یار......'' فائقہ بڑھی۔

''میں کس مرض کی دوا ہوں پھر...... اگر تم انہیں یاد کروگی تو میں ہوں نا تمہیں کمپنی دینے کو...... اور فکر نہ کرو ابھی ہوں میں یہاں پر Chill کرو۔'' وہ ہنسی تو اروی مسکرادی۔

''صبح ہوئی تو وہ جلدی اٹھ گئی تھی...... اسی لیے سیدھا کچن میں چلی آئی۔

''رمضو بابا اگر فارغ ہیں تو مجھے ایک کپ کافی بنادیں پلیز۔'' وہ رمضو بابا سے بولی۔

''بیٹا آپ بلیک کافی پی لوگی...... میں حیان بابا کے لیے وہی بنا رہا ہوں۔'' وہ بولے۔

''جی جی کوئی بات نہیں بلیک ہی دے دیں۔'' وہ مسکرائی اور پانی کا گلاس لے کر باہر نکل گئی۔

ابھی تو سب سو رہے ہوں گے بڑے بابا جاگ رہے ہوں گے وہ یہ سوچ کر ان کے کمرے میں چلی آئی۔

(جاری ہے)

اسلام علیکم!
ہمیں اپنے Blog Kitabdost
http://kitabdostpk.blogspot.be
اور readingpoint
http://readingpointpk.blogspot.be
کے لیے لکھاریوں کی ضرورت ہے جو ہمارے لیے ناولز
لکھ سکیں جو خواتین و حضرات شوقین ہیں وہ
ہمیں اپنی تحریر (ناول،ناولٹ،افسانہ قسط وار ناول)
اس میل آی ڈی پہ سینڈ کر سکتے ہیں
maisrasultan@gmail.com
فیس بک پہ بھی اس میل کے زریعے رابطہ کریں

Downloaded From Paksociety.com

مکمل ناول

حبیبہ عمیر

تیر نیم کش

''بابا ہر انسان زندگی میں کوئی نا کوئی غلطی کرتا ہے نا..... اور اگر اس وقت جس وقت اس نے وہ کام کیا ہو..... وہ قدم ٹھیک لگے لیکن بعد میں معلوم ہو کہ وہ قدم غلط تھا اور وہ اس کی زندگی کی بھول بن جائے تو کیا پھر بھی وہ انسان سزا کا حق دار ہوتا ہے۔'' وہ اُن کے سینے سے.....

''سارے نکل گئے ہیں بہو؟'' بڑے بابا بھی تیار ہو کر باہر نکلے۔

''جی بابا سارے نکل گئے ہیں بس آپ ہیں اور حیان ہیں۔'' انہوں نے سائرہ کے کمرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جہاں سے ابھی تک اروبٰی برآمد نہیں ہوئی تھی۔

''ہوں چلو پھر میں تم لوگوں کے ساتھ نکلتا ہوں..... حیان آجائے گا خود ہی وہ کام سے گیا ہے..... کہہ رہا تھا بعد میں آؤں گا۔'' وہ کہہ کر نکل گئے۔

''چلیں بیگم.....'' نذیر صاحب اندر سے آئے۔

''جی بالکل!'' وہ مسکرائیں اور ایک نظر پھر سامنے کمرے پر ڈالی اور طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ نکل گئیں۔

وہ کمرے سے نکلی تو چار سو خاموشی کا راج تھا۔

''سارے نکل گئے..... کیا؟'' وہ حیران تھی کہ کسی نے اسے پوچھا بھی نہیں کیا وہ اتنی غیر اہم تھی۔ اس کی آنکھیں پھر سے نم ہو گئیں۔

وہ نیچے آئی اور صوفے پر ڈھے گئی۔

''بی بی جی آپ گئیں نہیں کیا؟ باقی سب تو چلے گئے ہیں اور باہر تو کوئی گاڑی بھی نہیں ہے.....'' ایک نوکرانی نے آ کر کہا۔

''ہں.....'' وہ چونکی..... اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کہے۔ وہ ہونقوں کی طرح اس ملازمہ کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

''تم گئی نہیں؟'' حیان تیزی سے اندر داخل ہوا تو اسے وہاں دیکھ کر حیرانی سے بولا۔ اس کے مطابق اس کے علاوہ اور کسی فرد کو گھر میں ہونا نہیں چاہیے تھا۔

''جی..... میں یہاں۔'' وہ بولی اور آنکھیں صاف کیں۔

''تم پانی کا گلاس لاؤ.....'' اس نے ملازمہ سے کہا جو بڑے تجسس سے اروبٰی کو دیکھ رہی تھی۔

''مجھے چھوڑ گئے ہیں بہت غیر اہم ہستی ہوں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

شاید۔'' وہ دکھی لگ رہی تھی۔

حیان نے افسوس سے دیکھا۔

''کوئی نہیں میں نے بھی جانا ہے آخر کو دنیا داری بھی تو نبھانی ہے۔'' وہ مسکرایا۔

اروی کو اس کی مسکراہٹ تلخ لگی۔ اس نے حیان کا چہرہ جانچا.....

وہاں ہمیشہ کی طرح سپاٹ سے تاثرات تھے جس سے اندازہ لگانا بہت مشکل کام تھا کہ آخری الفاظ تلخ تھے یا نہیں.....

''تم رُکو میں بس آیا.....'' وہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ پانچ منٹ بعد وہ واپس آیا..... اس نے صرف کوٹ کا اضافہ کیا تھا اپنے ملبوسات میں۔

''چلیں.....'' وہ گھڑی باندھتے ہوئے بولا۔

''ہوں.....'' وہ اٹھی۔

''آپ کی تیاری مکمل ہے؟'' اس نے اس کے پھیکے سے سراپے پر نظر ڈالی۔

''جی بالکل مکمل ہے.....'' وہ بجھے دل کے ساتھ بولی۔

''ہوں..... چلیں پھر.....'' وہ آگے بڑھ گیا۔

''سامنے والا ہال ہے آپ چلیں میں پارک کر کے آیا۔'' وہ اُسے اتارتے ہوئے بولا۔

''جی.....'' وہ اتر کر بڑھنے لگی۔ وہ اپنے ہی خیالوں میں تھی کہ کسی سے ٹکرا گئی۔

''سوری مس.....'' وہ لڑکا بھی شاید کہیں گم تھا۔

''اٹس اوکے.....'' اروی نے سر اٹھا کر کہا تو پتھر کی بن گئی۔

''لڑکے کے ہاتھ میں شاید کولڈ ڈرنک تھا جو اس کے کپڑوں پر گر گیا تھا وہ وہی صاف کرتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ اس نے اروی کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔

''یہ یہاں؟'' اُسے لگا شاید وہ گر ہی نہ پڑے اس نے اردگرد کوئی سہارا ٹٹولا تو کسی گاڑی کی پشت پر اس کا ہاتھ ٹک گیا وہ اس کا سہارا لے کر گہرے گہرے سانس لینے لگی۔

''یا خدا یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟''

''یہ میرے ماضی کا سب سے ڈراؤنا باب ہے۔ جس کو میں بھول کر بھی یاد نہیں کرنا چاہتی۔'' ایک اُسے دیکھ کر اُس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔

''اروبشہ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' حیان نے اُسے یوں دیکھا تو بول پڑا۔

''تم ٹھیک تو ہو نا؟'' اُس کا رنگ سفید پڑتا دیکھ کر وہ تشویش سے بولا۔

''ہا..... ہاں ہاں بالکل ٹھیک ہوں۔'' وہ فوراً سنبھلی کہ کہیں مسٹر فاروقی کو شک نہ گزر جائے۔

''چلیں پلیز.....'' وہ آگے بڑھی تو حیان بھی چل پڑا۔

پورے فنکشن میں وہ بہت ڈری ڈری رہی۔

چونکہ اس ہال میں صرف ایک ہی فنکشن تھا۔ اور آس پاس بھی کوئی شادی نہیں تھی لہٰذا وہ اسی فنکشن میں ہوگا..... اروی کو پورا یقین تھا..... وہ بھول کر بھی اس کے سامنے نہیں آنا چاہتی تھی۔

''باجی تم تو کہہ رہی تھیں کہ تم اُس کو گھر چھوڑ کر آئی ہو۔'' فائزہ نے اروی کو دیکھا تو شہلا سے آ کر کہا۔

''اروبشہ کو؟'' وہ بھی حیران تھیں۔

''ہوں..... مگر وہ تو ہے یہاں.....''

''آ گئی ہوگی حیان کے ساتھ بس وہ ہی بعد میں آیا ہے۔'' شہلا مصروف سے انداز میں بولی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اور آگے بڑھ گئی۔

''اللہ اروی تم کہاں رہ گئی تھیں۔'' عیشاء نے اسے اکیلے کھڑے دیکھا تو چلی آئی۔

''ارے تم تیار نہیں ہوئیں ٹھیک ہے۔'' وہ اسے سادہ سی دیکھ کر بولی۔

''طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری رنگ بھی ایک دم پھیکا پڑ رہا ہے۔'' وہ پریشان ہوئی۔

''ہاں یار..... ٹھیک ہوں..... بس ذرا تھکاوٹ محسوس ہو رہی تھی ناں تو بس دل نہیں کیا سجنے کا، اسی لیے جوڑا پہن لیا صرف اور آ گئی۔'' وہ مسکرائی۔

''ہوں..... چلو آؤ اسٹیج پر چلتے ہیں سارے وہیں ہیں۔'' وہ اسے کھینچتے ہوئے بولی۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھ گئی۔

حیان کو ان سب فنکشز پر عجیب بے چینی ہونے لگتی تھی اسی لیے وہ ہر ممکن کوشش کرتا تھا کہ ایسے فنکشز اور گیدرنگ میں کم سے کم آئے۔

''ہم بہت زبردست لگ رہے ہیں حیان دیکھو ہر ایک کی آنکھ میں ستائش ہے۔'' وہ اس کے کان کے قریب آ کر ہلکے سے بولی۔

''ایک پرفیکٹ کپل ہیں ہم.....'' اس کے لہجے میں غرور تھا۔ حیان نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ دلہن کے سراپے میں وہ اور بھی دلکش لگ رہی تھی۔

ان کی شادی یادگار شادی تھی۔ جس کا ایک ایک پل دونوں نے بہت انجوائے کیا تھا۔ ولیمے پر بھی وہ دونوں بہت خوبصورت لگ رہے تھے..... اور ایک دوسرے کے حسن کو وہ دونوں مکمل کر رہے تھے۔

''شزا.....'' اس کے اندر کوئی گرجا..... تو وہ ایک دم اٹھا اور ہال سے نکل گیا۔

بڑے بابا نے اُسے جاتے دیکھا اس کے چہرے سے واضح تھا کہ وہ کتنی برداشت سے کام لے رہا ہے..... اس لڑکی نے میرے بچے کو بالکل ختم کر دیا ہے..... زیر لب بڑے بابا نے کہا اور افسوس سے سر ہلا دیا۔

ہال سے نکل کر اس نے باہر آ کر گہرا سانس لیا۔ ٹھنڈک کا احساس اس کے اندر سرایت کرنے لگا۔ اس کی آنکھیں جل رہی تھیں جس میں کچھ نمکین سا پانی ہچکولے لے رہا تھا۔

وہ تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔

☆.....☆.....☆

ایک بار پھر وہ اسے نظر آیا جس سے اس کا شک یقین میں بدل گیا کہ وہ یہیں ہے۔ اروی کے ہاتھ پر پسینہ آ گیا۔

''یا خدا کیا کروں؟'' وہ جلدی سے اسٹیج سے اتر گئی اور نسبتاً اکیلے گوشے میں آ گئی۔

ہال مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہر طرف گہما گہمی تھی۔ سب لوگ اپنی اپنی دھن میں تھے ایک تنہا تھی تو وہ اروبشہ فاروقی کی ذات تھی۔

☆.....☆.....☆

وہ گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

اسے وہ اشعار شدت سے یاد آنے لگے جو اس نے کبھی پڑھے تھے۔

مجبور تھے حالات سے اپنے
محبت ہم جتا نہ سکے
دل ہی دل میں زخم کھاتے رہے
کسی کو ہم بتا نہ سکے
چاہتوں کی حدود سے بھی بڑھ کر کیا تھا پیار تجھے
بدقسمتی تھی دو گیت پیار کے ہم سنا نہ سکے
تیرے عشق کی تپش نے جلا ڈالا دل میرا
آگ بھی ایسی تھی جسے ہم بھلا نہ سکے

☆.....☆.....☆

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کتنی ہی دیر تک وہ سڑکوں پر پھرتا رہا ہے مقصد..... اندر کی گھٹن تھی کہ کم ہونے میں نہیں آرہی تھی۔ اس نے محبت میں ٹھوکر کھائی تھی۔ جس سے وہ ٹوٹ کر بکھر گیا تھا۔ اسے اپنی ذات ریزہ ریزہ محسوس ہوتی تھی۔ جسے وہ چاہ کر بھی سنبھل نہیں پا رہا تھا۔ ہاتھ میں سگریٹ دبائے وہ بے مقصد چلا جا رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

سوچ سوچ کر ہی اس کا دماغ پھٹنے لگا تھا۔

''اللہ یہ کہاں سے آ گیا پاکستان اور وہ وہاں پر کیا کر رہا تھا۔'' اروئی کے دماغ نے کام کرنا جیسے بند کر دیا تھا۔

''کیا وہ پھوپو کی فیملی سے تعلق رکھتا ہے یا پھر مائرہ باجی کے سسرال سے.....'' کیونکہ وہاں پر دونوں ہی خاندان جمع تھے۔

''اروئی یار یہاں کیا کر رہی ہو وہ بھی رات کے دو بجے؟'' فائقہ نے آ کر کہا۔

''ہاں یار بس ویسے ہی دل گھبرا رہا تھا۔'' وہ مسکرائی۔

''او کے زیادہ طبیعت خراب تو نہیں؟'' وہ فکر مندی سے بولی۔

''نہیں یار بس ویسے ہی.....'' وہ اس کا ہاتھ پیار سے تھام کر بولی۔

جیسے ہی اروئی نے فائقہ کا ہاتھ تھاما تو اسے احساس ہوا کہ اروئی کو تو بخار ہے۔

''یار تمہیں بخار ہے؟'' وہ اس کا ماتھا دیکھ کر بولی۔

''اچھا.....'' اروئی بے دلی سے بولی۔

''لڑکی اپنا خیال رکھا کرو۔'' وہ اسے اندر زبردستی لے جاتے ہوئے بولی۔

اس نے اسے زبردستی دودھ پلایا اور پھر دوائی دی۔

''یار تمہیں آرام کرنا چاہیے۔'' وہ چشمہ درست کر کے بولی۔

اروئی کو اس پر بہت پیار آیا جیسے اس کی تیمارداری کر رہی تھی۔

''ارے تم دونوں ابھی تک یہی ہو..... کیا ہوا فائقہ سونے کا ارادہ نہیں ہے کیا۔ رات کے تین بجنے کو آئے ہیں۔'' عالیہ جو لائٹس آف کرنے آئیں تھیں انہیں دیکھ کر ٹھٹک گئیں۔

''ارے ماما اروئی کو بخار ہے بس اسی لیے اسے دوا دے رہی تھی۔'' وہ بولی۔

''بیٹا زیادہ تو طبیعت خراب نہیں ہے ناں۔'' وہ بھی فکر مندی سے بڑھیں انہوں نے اسے جانچا۔

''بیٹا اپنا دھیان رکھا کرو نا..... تم بھی ناں اپنا بالکل خیال نہیں رکھتی۔'' وہ پیار سے بولیں۔

''اور بیٹا بھابی کا برا نہ مانا کرو..... درگزر سے کام لیا کرو۔'' وہ ایک مشفق سی خاتون تھیں اسی لیے وہ اروئی کو سمجھا رہی تھیں۔ انہیں اس سے ہمدردی تھی آخر بن ماں باپ کی بچی یوں دربدر ہو کر رہ گئی تھی۔ یہاں پر سب اس کے اپنے تھے مگر اپنوں کی اپنائیت ناپید تھی۔

''آپ بالکل فکر نہ کریں ماما میں نے اسے بس چٹکیوں میں ٹھیک کر دینا ہے۔ آخر کو آدھی ڈاکٹر تو میں ہوں ہی۔'' وہ فرضی کالر جھاڑ کر بولی۔

''اچھا جی.....'' وہ مسکرائی۔

''بیٹا تم آرام کرو.....'' وہ اٹھیں، اور اُسے پیار کیا۔

''جی.....!'' وہ مسکرائی۔

''لیکن ماما یہ سوئے گی کہاں؟ کیونکہ آج تو

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سائرہ باجی ہیں اپنے کمرے میں اور شانزے وغیرہ کے کمرے بھی بھرے ہوئے ہیں مہمانوں سے۔'' فائقہ کو یاد آیا تو بولی۔

''ہوں..... بیٹا جو بھی کمرہ خالی ہے وہاں اسے سلا دو۔''

''اسے آرام کی سخت ضرورت ہے۔'' وہ جاتے جاتے بولیں۔

''ہوں..... اروئی میرا خیال ہے حیان بھائی تو چلے گئے ہیں۔ تم اُن کا کمرہ استعمال کر سکتی ہو۔''

''اچھا وہ چلے گئے۔'' وہ حیران ہوئی۔

''سارے یہ ہی کہہ رہے تھے کہ انگری مین چلا گیا ہے۔ اُن کا پتہ ہی نہیں چلتا کب آئے اور کب گئے..... آخر کو وہ حیان فاروقی جو ہیں۔'' وہ مذاق اڑاتے ہوئے بولی۔

''ہوں میں واقعی آرام کرنا چاہ رہی ہوں سر میں بہت درد ہے میرے۔'' وہ اور کچھ بھی سوچنا نہیں چاہتی تھی اسی لیے اٹھ گئی۔

فائقہ اسے حیان کے کمرے کے باہر چھوڑ کر چلی گئی۔

''تھینکس.....'' اروئی پیچھے سے بولی۔

''کوئی بات نہیں جانی۔'' وہ مسکرائی اور تیزی سے بڑھ گئی۔ وہ اندر آئی..... اسے بہت کمزوری ہو رہی تھی اوپر سے سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ وہ سیدھی بیڈ پر آئی اور ڈھے گئی۔ چند ثانیے بعد وہ گہری نیند میں تھی۔

صبح فجر کی اذانوں کے ساتھ وہ واپس آیا..... گھر میں مکمل سکوت تھا..... وہ سیدھا کمرے میں آیا..... لائٹ جلائی تو احساس ہوا کہ کمرے میں وہ اکیلا نہیں ہے بلکہ کوئی اور بھی ذی نفس موجود ہے..... اسے سخت کوفت ہوئی..... کون ہے جو میرے کمرے میں آنے کی ہمت کر بیٹھا ہے۔

اسے سخت غصہ آیا وہ چلتا ہوا بیڈ کے قریب آیا تو سامنے بے خبر اروئی کو سوتے پایا۔

''یہ یہاں کیا کر رہی ہے؟'' غصے اور کوفت کے مارے اس کا حال برا تھا۔ اوپر سے تھکن الگ تھی۔

وہ پاؤں پٹختا ہوا واپس مڑا..... اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

اس نے ٹائم دیکھا تو 5 بج رہے تھے۔ وہ صوفے کی پشت پر سر رکھ کر خود ریلیکس کرنے لگا۔

اس کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو صوفے پر پایا۔

''اوہ..... میں تو سو گیا تھا۔'' وہ خود کلامی کرتے ہوئے بولا۔ گھڑی پر نظر گئی تو 7 بج رہے تھے۔ اوہ دو گھنٹے ہو گئے۔ وہ اٹھا فریش ہوا اور الماری سے کچھ ٹٹولنے لگا۔

اس کے بعد اس نے چند جوڑے اور کچھ فائلز بیگ میں رکھیں..... اور جاتے جاتے پھر سے ایک نظر بے سدھ پڑی اروئی پر ڈالی اور نکل گیا۔

''رمضو بابا ایک کپ کافی اور کچھ کھانے کو دے دیں۔'' وہ ڈائننگ ٹیبل پر آیا۔

''ارے بیٹا تم اتنی صبح.....'' عالیہ بھی ڈائننگ ٹیبل پر آ گئیں۔

''جی.....'' وہ اخبار کھول کر بیٹھ گیا۔

''رمضو بابا میرے لیے پانی لا دیں۔'' وہ بولیں۔

''تم جانے کا ارادہ رکھتے ہو کیا؟'' انہوں نے پاس پڑے بیگ کو دیکھا تو بولیں۔

''جی.....'' جواب مختصر تھا۔

''ہوں خیر سے جاؤ۔'' وہ مسکرائیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اس نے جلدی سے کافی ختم کی اور اٹھ گیا۔
''اللہ حافظ۔'' وہ بیگ اٹھاتے ہوئے بولا۔
''جاؤ بیٹا..... اللہ حافظ۔'' وہ مسکرائیں۔ اور بڑھ کر سر پر ہاتھ پھیرا۔
وہ پلٹ گیا۔
ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ بڑے بابا آ گئے۔
''السلام علیکم بابا جان.....'' وہ باادب تھیں۔
''وعلیکم السلام..... بیٹا جیتی رہو۔'' وہ پیار دیتے ہوئے بولے۔
''کون صبح صبح ناشتہ کر کے گیا ہے۔'' وہ سامنے پڑے توس اور کپ کو دیکھ کر بولے۔
''حیان بابا جان..... وہ چلا گیا ہے۔'' وہ چائے کا کپ انہیں تھما کر بولیں۔
''کیا وہ چلا بھی گیا؟'' وہ افسوس سے بولے۔
''جی.....'' وہ چائے کا سپ لے کر بولیں۔
''ہوں.....''
''باقی سب تو سو رہے ہوں گے.....''
''جی بابا..... شادی کی تھکن ہے ناں ابھی۔'' وہ مسکرائیں۔
''اچھا اروی کہاں ہے مجھے تو وہ نظر ہی نہیں آئی تھی کل؟'' وہ فکرمندی سے بولے۔
''وہ ولیمے میں تو موجود تھی ناں؟''
''وہ بابا اسے بخار تھا ناں تو رات ہی دوا دی تھی اسے وہ بھی آرام کر رہی ہوگی۔''
''جی بابا تھی وہ وہاں پر۔''
''اوہ اچھا اچھا..... بیٹا تم ذرا اس کا خیال رکھا کرو..... وہ امانت ہے میرے پرویز کی..... شہلا ذرا گرم مزاج کی ہے..... اوپر سے اس کی بہن بھی آج کل یہیں ہے۔''

بڑے بابا سمجھ دار انسان تھے حالات کی نزاکت کا انہیں اچھے سے احساس تھا۔ یقیناً وہ پرویز کی غلطی کو بھلا نہیں پائی ہوں گی۔
''جی بابا میں سمجھتی ہوں مجھے خود بھی اس کا بہت خیال رہتا ہے۔''
''جیتی رہو بیٹا..... جیتی رہو۔'' وہ دعا دیتے ہوئے اٹھ گئے۔

☆.....☆.....☆

شادی کے ہنگامے سرد پڑنے لگے تو زندگی دوبارہ معمول پر آنے لگی۔ وہ بھی تھوڑی سنبھل گئی تھی۔ اس نے اپنے ماضی کے بارے میں فکرمند ہونا چھوڑ دیا تھا۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا کیا پتہ عمر بھر کسی کو خبر ہی نہ ہو۔ وہ خود ہی سوچتی اور خود ہی اپنے آپ کو تسلی دے لیتی کہ سب ٹھیک ہوگا۔
سائرہ باجی کے بعد فائقہ بھی واپس ہاسٹل چلی گئی تھی۔ اس لیے وہ تھوڑی تنہا ہوگئی تھی۔ شانزے من موجی تھی۔ دل کرتا تو ڈھیروں باتیں کر ڈالتی اگر موڈ نہ ہوتا تو کئی کئی دن تک بات نہ کرتی۔ اروی خود کو حد درجہ مصروف رکھنا چاہتی تھی تاکہ غلط قسم کی سوچیں اس کے دل میں نہ آئیں۔
''ارے بھابی آیئے نا بیٹھیے۔'' اروی نے سحرش کو دیکھا تو اخلاقاً بولی۔
''ہوں، بھئی میں تو بور ہوگئی تھی اندر سوچا باہر ہی آ جاؤں۔'' وہ کرسی پر براجمان ہوئی۔
اروی مسکرا دی۔
''چائے لیں گی بھابی.....'' وہ بولی۔
''ہاں بھئی کیوں نہیں لیں گے بلکہ ساتھ میں کچھ چٹ پٹا بھی ہونا بنتا ہے موسم بہت مزے کا ہو رہا ہے نا۔'' وہ آسمان کو دیکھتے ہوئے بولی۔ جہاں شام کی سرخی گہری ہو رہی تھی۔ مشرق سے چلنے والی تیز ہوائیں پتوں کو جھومنے پر مجبور کر رہی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تھیں۔ پتوں کی سنسناہٹ عجیب سر بکھیر رہی تھیں۔ پرندوں کی آوازوں نے سونے پر سہاگہ کا کام کر دیا تھا۔

''لے لیں بھابی آپ بھی چائے کہاں گم ہیں؟'' اروی نے سحرش کو کھوئے ہوئے دیکھا تو بولی۔

''آ..... ہاں..... لاؤ بھئی.....'' وہ چونکی اور ہاتھ بڑھا کر کپ تھام لیا۔

وہ اروی کو غور سے دیکھنے لگی۔ سنہری مائل گھنگھریالے بال' شفاف رنگ' گھنی پلکیں' خوبصورت آنکھیں اور مترنم ہونٹ..... وہ کتنی پیاری اور معصوم سی گڑیا لگ رہی تھی۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہیں بھابی؟'' وہ اسے یوں گھورتا پا کر تھوڑی کنفیوز ہوگئی۔

''کچھ نہیں میں ذرا تمہیں پہلی بار Detail میں دیکھ رہی ہوں جناب۔'' وہ چائے کی چسکی لے کر بولی۔

''اچھا.....'' وہ حیرانی سے بولی۔

''تم بہت پیاری ہو اروی۔'' وہ اس کی کھلے دل سے تعریف کر کے بولی۔

''تھینکس.....'' وہ تھوڑا شرما گئی۔

''تم آئی نہیں نا کبھی ہماری طرف جب سے پاکستان آئی ہو؟''

''جی بھابی ابھی آئے ہوئے چند ماہ ہی ہوئے ہیں۔''

''بس کہیں آنا جانا ہی نہیں ہوا ہے..... میں تو آپ کی فیملی مطلب پھوپو والی ان سب سے بھی ٹھیک سے متعارف نہیں ہوئی ہوں۔'' وہ تفصیلی جواب دے کر چائے پینے لگی۔

''لو اس میں کیا ہے..... ابھی کیے دیتے ہیں تمہیں متعارف۔'' وہ چٹکی بجا کر بولی۔

''ہم چار بہن بھائی ہیں۔'' وہ ہاتھ کے اشارے سے بولی۔

اروی مزے سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

''عامر بھائی پھر میں پھر فیضان اور پھر مہوش.....''

''عامر بھائی کی شادی ہوئی ہے اُن کی بیگم کا نام صنم ہے اور اُن کی ایک بہت پیاری بیٹی ہے غانیہ.....''

''پھر میں ہوں مجھے تو جانتی ہو ناں؟'' وہ آنکھیں مٹکا کر بولی۔

''جی جی بالکل.....'' وہ فوراً سر کو زور زور سے ہلا کر بولی۔

''گڈ.....'' وہ ہنسی..... تو اروی کو بھی اس کے انداز پر ہنسی آ گئی۔

''پھر فیضی ہے میرا بھائی..... اس نے اپنی مکینیکل انجینئرنگ ختم کی ہے اسی سال اب اس کا آگے پتہ نہیں کیا کرنے کا ارادہ ہے..... اسے تم چھوڑو۔'' وہ ہاتھ کو جھاڑ کر بولی۔

''اور پھر مہوش ہے..... وہ اکنامکس میں اونرز کر رہی ہے..... لاسٹ ایئر ہے اس کا..... وہ ذرا کم ہی گھلتی ملتی ہے سب سے اسی لیے تم نے نوٹ کیا ہوگا کہ شادی میں بھی ذرا الگ تھلگ تھی وہ..... اسے شور ہنگاموں سے بالکل بھی شغل نہیں ہے۔ میں تو اسے آدم بیزار کہتی ہوں..... جب دیکھو تب کتابوں میں سر دیے رہتی ہے..... اور چھٹیوں میں یہ موٹے موٹے ناولز اور فلاسفی..... اور نجانے کیا کیا پڑھتی رہتی ہے۔'' ہاں تو یہ ہے ہماری چھوٹی سی فیملی وہ چھوٹی کو کھینچ کر ادا کر کے بولی۔

''اب ہوگئی ناں متعارف۔'' وہ مسکرائی۔

''جی بھابی ہوگئی ہوں۔'' وہ مسکرانے لگی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تھینک یو سو مچ بھابی آپ نے میرا موڈ بہت فریش کر دیا ہے۔'' وہ مشکور تھی۔

''ارے ہمارے ساتھ رہو گی تو خوش خوش رہو گی۔'' وہ فرضی کالر جھاڑ کر بولی۔ تو دونوں ہنس دیں۔

☆.....☆.....☆

شانزے اور اروئی کے ایگزامز ہو رہے تھے۔ اسی لیے دونوں دیر رات تک پڑھتی تھیں۔

''یار حد ہو گئی ہے کب سے یہ نوٹس پکڑے بیٹھی ہوں کہ کچھ تو پلے پڑے مگر حد ہے جو کچھ بھی سمجھ آیا ہو۔'' وہ نوٹس بیڈ پر پٹخ کر بولی۔

اروئی کو ہنسی آ گئی۔

''تم کیوں دانت نکوس رہی ہو لڑکی؟'' اسے یوں ہنستا دیکھ کر اس کا پارہ اور بھی چڑھ گیا۔

''میں کب ہنس رہی ہوں بھئی؟'' وہ یکدم سنجیدہ ہوئی۔ مگر لبوں پر اب بھی دبی دبی ہنسی موجود تھی۔

''یار مجھے نہیں یاد ہو رہا ہے.....'' وہ دونوں ہاتھ اُٹھا کر رنجیدہ ہو گئی۔

''ارے تمہیں اس لیے یاد نہیں ہو رہا ہے کیونکہ تمہیں تھوڑا فریش ہونے کی ضرورت ہے۔'' اروئی نے نوٹس سائیڈ پر کیے اور بیڈ پر ٹانگیں پھیلا لیں۔

''ایک کام کرو..... باہر جاؤ ایک چکر لگا کر آؤ اور ہو سکے تو چائے بنا کر لاؤ خود بھی پیو اور مجھے بھی پلاؤ پھر دیکھنا یوں چٹکیوں میں یاد ہو جانا ہے تمہیں۔'' وہ چٹکیاں بجاتے ہوئے بولی۔

شانزے منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔

''تمہارا ابھی تو صبح پیپر ہے نا تم پھر بھی اتنی ریلیکس ہو یار اروئی۔''

وہ اسے اتنا فری اور ریلیکس دیکھ کر متاثر لگ رہی تھی اور خود اس کا ٹینشن کے مارے برا حال تھا۔

''ہوں اس کا ایک آسان نسخہ ہے۔'' اسے شرارت سوجھی۔

''کیا؟'' وہ ایک دم اچھل کر قریب ہوئی۔

''تم سارا ٹائم برباد نہ کیا کرو..... موویز میں گیمز میں شاپنگ میں اور ساتھ ساتھ پڑھ لیا کرو تو تم بھی لاسٹ موومنٹ پر میری طرح فری رہو گی۔'' وہ مسکرا کر بولی جبکہ آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

''کیا.....؟ تم چپ کرو۔'' وہ کشن اس کو مار کر پاؤں پٹختی ہوئی باہر نکل گئی۔

پیچھے اروئی ہنستی رہی۔

☆.....☆.....☆

''عالیہ تمہیں پتہ ہے وہ جو سائرہ کی پھوپی ساس ہے نا وہ آنا چاہ رہی ہیں ہمارے ہاں۔'' شہلا جو ابھی فون سن کر کمرے سے نکلیں تھیں بہت پُرجوش لگ رہی تھیں۔

''اچھا کیوں بھابی؟'' وہ مصروف سے انداز میں بولیں۔

''ارے کوئی کیوں جوان بچیوں کے گھروں میں آتا ہے؟''

وہ الٹا ان سے سوال کر کے بولیں۔

''اچھا تو یہ بات ہے..... اچھی بات ہے بھابی یہ تو بچیاں جتنی جلد اپنے گھروں کی ہو جائیں اتنا ہی اچھا ہے۔'' وہ مسکرا کر بولیں۔

''پتہ ہے وہ شادی میں بھی شانزے کی بہت تعریف کر رہی تھیں..... مجھ سے بار بار پوچھ رہی تھیں کہ کہیں میں نے اس کی بات تو پکی نہیں کی کہیں۔'' وہ بہت خوش لگ رہی تھیں۔

''ہوں.....'' وہ مسکرا دیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تم بتاؤ کہ تم نے کیا سوچا ہے..... فائقہ کا..... دونوں تقریباً ہم عمر ہی تو ہیں؟''

''بھابی ابھی تو وہ اپنی ڈاکٹری کی پڑھائی کر رہی ہے..... میرا ابھی تو اس کے لیے کوئی ارادہ نہیں ہے البتہ میں عثمان کے لیے سنجیدہ ہوں..... سوچ رہی ہوں کہ اس کے ابو سے بات کروں کہ اب اس کی شادی کر دینی چاہیے۔''

''ہوں صحیح کہہ رہی ہو تم..... تم بھی اب اپنی بہو لے ہی آؤ۔'' وہ اپنے تئیں مفید مشورے سے نواز رہی تھیں۔

''کوئی لڑکی ہے نظر میں؟'' وہ متجسس ہوئیں۔

''لڑکیاں تو بہت ہیں بھابی بس پہلے عثمان کی مرضی معلوم کرلو۔'' وہ ٹال گئیں۔

''آپ بتائیں شہزاد کا کیا سوچا ہے آپ نے؟'' وہ بات کا رخ پلٹ گئیں۔

''بھئی سوچنا کیا ہے اپنی فائزہ کی ہی بیٹی لاؤں گی۔''

''اچھا.....'' عالیہ حیرانی سے بولیں۔

''کبھی ذکر نہیں کیا آپ نے؟''

''بھئی اس میں ذکر کی کیا بات ہے' میرے میکے میں سوائے میری بہن کے ہے ہی کون؟'' وہ افسردہ ہوگئی۔

''جیسے آپ کی مرضی بھابی۔'' وہ کہہ کر اٹھ گئیں۔

''ہونہہ..... جیسے آپ کی مرضی بھابی۔'' وہ منہ بگاڑ کر بولی۔

''تو اسے کیا لگا کہ اس کی بیٹی اٹھا لاؤں گی اپنے شہزاد کے لیے میں تو اپنی بھانجی ہی لاؤں گی۔'' وہ زیر لب بڑبڑائیں۔

☆.....☆.....☆

رات میں وہ ناصر فاروقی سے بولیں۔

''میں سوچ رہی ہوں کہ اب عثمان کی بھی شادی کر دی جائے کیا خیال ہے آپ کا اس بارے میں۔''

وہ بیڈ کے ایک کونے میں ٹک گئیں۔

''ہوں..... ٹھیک بات ہے بیگم۔'' وہ ان سے متفق دکھائی پڑتے تھے۔

''تو پھر لڑکی بھی دیکھ لی ہے کیا؟'' وہ مسکرائے۔

''بھئی لڑکیاں تو بہت ہیں..... سنبل' ثمرین کی بیٹیاں ہیں پھر بھائی کی بھی بیٹیاں ہیں اور پھر..... اروبی۔'' اروبی کا نام انہوں نے آہستگی سے لیا۔

''اس کے نام پر آواز کیوں مدھم ہوگی بیگم آپ کی۔'' انہوں نے فوراً پکڑ لیا۔

''بچی تو دیکھی بھالی ہے وہ بس ذرا اس کا ماضی مشکوک ہے۔'' وہ سنجیدہ تھیں۔

''اور ایسی لڑکی کا انتخاب.....''

''ہاں یہ بھی ہے ویسے۔'' وہ بھی بولے۔

''یہ تو وہ جانتی ہے یا خدا ہی جانتا ہے کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔''

''خیر آپ نے شانزے کا تو کہیں ذکر ہی نہیں کیا۔'' وہ شرارتاً بولے۔

''رہنے دیں آپ اسے..... شاید بھابی کے مزاج سے آپ واقف نہیں..... ہے ناں؟'' وہ طنزاً بولیں۔

''اور بیٹی ماں کا پرتو ہوتی ہے جناب..... شانزے میں واضح بھابی کی جھلک ہے..... ہاں اگر بات سائرہ کی ہوتی تو میں ضرور لچک پیدا کرتی..... مگر اب تو خیر سے وہ اپنے گھر بار والی ہوگئی ہے۔''

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

وہ لیٹے ہوئے بولیں۔
تو ناصر صاحب مسکراتے ہوئے دوبارہ کتاب پڑھنے میں مصروف ہوگئے۔

☆.....☆.....☆

آج کتنے دنوں بعد سب اکٹھے ہوئے تھے۔ آج سائرہ باجی بھی آئیں ہوئی تھیں۔ اسی لیے گھر میں خوب رونق تھی۔ سارے سٹنگ روم میں بیٹھے باتیں کررہے تھے۔
''بھئی کافی دن ہوگئے ہیں کہیں آؤٹنگ پر چلتے ہیں۔'' شانزے نے کہا۔
''کیا خیال ہے آپ سب کا؟'' وہ سب کی طرف متوجہ ہوئی۔
''ہوں اچھی بات ہے آپ سارے بچے ہو آؤ کہیں پر۔'' نذیر صاحب نے کہا۔
''کیوں بھئی بڑے کیوں نہیں چلیں گے؟'' شہریار نے کہا۔
''بھئی اب ہمارے گھومنے پھرنے کے دن تو ہیں نہیں تم جاؤ عیش کرو..... ہم نے اپنے وقتوں میں خوب عیش کی تھی۔''
ناصر صاحب اپنی جوانی یاد کر کے بولے اور مسکرادیے۔
''لو یہ کیا بات ہوئی بھئی سب چلتے ہیں۔'' ریحان نے مداخلت کی۔
''یار وہ جو ڈیل تھی جس پر کل ہم بات کررہے تھے اس کا کیا بنا ہے۔''
نذیر صاحب کو کچھ یاد آیا تو وہ شہریار' عثمان اور شہزاد کی طرف متوجہ ہوئے۔
''لو جی..... ایک تو انہیں کام کے علاوہ کچھ بھی نہیں سوجھتا۔'' شہلا فاروقی نے سر پکڑلیا۔
جبکہ وہ سب اپنی باتوں میں مصروف تھے۔
''بڑے بابا آپ بھی اپنی رائے دیں ناں۔'' عثمان نے انہیں بھی شامل کیا۔
''کیوں نہیں یار بالکل!'' وہ اٹھے۔
''تم لوگ آؤ ذرا باہر بیٹھے ہیں۔'' وہ اٹھے تو پیچھے ہی ناصر' نذیر' شہریار' شہزاد اور عثمان بھی چلے گئے۔
''لو ہوگئی پکنک.....'' ریحان برا سا منہ بنا کر بولا۔
اس کے چہرے کے بگڑتے زاویوں پر شانزے اور اروئی ہنسے بنا نہ رہ سکیں۔
''سائرہ ذرا تم آنا میرے ساتھ۔'' شہلا فاروقی سائرہ کو سب کے درمیان میں سے نکال کر لے گئیں جبکہ عالیہ سمجھ گئیں کہ کیا بات ہوگی۔
''میں بھی نماز پڑھنے جارہی ہوں بچوں اب تم خود ہی فیصلہ کرلو کہ کہاں جانا ہے کیونکہ باقی سب تو ہوگئے ہیں مصروف.....'' وہ مسکرائیں۔
''ماما مذاق تو نہ اڑائیں ہمارا.....'' ریحان چڑ گیا۔
''ایسا کرتے ہیں یار ہم چلتے ہیں کہیں۔'' شانزے نے کہا۔
''کہاں جانا ہے بھئی..... ہمیں بھی لیتے جاؤ۔'' فیضی اندر آیا۔
''ارے آؤ یار تم ہی آجاؤ باقی تو سب مصروف ہیں۔'' ریحان نے کہا تو وہ ہنستا ہوا آگیا۔
''کیسی ہو باجی۔'' وہ سحرش کا ماتھا چوم کر بولا۔
''ٹھیک ہوں بھئی تم سناؤ۔'' وہ مسکرائی۔
وہ اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔ جبکہ ریحان' اروئی اور شانزے نیچے فرش پر کشنز پر بیٹھے تھے۔
''آپ کیسی ہو اروئی؟'' وہ خصوصاً اروئی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سے مخاطب ہوا۔

''گڈ.....'' وہ مسکرائی۔

''اوہ..... بھائی ہم بھی ہیں راہوں میں۔'' شانزے نے یاد دلایا۔

''پتہ ہے مجھے..... موٹو.....'' وہ منہ چڑا کر بولا۔

وہ پُرشوق نگاہوں سے اروئی کو دیکھ کر بولا جس سے وہ تھوڑی Concious ہو رہی تھی۔

''خیریت ہے ناں..... یہ تمہارا پچھلے دس دنوں میں تیسرا چکر ہے۔'' سحرش اس کی نگاہوں کے تعاقب میں اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے بولی۔

''باجی اتنا تو تمہیں سمجھ جانا چاہیے تھا کہ میرا یہ تیسرا چکر کیوں ہے؟'' وہ اُلٹا اُسے دیکھ کر مسکرا اٹھا۔

''پہلے نانو کے گھر کوئی ایکٹویٹی نہیں تھی ناں اب زندہ سالم سامنے بیٹھی ہے۔'' وہ کھسیانہ ہو کر ہنس دیا۔ آواز اتنی ہی تھی کہ سحرش ہی سن سکے۔

''بھئی کیا کھسر پھسر ہو رہی ہے بہن بھائیوں میں؟'' شانزے ان کو کھوجتی نظروں سے دیکھ کر بولی۔

''بھئی اپنی بہن کو مفید مشوروں سے نواز رہا تھا کہ شوہر پر کیسے دوڑیاں کس کر رکھنی ہیں۔'' وہ مسکرایا۔

''اوہ..... یعنی الٹی پٹیاں وہ بھی میرے بھائی کے خلاف.....''

''اچھا جی.....'' وہ ہنسی۔

''جی بالکل اُلٹی پٹیاں وہ بھی آپ کے بھائی اور میرے بہنوئی کے خلاف۔'' وہ بھی اسی کے انداز میں بولا۔

اور سب ہنس دیے۔

''ہم لوگ کہیں جا رہے تھے شاید؟'' اروئی نے اصل موضوع گفتگو یاد دلایا۔

''ہاں بالکل.....'' ریحان نے بھی ساتھ دیا۔

''ہاں تو سائرہ تم بتاؤ نا پھر کیا کہا ہے تمہاری پھوپو ساس نے؟'' شہلا انہیں اپنے روم میں لے آئیں اور اپنے سامنے بٹھا کر بولی۔

''کس بارے میں امی۔'' وہ انجان تھی۔

''ارے تمہیں معلوم نہیں کہ انہوں نے فون کیا تھا کہ وہ آنا چاہ رہی ہیں ہمارے گھر رشتے کے سلسلے میں۔'' وہ حیرت سے بولیں۔

''ہاں..... انہوں نے نمبر مانگا تھا مگر کس لیے مانگا تھا پتہ نہیں مجھے.....''

''اوہ..... اچھا.....''

''کب آیا تھا فون اُن کا؟''

''کچھ دنوں پہلے آیا تھا..... کہہ رہی تھیں کہ آئیں گی وہ کسی دن مجھے لگا شاید تم سے مشورہ کر کے ہی بات کر رہی ہوں۔''

''نہیں امی ایسا تو کچھ نہیں ہے..... مجھ سے تو نہیں کہا کچھ بھی۔ چلیں جب آئیں گی تو دیکھا جائے گا۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولیں۔

''اچھا اگر بات ہوتا تمہاری تو بتانا۔'' وہ اُسے دیکھ کر بولیں۔

''جی امی بتا دوں گی.....'' وہ کمرے سے نکل گئی۔

رات اُس کا رُکنے کا ارادہ تھا لہٰذا وہ اپنے کمرے میں ہی چلی آئی جہاں اروئی پہلے ہی موجود تھی۔

''May I Come In۔'' وہ اندر جھانک کر بولی۔

''ارے باجی آئیں ناں آپ مجھے شرمندہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کر رہی ہیں۔'' وہ خود دروازے تک اسے لینے کے لیے آئی۔

''بھئی اب ہم تو ہو گئے پرائے اب تو یہ اروبشہ فاروقی کا کمرہ ہے بھئی۔'' وہ اس کے چہرے پر پیار کر کے بولی۔

''نہیں باجی پہلے بھی یہ کمرہ آپ سے منسوب تھا اب بھی یہ کمرہ آپ کا ہے اور ہمیشہ رہے گا..... مہمان تو میں ہوں یہاں۔'' وہ افسردہ سی ہو گئی۔

''نہیں بالکل نہیں اب یہ کمرہ میری پیاری اروبی کا ہے..... اور یہاں کی ہر چیز بھی اُس کی ہے۔'' وہ مسکرائی۔

''تھینکس باجی..... آئیں ناں بیٹھیں باتیں کریں مجھ سے اتنے دن ہو گئے ہیں میری آپ سے بات ہی نہیں ہوئی ہے..... مجھے آپ سے ڈھیروں باتیں کرنی ہیں۔''

''اور مجھے بھی تم سے ڈھیروں باتیں کرنی ہیں۔'' وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی پھر دونوں مسکرا دیں۔

☆.....☆.....☆

وہ کب سے اپنی فائلز میں سے کام کی فائل تلاش کر رہا تھا۔

''ارے کہاں گئی ہے۔''

آج چھٹی کا دن تھا تو وہ اپنی پرانی فائلز کو کھنگال رہا تھا۔

سبھی فائلز مل گئی تھیں مگر جس فائل کی اسے تلاش تھی وہی ندارد تھی۔

''شانی..... شانی.....'' اس نے ملازم لڑکے کو آواز دی۔

جی بھائی۔'' کچھ ہی دیر میں وہ آ گیا۔

''یار میری ساری فائلز کیا یہیں پر ہیں؟''

''تم نے کہیں اور تو نہیں رکھیں؟'' وہ پریشان سا لگ رہا تھا۔ اُکتایا اُکتایا سا.....

''بھائی میں نے تو نہیں رکھیں البتہ آپ کچھ اور فائلز بھی لائے تھے واپسی پر۔'' وہ بولا۔

''ہاں..... وہی یار..... جاؤ جلدی سے لے کر آؤ۔'' وہ سر پر ہاتھ مار کر بولا۔

''جی.....'' وہ مسکراتا ہوا پلٹ گیا۔

وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں چند فائلز تھیں۔

''گڈ بوائے.....'' وہ مسکرایا۔

''اچھا اب مجھے ایک کپ اچھی سی چائے پلاؤ اور ساتھ میں کچھ ہلکا پھلکا کھانے کو بھی لیتے آنا۔'' وہ فائلز تھام کر بولا۔

''جی.....'' وہ پلٹ گیا۔

اس نے فائلز جانچنا شروع کیں۔

''ارے یہ فائل تو میری نہیں ہے۔'' ایک لال رنگ کی فائل پر اس کی توجہ مبذول ہوئی۔

اس نے پہلے وہی فائل کھولی۔

اس میں پرویز فاروقی سے متعلق پیپرز تھے۔

''اوہ..... یہ تو چاچا کی فائل ہے..... میں اروبشہ کو دینا ہی بھول گیا۔''

وہ پیپرز کو پڑھنے لگا۔ اس میں کچھ میڈیکل ہسٹری تھی چاچا کی کچھ پیپرز اُن کی پراپرٹی سے متعلق تھے۔ پیپرز دیکھتے ہوئے اُس کی نظر اُس خط پر پڑی۔ اس نے وہ خط نکالا اور اُسے پڑھنے لگا۔

وہ خط اروبشہ نے اپنے بابا کے نام لکھا تھا۔

جیسے جیسے وہ خط پڑھتا جا رہا تھا ویسے ویسے ہی اس کے چہرے کے تاثرات واضح طور پر بدل رہے تھے۔

''اوہ..... تو یہ مسئلہ ہے۔'' خط پڑھ کر اس کے منہ سے نکلا۔ ساتھ ہی اسی خط سے متعلق

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دوسری چیزیں بھی ملیں۔

''ہوں..... او کے اب جاؤں گا تو دے دوں گا۔'' اس نے خود کلامی کی پھر دوبارہ فائل بند کردی۔

☆.....☆.....☆

آج صبح ہی سائرہ کا فون آیا تھا اور وہ کہہ رہی تھی کہ وہ لوگ شام کو آئیں گے..... تبھی سے شہلا بیگم خوب تیاریوں میں مصروف تھیں۔

شہلا بیگم نے شانزے کو بھی ہدایت کردی تھی کہ یونیورسٹی سے جلدی آجائے۔

ریحان کچن میں داخل ہوا تو چار سو کھانے کی خوشبوؤں نے بانہیں کھول کر خوش آمدید کہا۔

''واؤ تائی امی خیریت ہے.....'' وہ سالن بھونتی شہلا بیگم کے عقب میں آکر کھڑا ہوگیا اور ساتھ ہی للچائی نظروں سے بھونتے گوشت کو دیکھنے لگا۔ ساتھ ہی کٹے کھیرے جو سلاد کی غرض سے کاٹے گئے تھے اُن کو کھانے لگا۔

''ہاں بیٹا خیریت ہے بس کچھ مہمان آرہے ہیں شام میں تو بس اسی کی تیاری ہے۔'' وہ چمچ ہلاتے ہوئے بولیں۔

''لگتا ہے خاص مہمان ہیں جبھی تو اتنی تیاری ہورہی ہے۔'' وہ دوسرے سالن کا ڈھکن اٹھاتے ہوئے بولا۔

''جیو تائی امی کیا مزے کا پالک گوشت لگ رہا ہے۔'' وہ اُس کی اشتہا انگیز خوشبو سونگھتے ہوئے بولا۔

''مطلب آج تو مزے ہی آجائیں گے کھانے کے، واہ جی واہ.....'' وہ ناچنے لگا۔

''چٹورہ ہے یہ لڑکا تو۔'' تائی نے اسے سائیڈ پر کیا اور ہنس دیں۔

''بیٹے مزے تو تب آئیں گے نا جب مہمانوں سے کچھ بچے گا۔'' سحرش نے اُس کے کان کھینچے۔

''اوہ..... بھابی پیار سے، پیار سے.....'' وہ کان کو پکڑتے ہوئے بولا۔

''اور دیکھنا ضرور بچے گا بھئی آخر کو ریحان فاروقی کی نظریں ہیں اس پر اگر نہ بچا تو مہمانوں کو بھی ہضم نہیں ہونا۔'' وہ کہہ کر بھاگ گیا چنداں کہ تائی کچھ سنائیں۔ دونوں مسکرانے لگیں۔

''امی کچھ اور کرنا ہے تو بتادیں۔'' سحرش نے کاؤنٹر پر آکر اپنی خدمات پیش کیں۔

''ہاں بیٹا میں چاہ رہی تھی کہ کھانے تو دیسی ہیں کیوں نہ میٹھا ذرا جدید سا ہو..... تم کچھ اچھا سا بنالو۔'' وہ معروف سی بولیں۔

''کیوں نہیں۔'' سحرش مسکرانے لگی اور ساتھ ہی سامان نکالنے لگی۔

شام میں سائرہ کے ہمراہ وہ عورتیں آئیں جن میں ایک اُس کی ساس دوسری لڑکے کی ماں اور ایک بہن تھی۔

انہیں ڈرائنگ روم میں بطورِ خاص بٹھایا گیا۔ سائرہ کی ساس چونکہ پہلے بھی آچکی تھیں لہٰذا وہ نارمل تھیں۔ مگر دونوں خواتین جو پہلی بار آئی تھیں وہاں کی سجاوٹ سے کافی مرعوب نظر آرہی تھیں۔

میرون کلر کے مخملی صوفے تھے جن کے اوپر ریشمی آف وائٹ کلر کے گداز سے کشن تھے۔ چنیوٹی لکڑی کے صوفے پرانے اور نئے امتزاج کا خوبصورت ملن تھے۔

اسی کمبی نیشن کا خوبصورت قالین بچھا تھا اور درمیان میں شیشے کی جدید طرز کا میز تھا جن پر کرسٹلز کے بہت سے پیس تھے۔

آف وائٹ کلر کی دیواریں تھیں اور میرون

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اور آف وائٹ امتزاج کے پردے تھے۔ جنہیں خوبصورت طریقے سے بڑے بڑے رسی دانوں سے مقید کیا گیا تھا۔

درمیان میں چھت پر ایک بڑا فانوس تھا۔ اور دیواروں پر مختلف پینٹنگز تھیں۔

ڈرائنگ روم کے دو دروازے تھے ایک دروازہ لان میں راہ داری میں کھلتا تھا جبکہ دوسرا اندر کی طرف کھلتا تھا۔ لان والا دروازہ بھاری لکڑی کا تھا۔ جس پر خوبصورت نقش بنے تھے جبکہ اندر والا گلاس کا تھا۔ جس پر مختلف رنگوں سے بیل بوٹے بنے تھے گلاس پینٹ کے.....

''امی گھر تو عالیشان ہے۔'' آنے والی نے ماں کے کان میں کہا۔

''ہوں چیزیں مہنگی اور قیمتی معلوم ہوتی ہیں۔'' ماں بھی بہت مرعوب دکھائی دے رہی تھی۔

''آنٹی لیں ناں کچھ۔'' سحرش نے آداب میزبانی نبھایا اور ٹرے آگے کی۔

''کیوں نہیں بیٹا۔'' عورت نے بڑھ کر چکن پیس اٹھا کر اپنی پلیٹ میں ڈالا۔

''السلام علیکم!'' عالیہ بیگم بھی اندر آئیں۔

مہمانوں نے سر کی جنبش سے جواب دیا۔

''انہیں تو آپ جانتی ہی ہوں گی ناں پھوپو۔ میری چاچی جی ہیں۔'' سائرہ نے تعارف کا فرض ادا کیا۔

''ہاں بھئی کیوں نہیں تمہاری شادی میں ملاقات رہی تھی ان سے۔'' آنے والی خوش مزاجی دکھا رہی تھیں۔

''کیا حال ہیں آپ سب کے۔'' عالیہ نے مسکرا کر پوچھا۔

''اللہ کا شکر ہے..... آپ سنائیں بہن۔''

''اللہ نے بہت کرم کر رکھا ہے..... اس کا جتنا شکر ادا کریں کم ہی معلوم ہوتا ہے۔'' وہ شہلا کے ساتھ ہی بیٹھ گئیں۔

''سحرش دیکھو بیٹا شانزے کہاں ہے بھئی بلاؤ اسے۔'' شہلا بیگم نے کہا۔

جی وہ اٹھ کر باہر نکلی تو سامنے اروی سے ٹکرا گئی۔ وہ ابھی یونیورسٹی سے آئی ہی تھی۔

''آرام سے بھابی کیا ہو گیا۔'' اروی نے ہاتھ کے اشارے سے روکا۔

''سوری یار..... میں نے دیکھا ہی نہیں۔''

''او ہو..... خیر ہے خیر ہے میرا کون سا سر پھٹ گیا ہے۔'' اروی ہنسی تو سحرش بھی ہنسنے لگی۔

ڈرائنگ روم میں دونوں کی ہنسی کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کیونکہ سحرش نے واپسی پر دروازہ کھلا ہی چھوڑا ہوا تھا۔ البتہ پردے کی وجہ سے خواتین دیکھ نہیں پائیں تھیں کہ ہنس کون رہا ہے۔

''اچھا تم جاؤ میں ذرا شانزے کو بلا لاؤں۔''

''کوئی آیا ہے کیا؟'' اروی نے دروازہ کھلا دیکھا تو اشارہ کر کے بولی۔

''ہوں..... شانزے کو دیکھنے آئی ہیں سائرہ کے سسرالی رشتے دار ہیں۔''

''اوہ..... اچھا..... چلیں ٹھیک ہے پھر آپ بلائیں میں ذرا چینج کر لوں۔'' وہ بیگ سنبھالتے ہوئے چلی گئی۔

''آؤ بیٹا اندر آؤ۔'' شہلا بیگم نے مسکرا کر شانزے کو بلایا جو تھوڑی کنفیوز سی دروازے پر کھڑی تھی۔ سحرش اسے چھوڑ کر کچن میں چلی گئی تھی۔

اندر کمرہ روشنی میں نہایا ہوا لگ رہا تھا۔ پردوں کی اوٹ سے کالا آسمان نظر آ رہا ہے۔ شام ڈھلے اب کافی وقت بیت گیا تھا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

وہ آہستہ سے آگے بڑھی۔ اور سلام کیا.....
وہ سائرہ کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔
''بہن جی یہ میری بیٹی ہے شانزے۔'' وہ تعارف کرا کر بولیں۔
''آنے والی تھوڑی پریشان سی لگیں شانزے کو دیکھ کر..... پنک کلر اور پیلے خوبصورت کمبی نیشن میں جدید طرز کا سوٹ پہنے ساتھ میں میچنگ جیولری میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔
''امی اُس لڑکی کے بال تو گھنگھریالے نہیں تھے؟'' لڑکی نے کان میں کہا۔
''ہوں.....'' عورت نے تشویش سے کہا۔
''کیسی ہو بیٹا تم؟'' سائرہ کی ساس نے کہا۔
''ٹھیک ہوں آنٹی میں۔'' شانزے مسکرائی۔
''باجی یہ گھور کیوں رہی ہیں کیا میں عجیب لگ رہی ہوں۔'' آنے والیوں کو گھورتا پا کر شانزے نے سائرہ کے کان میں کہا۔
''ایسے ہی ہوتا ہے بیٹے جانی۔'' سائرہ دانت چبا کر مسکرائی۔
''اچھا.....!'' اُس کے منہ سے بس اتنے ہی الفاظ نکلے..... اور وہ زبردستی مسکرانے لگی حالانکہ دل تو کر رہا تھا کہ اس طرح دیکھنے پر کچھ سناڈالے اُن آنٹیوں کو..... مگر اپنی امی کو دیکھ کر مسکرانے لگی۔ کیونکہ وہ مسلسل اسے ہی گھور رہی تھیں۔
''آئیں امی کھانا لگ گیا ہے۔'' سحرش نے آ کر کھانے کی دعوت دی۔
''چلیں آئیں آپ لوگ.....'' وہ اٹھتے ہوئے بولیں۔
''ارے بہن آپ نے خواہ مخواہ زحمت کی..... دیکھیں ماشاءاللہ سے کتنا کچھ تو آپ نے کر دیا تھا۔'' سائرہ کی ساس نے سامنے سجے ٹیبل کی طرف اشارہ کیا جو مختلف انواع کے اسنیکس وغیرہ سے سجا تھا۔
''ارے بہن کھانے کا وقت ہے اب اچھا تو نہیں لگتا ناں کہ آپ کھانا کھائے بغیر ہی چلے جائیں۔''
عالیہ نے نرم لہجے میں کہا جو اُن کا خاصہ تھا۔
''اروی ذرا یہ جاؤل رکھ آؤ میں رکھنا بھول گئی ہوں۔'' سحرش بدحواس لگ رہی تھی پہلی بار وہ اتنی بڑی ذمہ داری اٹھا رہی تھی تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے۔
''ریلیکس بھابی.....'' وہ مسکرائی اور جاؤل لے کر نکلی۔
سامنے بیٹھی خواتین کو دیکھ کر جیسے وہ پتھر کی بن گئی تھی۔
''یہ تو اسی کی ماں اور بہن ہے؟'' وہ شاک تھی۔ وہ انہیں اچھے سے پہچانتی تھی۔ کیونکہ اُس کے لیپ ٹاپ میں وہ اُن کی بہت سی تصاویر دیکھ چکی تھی۔
''ارے بیٹا وہاں کیوں ہو لاؤ نا.....'' عالیہ نے اُسے یوں بت بنے دیکھا تو بولی۔
باقی خواتین بھی متوجہ ہوئیں۔
اپنی روایتی حلیے میں بال کھولے وہ کھڑی تھی۔
''جی..... جی جی.....'' وہ آئی خاموشی سے جاؤل رکھا اور مڑ گئی۔ شہلا بیگم نے اُس کے اطوار کو تیکھی نظروں سے دیکھا۔
''امی یہ ہے وہ.....؟'' لڑکی نے پھر ماں کے کان میں کہا۔
''بہن یہ کون ہے؟'' آنے والی کافی متجسس تھیں۔
''یہ.....'' انہیں لگا جیسے بہت ہی کڑوا بادام

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

آ گیا ہے منہ میں۔

''میرے دیور کی بیٹی ہے یہ۔''

''اچھا آپ کی۔'' وہ عالیہ کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''نہیں نہیں..... میری نہیں مجھ سے چھوٹے دیور ہیں اُن کی ہے۔''

''اچھا مگر نظر نہیں آئے کبھی۔''

سائرہ کی ساس نے کہا تو عالیہ نے شہلا کو دیکھا۔

''وہ دراصل اُن کا انتقال ہوگیا ہے نا..... اسی لیے.....''

''یہ لندن سے آئی ہے وہیں پلی بڑھی ہے۔'' عالیہ نے کہا۔

''اور آپ تو جانتے ہی ہیں ناں کہ وہاں کے بچوں میں ہمارے ہاں کے بچوں کی طرح تمیز تہذیب کہاں آتی ہے..... بس ایسی ہی ہے یہ۔'' انہوں نے طنز کیا..... مبادا بات اروئی کی ہی نہ ہو۔ کیونکہ اروئی بے شک شانزے سے زیادہ خوبصورت تھی۔

''ہوں..... صحیح کہا ہے آپ نے۔'' پھوپو نے کہا مگر اُن کی سوچ کچھ اور ہی تھی۔

☆.....☆.....☆

اروئی اپنے کمرے میں آ کر ٹہلنے لگی۔ کبھی وہ ایک کونے میں جاتی تو کبھی دوسرے کونے میں..... وہ بہت پریشان تھی۔

''اللہ کیا کروں میں.....'' اُن کی آمد کا اُسے اندازہ تھا۔ بقول اس کے اُس کی ایک ہی بہن ہے اور بھائی کوئی نہیں ہے۔ یعنی یہ عورتیں یقیناً اُسی کا رشتہ لے کر آئی ہیں میں کیسے بتاؤں سب کو..... اللہ جی.....'' وہ سر تھام کر بیٹھ گئی۔

''اگر احتشام کا بتاؤں گی تو یقیناً میرا اپنا بھی راز افشاں ہو جائے گا.....'' سوچ سوچ کر اُس کا سر گھومنے لگا۔

نیم تاریک کمرے میں وہ خود بھی تاریکی میں ڈوبتا ہوا محسوس کر رہی تھی خود کو۔

''کروں تو آخر کیا کروں.....'' وہ سر تھام کر باہر دیکھنے لگی۔ باہر لان میں مکمل خاموشی تھی۔ بس پودوں کے درمیان لگی پیلی روشنی جگمگا رہی تھی۔ جس سے پودے روشنی میں نہانے لگتے تھے۔

سوچ سوچ کر اُس کا دماغ شل ہونے لگا تھا۔ اس نے بالوں میں انگلیاں پھنسائیں ہوئی تھیں اور باہر کھوئی ہوئی تھی۔

''آج وہ لوگ آئے تھے۔'' شہلا فاروقی کافی جوش سے بتا رہی تھیں۔

''اچھا پھر.....'' نذیر صاحب متوجہ ہوئے۔

''پھر کیا دیکھ گئے ہیں وہ شانزے کو.....'' وہ مسکرائی۔

''کوئی جواب نہیں دیا؟''

''لو اتنی جلدی.....'' وہ حیران ہوئیں۔

''مگر مجھے یقین ہے کہ انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے..... ہم نے آؤ بھگت ہی تھوڑی کی ہے کیا؟'' وہ مغرور تھیں۔

''سنیں..... مجھے ایک ہی بات کا خدشہ ہے۔'' یکدم وہ متفکر ہوئیں۔

نذیر صاحب نے انہیں دیکھا۔ لیمپ کی روشنی میں اُن کے چہرے کی اُلجھن صاف پڑھی جا سکتی تھی۔

''کیا؟'' وہ سنجیدہ ہوئے۔

''اروئی کو دیکھ کر جو اُن کا انداز تھا مجھے وہ چونکا گیا تھا۔ حالانکہ وہ خود سے مطلب جان بوجھ کر نہیں آئی تھی۔ مگر وہ اسے بڑی پذیرائی سے دیکھ رہی تھیں۔ سنیں نذیر صاحب میں کہے دیتی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوں..... اگر اس بار کچھ ہوا نا تو میں بھی چپ نہیں رہوں گی۔'' وہ انگلی سے تنبیہ کرتے ہوئے بولیں۔

''میں اسے اپنی بیٹی کے حق پر ڈاکہ مارنے ہرگز نہیں دوں گی۔ جس طرح اس کی ماں نے فائزہ کے حق پر ڈاکہ ڈالا تھا۔'' وہ غصے میں بھری بیٹھی تھیں۔ نذیر صاحب اُن کے چہرے کو دیکھ کر خاموش ہو گئے۔

☆.....☆.....☆

''بڑے بابا میں آ جاؤں۔'' وہ اندر جھانک کر بولی۔

''ہاں آؤ نا بیٹا!'' وہ سیدھے ہوئے اور اُسے دیکھ کر مسکرانے لگے۔

وہ ان کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''کیسی طبیعت ہے آپ کی بڑے بابا..... مجھے بتایا تھا کہ آپ بیمار تھے؟'' وہ فکری مندی سے اُن کا ہاتھ تھام کر بولی۔

''ارے نہیں بیٹا یہ بیماری کیا ہے..... بس عمر کا تقاضا ہے یہ..... چھوٹی چھوٹی بیماریاں تو چلتی رہتی ہیں۔'' وہ اس کا ہاتھ تھپتھپا کر مسکرائے۔

''تم بتاؤ تم اور بھی کمزور لگ رہی ہو۔'' وہ اس کا چہرہ تھام کر بولے۔

''نہیں..... بالکل نہیں۔'' وہ مسکرائی تاکہ اندر کا حال کہیں چہرے سے عیاں نہ ہو جائے۔

''بابا میں بالکل ٹھیک ہوں آپ بالکل فکر نہ کریں بس ذرا پڑھائی کا اسٹریس ہے اور تو کچھ نہیں اسی لیے کمزور لگ رہی ہوں۔''

''چلو تم کہتی ہو تو مان لیتے ہیں بھئی..... ویسے بھی آج کل کے بچوں سے جیتنا وہ بھی بحث میں بالکل ناممکن سی بات ہے ہم بڈھوں کے لیے۔'' وہ اپنی طرف اشارہ کر کے بولے۔

اروئی نے پیار سے اپنے دادا کو دیکھا سفید بال جیسے چاندی اتر گئی ہو بالوں میں چہرے پر جھریاں بہت نمایاں تھیں جو اُن کی ماہ و سال جو گزار لیے تھے اس کی ترجمانی کر رہی تھیں کہ کیسی کیسی بہار اور خزاں اس نے دیکھ لیں ہیں۔ تبسم سے ہونٹ تھے جو اُن کی مشفق ہونے کی ترجمانی کرتے تھے۔ وہ کتنے بارعب مگر شفیق سے لگتے تھے۔

وہ اسے دیکھ کر مسکرائے۔

''کیا کھوج رہی ہو ہماری گڑیا ہمارے چہرے میں۔'' وہ اس کی ناک کھینچ کر بولے۔

اروئی کی آنکھیں ایک دم نم ہو گئیں۔ وہ بڑھ کر اُن کے سینے سے لگ گئی۔ جیسے دنیا میں واحد سائبان بس یہ ہی بابا ہوں۔

''آئی لو یو بابا.....'' وہ رو دی۔

''آئی لو یو ٹو میری جان.....'' وہ گرم جوشی سے اُس کا ماتھا چوم کر بولے۔ وہ دیر تک اُن کے سینے سے لگی باپ کی لو دیتی محبت کو محسوس کرتی رہی۔ وہ اسی طرح اپنے بابا کے سینے سے لگ کر ان سے ڈھیروں باتیں کرتی تھی مگر آج اس کے پاس جیسے الفاظ گم ہو گئے تھے۔ آج وہ بس اپنے اندر کی گھٹن کو کم کرنا چاہتی تھی۔ اسی لیے آنسو بہا کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر رہی تھی۔

''بابا ہر انسان زندگی میں کوئی نا کوئی غلطی کرتا ہے نا..... اور اگر اس وقت جس وقت اس نے وہ کام کیا ہو..... وہ قدم ٹھیک لگے لیکن بعد میں معلوم ہو کہ وہ قدم غلط تھا اور وہ اس کی زندگی کی بھول بن جائے تو کیا پھر بھی وہ انسان سزا کا حق دار ہوتا ہے۔'' وہ اُن کے سینے سے الگ ہوئی اور آنکھوں کو صاف کر کے بولی۔

''کیوں بیٹا تم ایسا سوال کیوں کر رہی ہو؟ وہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بھی یوں اچانک؟'' وہ حیرانی سے بولے۔

''بس بابا ویسے ہی دل میں خیال آیا تو پوچھ لیا۔'' وہ ٹالتے ہوئے بولی۔ ساتھ ہی نظریں چرا گئی۔

''کیا تم نے بھی کوئی بھول کی ہے اروبشہ۔'' اب وہ سنجیدہ تھے۔

''ن..... ن..... نہیں..... نہیں بابا..... بس یوں ہی پوچھ بیٹھی تھی۔'' اُس کی زبان لڑکھڑا گئی۔

''اوہ دیکھیں 11:30 ہو گئے ہیں اور مجھے صبح یونیورسٹی بھی جلدی جانا ہے تو میں چلتی ہوں۔'' وہ اپنا دامن بچانا چاہتی تھی اسی لیے اٹھ گئی۔

جبکہ اُن کے چہرے پر گہری سوچ تھی جو اس کے اطوار دیکھ کر گہری ہو رہی تھی۔

وہ ایک دم بوکھلا گئی تھی جیسے چوری پکڑے جانے کا اندیشہ ہو۔

''گڈ نائٹ بابا.....'' وہ بڑھی اور اُن کا ماتھا چوم لیا اور مسکرا کر نکل گئی جبکہ وہ اب بھی گہری سوچ میں غرق تھے۔

☆.....☆.....☆

آج سنڈے تھا لہٰذا سبھی ناشتے سے فارغ ہو کر ابھی ٹیبل پر ہی تھے کہ شہلا کا موبائل بج اٹھا۔

''سائرہ کا نمبر ہے۔'' وہ مسکرائی اور فون اٹھا لیا۔

شانزے اور سحرش دونوں بڑے تجسس سے دیکھ رہے تھے۔

''کیا حال ہے تمہارا؟'' وہ مسکرائی۔

''ٹھیک ہوں امی آپ سنائیں سب کیسے ہیں۔'' وہ ٹہلتی ہوئی ٹیرس میں آئی جہاں ہوا کے جھونکے نے اُس کو خوش آمدید کہا۔

''سب ٹھیک ہیں..... بھئی تم جب سے گئیں پلٹ کر خبر ہی نہیں لی تم نے.....''

''بس امی مصروف تھی میں..... یونیورسٹی میں پیپرز ہو رہے تھے ناں.....'' وہ پریشان تھی۔ کبھی ریلنگ پر کھڑی ہوتی تو کبھی دوسرے کونے میں پودے رکھے تھے وہاں جا کر پتے نوچنے لگتی اس کے اطوار سے واضح لگ رہا تھا کہ وہ کچھ پریشان ہے۔

''اچھا یہ بتاؤ پھر احتشام کے گھر والوں نے کیا کہا۔'' وہ متجسس تھیں۔

شانزے کے چہرے پر سرخی بکھر گئی۔ جبکہ اروبی کا سارا جسم اُس کی سماعت بن گیا اس کا ہاتھ ہوا میں جہاں تھا وہیں تھم گیا۔

سائرہ نے ہونٹ کاٹے.....

''کیسے بتاؤں میں؟'' وہ ماتھے سے پسینہ پونچھ کر بولی۔

اگر بتایا تو گھر میں قیامت سی آ جانی ہے.....

وہ سر تھام کر کھڑی تھی۔

حالانکہ اُس نے اسی لیے فون کیا تھا مگر اب اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ کیا کہے۔

''بولو بھی سائرہ..... کب آ رہے ہیں پھر وہ لوگ باقاعدہ رسم کے لیے.....'' وہ مغرور سے لہجے میں بولیں۔

یہاں پر بھی سبھی متوجہ تھے۔

''لو اِسے دیکھو کیسے گلا بوبی بن رہی ہے۔'' ریحان اُس کی شکل دیکھ کر ہنس دیا۔

''چپ کرو تم.....'' وہ خفا ہوئی۔ سبھی ہنس دیے سوائے اروبی کے..... جس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔

''وہ..... وہ امی پھوپو لوگوں کو اروبی پسند آئی ہے اور وہ احتشام کا رشتہ اروبی سے کرنے کے خواہاں ہیں۔'' وہ بمشکل بول پائی۔

''کیا.....'' یہ الفاظ سن کر اُن کے تن بدن

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں آگ لگ گئی۔

''کیا کہا تم نے؟'' وہ غصے میں بولیں۔

سارے سنجیدہ ہوگئے۔ جبکہ اروئی کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

''جی..... امی انہوں نے یہ ہی کہا ہے کہ انہیں شانزے سے زیادہ اروئی پسند ہے اور وہ گھر بھی اروئی کے لیے ہی آئے تھے انہیں لگا کہ اروئی میری بہن ہے۔'' وہ خفیف سی بولی۔

شہلا نے غصے میں آکر فون بند کردیا۔

سائرہ کا رنگ یکدم متغیر ہوگیا۔

''اللہ اروئی پر رحم کرنا۔'' اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

''کیا ہوا ہے بھابی.....'' عالیہ بھی اُن کے چہرے کو دیکھ کر گھبرا گئیں۔

''کیا انکار کردیا انہوں نے؟'' نذیر صاحب نے کہا۔

''انکار کرتے تو اتنا دکھ نہ ہوتا مجھے مگر.....'' اُن کا سانس تیز تیز چلنے لگا۔ سبھی پریشان ہوگئے۔

وہ یکدم اروئی کی طرف پلٹی۔

''مگر انہوں نے اروئی کا رشتہ مانگا ہے۔'' وہ اُسے گھور کر بولیں۔

''کیا کہا امی اروئی کا؟'' سحرش کو بھی شاک لگا۔

''ہاں اِس منحوس کا.....'' وہ اُس کی طرف اشارہ کرکے بولیں۔

شانزے کا چہرہ یکدم مرجھا گیا۔ جبکہ اروئی کی وہ حالت تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں اُس کا رنگ سفید پڑ گیا۔

''چلو ٹھیک ہے ابھی تم خاموش رہو ہم انکار کردیں گے۔'' نذیر صاحب انہیں ٹھنڈا کرنے کی غرض سے بولے۔

''تایا ابو.....'' اروئی کی آواز بلند ہوئی۔

سبھی متوجہ ہوئے۔

''اگر مناسب سمجھیں تو آپ ہاں کردیں.....'' اُس کی آواز بالکل صاف تھی۔ زبان پر ذرا برابر بھی لڑکھڑاہٹ نہیں تھی۔ اُسے خود بھی سمجھ نہیں آیا کہ اس میں اتنی ہمت کہاں سے آگئی ہے۔

''سن لیا آپ نے..... میری بیٹی کے حق میں ڈاکہ ڈال دیا نا اس منحوس نے آخر جس کا ڈر تھا وہی ہوا ناں۔'' شہلا غصے سے اونچی اونچی بول رہی تھی جبکہ وہ سب کو حیران و پریشان چھوڑ کر اوپر اپنے کمرے میں آگئی۔ دروازہ بند کرتے ہی اس نے لمبے لمبے سانس لینا شروع کردیا جیسے بہت دور سے بھاگتی آرہی ہو۔ جیسے بہت لمبی مسافت طے کی ہو۔

☆.....☆.....☆

''میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی۔ نذیر صاحب سن لیں آپ کان کھول کر۔'' وہ غصے میں زور زور سے بول رہی تھیں۔

''اچھا امی آپ چپ تو کریں.....'' شہریار بڑھ کر انہیں سنبھالنے لگا۔

''سحرش پانی لاؤ یار۔'' وہ اس کی طرف دیکھ کر بولا تو وہ کچن کی طرف دوڑی۔

''یہ کیا ہورہا ہے نذیر.....'' بڑے بابا جلال میں باہر آئے۔

''کب سے ہمارے گھر کا یہ شیوہ ہوگیا کہ یہاں کی عورتیں حلق کے بل چیخیں۔'' وہ انتہائی غصے میں تھے۔

''بابا آپ بیٹھیں۔'' ناصر صاحب نے انہیں تھاما۔

''ہٹو پیچھے۔'' انہوں نے انہیں جھٹکا دیا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بابا کو غصے میں دیکھ کر شہلا کی زبان بھی تالو سے جا لگی۔

''ایسی بھی کیا قیامت ٹوٹ پڑی ہے اس گھر میں کہ تمیز تہذیب کو ایک طاق پر رکھ چھوڑا ہے تم لوگوں نے...... میں تمہارے معاملات میں بولتا نہیں ہوں اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ مجھے کچھ خبر ہی نہیں ہے۔ میں نے پہلے بھی شہلا کو اروی پر گرجتے دیکھا ہے مگر کچھ کہا نہیں ہے۔ لیکن اب بس بہت ہوگیا۔ زندہ ہوں میں ابھی سمجھے سب......'' وہ زور سے گرجے تو سب ساکت ہوگئے۔ بڑے بابا کو اتنے غصے میں پہلے کبھی کسی نے نہیں دیکھا تھا۔

''بابا آپ بیٹھ جائیں پلیز...... پانی دو بابا کو ورنہ طبیعت نہ بگڑ جائے۔'' عالیہ نرمی سے بولیں۔

اروی کو اپنا جسم لرزتا ہوا لگ رہا تھا۔ اسے سب کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں دل کی دھڑکن بڑھتی جا رہی تھی اور ہاتھوں میں پسینہ آ رہا تھا جسے بار بار وہ رگڑ کر صاف کر رہی تھی۔

''ہوا کیا ہے؟ یہ معاملہ ابھی نمٹ جائے گا......'' وہ جیسے تمام معاملات ابھی ختم کرنے کے درپے تھے۔

نتیجتاً نذیر صاحب نے قصہ مختصر طور پر سنا ڈالا۔

انہوں نے خاموشی سے سنا۔

''اس سب میں اروی کا کیا قصور ہے اگر رشتہ اُس کے لیے آیا تھا تو......'' وہ اُلٹا شہلا پر برسے۔

''بابا وہ میری بیٹی کا حق مار رہی ہے جیسے اس کی ماں نے میری بہن کا مارا تھا۔'' وہ اب بھی اپنے موقف پر ڈٹی تھیں۔

''اور بابا ویسے بھی آپ جانتے ہی کتنا ہیں اُسے جو اُس کے حمایتی بنے بیٹھے ہیں۔'' وہ بے ادب ہو رہی تھیں غصے میں۔

''شہلا......'' نذیر صاحب بولے۔

''خاموش رہو تم......''

''کیوں خاموش رہوں ہاں...... بتائیں مجھے...... بابا کو بھی اپنی چہیتی کا پتہ ہونا چاہیے...... کہ کیا کیا گل کھلا کر آئی ہیں وہ باہر سے۔'' وہ ہاتھ نچا کر بولیں۔ جیسے سارے حساب بے باق کرنا چاہتی ہوں۔

''بلائیں ناں ذرا اپنی اس چہیتی کو ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔'' وہ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح بولیں جس کی اولاد پر دشمنوں نے دھاوا بول دیا ہو۔

بڑے بابا کا چہرہ ضبط کے مارے لال ہو رہا تھا اپنی بہو کے گستاخ رویے پر وہاں پر موجود بھی لوگوں کی سانس ساکت تھی۔

''ناصر بلاؤ اسے بھی۔'' وہ اُن کی طرف دیکھ کر بولے۔

''تم سب بھی بیٹھ جاؤ اب یہ معاملہ یہاں پر ہی نمٹ جائے گا۔'' وہ غصے میں سب کو دیکھ کر بولے جو ابھی تک کھڑے تھے۔ سارے چپ چاپ بیٹھ گئے۔

''بھائی کیا ہونے والا ہے؟'' ریحان عثمان کے کان میں بولا۔

عثمان نے کندھے اُچکا کر لاعلمی کا اظہار کیا۔

ثانیہ، سحرش، شہریار اور شہزاد کی حالت بھی اُن سے الگ نہیں تھی۔

اروی ڈرتے ڈرتے نیچے آئی جیسے اسے پھانسی کے تختے تک لایا جا رہا ہو اور جلاد بالکل تیار ہو کہ کب ملزم آئے اور کب وہ اپنا کام کر گزرے۔ وہ ہولے ہولے کانپ رہی تھی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

وہ سب کے درمیان بالکل کسی ملزم کی طرح کھڑی تھی اور باقی سب تماشائی بن کر دیکھ رہے تھے۔

''جی بڑے بابا.....'' اس کی ہلکی سی آواز نکلی۔ اسے اپنی آواز کسی گہرے کنوئیں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''پوچھیں ناں بڑے بابا اس سے..... کہ کہاں بھاگ گئی تھی یہ اپنے گھر سے..... اور کس کے ساتھ منہ کالا کرا کر آئی ہے۔ پوچھیں بابا پوچھیں ناں.....'' وہ گرجی۔

''یہ کیا کہہ رہی ہو تم شہلا.....'' انہیں اپنی سماعت پر یقین نہ ہوا۔

''جی سچ کہہ رہی ہوں میں.....'' وہ گردن اکڑا کر بولیں۔

اروبی کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئیں اُس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا..... اس کا دل کر رہا تھا کہ یا تو آسمان سر پر گر جائے یا وہ دھرتی میں سما جائے۔ لیکن بس وہ یہاں نہ رہے..... کسی ڈروانے خواب کی طرح حقیقت منہ پھاڑے کھڑی تھی۔ یہ ہی وہ وقت تھا جس سے وہ بچنا چاہتی تھی..... جس سے وہ بھاگ رہی تھی۔

''کیا یہ صحیح کہہ رہی ہے ارویشہ.....'' وہ اب اس سے مخالف تھے۔

وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ اس کا جھکا ہوا سر خود بخود اعتراف جرم کر رہا تھا۔

''ارویشہ.....'' اُن کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

جبکہ وہ فخر سے اپنے کارنامے پر مسکرا دیں..... سینے میں جیسے ٹھنڈی پھوار پڑی تھی جو انہیں اندر تک شاداب کر گئی تھی۔

''ہوں..... اندازہ تو دیکھو جیسے دنیا میں ان سے بڑا کوئی پارسا پیدا ہی نہ ہوا ہو..... ہونہہ..... نہ جانے کتنی راتیں باہر گزار کر آئیں ہیں یہ محترمہ..... داغ دار دامن کے ساتھ..... اور چلے ہیں میری بیٹی کا مقابلہ کرنے.....''

آگ کے شعلے جو تائی کے منہ سے نکل رہے تھے اسے جلا کر بھسم کر رہے تھے۔

وہاں موجود سبھی تائی کے الفاظ سے شرم سار لگ رہے تھے مگر جس کو کہا گیا تھا وہ سر جھکائے سن رہی تھی اس نے ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا تھا۔

وہ اندر داخل ہوا تو سامنے کا ماحول کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ ارویشہ کسی ملزم کی طرح کمرے کے وسط میں کھڑی تھی جھکے سر کے ساتھ جبکہ بابا جانی سامنے سر تھامے بیٹھے تھے باقی سب بھی شرمندہ سے موجود تھے اور تائی گرج رہی تھیں۔

''جیسی ماں ویسی ہی بیٹی نکلنی تھی ناں..... اس نے میری بہن کے حق پر ڈاکہ ڈالا اور یہ بدچلن بدذات لڑکی چلی ہے میری بیٹی کے جیسے کی خوشیاں چھیننے..... میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی۔''

بڑے بابا کو لگا جیسے اُن کے سر پر ٹنوں وزن آن پڑا ہوا جو وہ اٹھا نہیں پا رہے تھے۔ اُن کو اپنا سانس رُکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

''بابا..... میری امانت.....'' پاس ہی پرویز کی آواز اُن کے کان میں گونجی۔

''میری بیٹی بابا..... میری امانت.....'' اروبی باقاعدہ ہچکیوں سے رو رہی تھی مگر زبان پر قفل تھا۔

حیران تائی کی گوہر افشانی کو حیرانی سے سن رہا تھا۔ اللہ اس عورت کے منہ میں زبان ہے یا انگارے چبائے بیٹھی ہیں یہ..... اوپر سے اسے اروبی پر الگ غصہ آ رہا تھا کہ وہ یوں خاموش کیوں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہے سچ بتاتی کیوں نہیں....."

"ارے میں اتنا کیوں بول رہی ہوں..... جب والدین ہی بے غیرت ہوں تو اولاد کون سی غیرت مند پیدا ہوگی۔"

"بس تائی امی بس....." آخری الفاظ اروبی کی برداشت سے باہر تھے، وہ گرجی۔

"بہت سن لیا میں نے..... سمجھیں آپ....."

نہ جانے اس میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی تھی کہ وہ گرج پڑی۔

"جو منہ میں آرہا ہے وہ بولے جارہی ہیں آپ اور میں سن رہی تھی لیکن خبردار جو میرے ماں باپ کو کچھ بھی کہا تو..... میں ہرگز برداشت نہیں کروں گی۔" وہ انگلی سے تنبیہ کرتے ہوئے بولی۔

اس کے انداز سے سبھی لوگ ذرا ہل گئے۔

"میں یہاں کسی کو صفائی دینے کی مجاز نہیں ہوں لیکن چونکہ بات میرے والدین کی ہے اس لیے بتا دیتی ہوں۔" سبھی پوری سماعتوں سے متوجہ تھے۔ بڑے بابا نے بھی پہلی بار سر اٹھایا۔

"کیا بدچلن، داغ دار دامن اور نہ جانے کیا کیا کی رٹ لگائی ہوئی ہے آپ نے ہاں..... نہ میں بدچلن ہوں اور نہ میرا دامن داغ دار ہے سمجھے آپ، میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔"

"ہاں میں گھر سے بھاگی تھی..... یہ سچ ہے مگر میں نے نکاح کیا تھا۔ سمجھے آپ سب....." اس نے سب کی طرف اشارہ کیا۔

"میں نے نکاح کیا کیونکہ اس کا حق مجھے میرے مذہب نے دیا تھا۔ میں بالغ تھی اپنا فیصلہ کرسکتی تھی۔ میں ماما بابا کے جھگڑوں سے تنگ آگئی تھی۔ اسی لیے ایک پاکستانی لڑکے نے مجھے پرپوز کیا۔ میں نا سمجھ تھی۔ بھاگنا چاہتی تھی اپنے حالات سے تنگ آگئی تھی۔ میں روز روز کے جھگڑوں سے اسی لیے میں نے پرپوزل قبول کرلیا۔ میں نے نکاح کیا تھا گھر سے نکلنے سے پہلے..... مگر وہ لڑکا ..... ہونہہ..... وہ ٹیپکل پاکستانی سوچ تھی اس کی جلدی ترقی کرنے کا خواہش مند..... جلدی سیٹل ہونا چاہتا تھا۔ گرین کارڈ کا لالچی تھا وہ..... اسے جب پتہ چلا کہ میں گھر سے کچھ بھی نہیں لائی ساتھ بلکہ خالی ہاتھ ہوں تو ایک رات خاموشی سے طلاق کے پیپر میرے سرہانے رکھ کر بزدلوں کی طرح چلا گیا وہ....." وہ رودی اور فرش پر ڈھے گئی۔

"میں نے کوئی گناہ نہیں کیا سمجھے آپ سب، میرا دامن بالکل صاف ہے....." وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رودی۔

سارے لوگوں کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

"اور ہاں یہ لڑکا احتشام جس کا رشتہ آیا ہے نا میرے لیے یہ وہ ہی بزدل انسان ہے جو مجھے چھوڑ آیا تھا۔ میں تو اسے سبق سکھانا چاہتی تھی کہ لڑکی زندگی اتنی سستی نہیں ہوتی جس کے ساتھ جب دل کیا کھیل لیا..... اور جب دل بھر گیا تو زندگی سے نکال کر پھینک دیا۔"

"میں تو شانزے کو ایسے انسان سے بچانا چاہتی تھی۔" وہ شانزے کو دیکھ کر بولی۔ جو شرمندگی سے آنسو بہا رہی تھی۔

وہاں پر موجود ہر آنکھ پرنم تھی سوائے شہلا کے جو جھاگ کی طرح بیٹھ گئی تھیں۔ ڈھیروں شرمندگی نے آن گھیرا تھا انہیں۔

لیکن انا کی دیوار اب بھی مضبوط تھی وہ کسی بھی طرح ہار ماننے کو تیار نہ تھیں۔

"ہم کیسے یقین کرلیں بی بی تمہاری باتوں پر ہاں..... کیا پتہ کہانی سنا کر ہمیں بے وقوف بنا رہی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہو۔'' وہ ہاتھ نچا کر بولیں تو اروئی نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔

''ثبوت میرے پاس ہے کہ اروبشہ کا کہا گیا ایک ایک لفظ سچ ہے۔'' حیان دروازے کی اوٹ سے باہر آیا وہ کب سے باہر کھڑا تماشا دیکھ رہا تھا۔ سب نے مڑ کر اسے دیکھا۔

''حیان تم.....!'' بڑے بابا کے منہ سے پہلی دفعہ الفاظ ادا ہوئے۔

''میرے پاس اس کے نکاح اور طلاق دونوں کے پیپرز ہیں۔'' وہ آگے بڑھا اور اروئی کو اٹھایا۔

''تم فکر نہ کرو اروبشہ..... جاؤ اب اوپر باقی میں دیکھ لوں گا۔'' وہ اسے دیکھ کر بولا۔

''سحرش' شانزے.....'' اس نے کہا تو دونوں فوراً آگے بڑھیں اور اسے تھام لیا۔

پھر وہ سیدھا بڑے بابا کے سامنے گیا اور دو زانو جھک گیا۔

''بابا..... آپ کو اس پر یقین ہے یا نہیں؟ مجھے دوسروں کی پرواہ نہیں ہے بس آپ کو تو اپنے خون پر یقین ہے نا..... کہ اس نے جو کہا بالکل سچ ہے۔'' وہ کچھ بھی ثابت کیے بنا جانا چاہتا تھا کہ وہ کیا سوچتے ہیں..... کیونکہ اُن کی بات اس کے لیے سب سے اہم تھی۔

''بھئی تم ٹال مٹول سے کیوں کام لے رہے ہو اگر کوئی ثبوت ہے تو دکھاؤ میاں ورنہ ہمیں الو بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' نذیر صاحب بھی غصے میں تھے۔

''بابا آپ کیا سوچتے ہیں وہ اہم ہے۔'' وہ پھر بولا۔

'مجھے اروبشہ کی کہی ہوئی ہر بات کا یقین ہے مجھے یقین ہے کہ میری بیٹی سچ سچ کہہ رہی ہے۔''

وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بولے۔

''جانتیں بابا میں نے ایسا کیوں کیا تاکہ آپ گلٹی فیل نہ کریں کہ آپ کو اپنے خون پر یقین کرنے کے لیے کسی سہارے کی ضرورت پڑی تھی۔''

''حالانکہ میرے پاس سارے ثبوت ہیں کہ اس نے جو کہا بالکل سچ تھا۔'' وہ مسکرایا اور اُن کا ہاتھ چوم کر اٹھ گیا پھر بیگ سے فائل نکالی اور ان کو تھما دی جس میں اروبشہ کا خط تھا جس میں اس نے بتایا تھا کہ وہ کسی احتشام نامی شخص سے نکاح کر چکی ہے اور اب وہ اس کے ساتھ جا رہی ہے ساتھ میں نکاح کے پیپرز تھے اور طلاق نامہ بھی تھا جو محض نکاح کے پندرہ دنوں بعد کا تھا۔

''اب اس موضوع پر کبھی بات نہ ہو۔'' شہلا بیگم کی طرف گھور کر بڑے بابا نے کہا تو وہ سر جھکا گئیں مگر غصے اور بے عزتی کے احساس سے خون کھول رہا تھا۔ جبکہ حیان انہیں لے کر اندر بڑھا..... اس نے ایک مسکراتی نظر شہلا بیگم کے شکستہ چہرے پر ڈالی اور بڑھ گیا۔

''ہوں.....'' وہ پیپرز صوفے پر اچھال کر غصے سے پیر پٹختی اندر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

☆.....☆.....☆

اروئی کا رو رو کر برا حال تھا۔ سحرش اور شانزے اسے خاموش کرانے میں لگیں تھیں۔ سحرش نے اسے زبردستی پانی کے کچھ گھونٹ پلائے..... تو اس کی حالت تھوڑی سنبھلی۔ وہ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی..... اور ہاتھ گود میں رکھ لیے۔

شانزے پشیمان سی اسے کن اکھیوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی ہچکیاں اب بھی بندھی ہوئی تھیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''شانزے تم رُکو اس کے پاس میں ذرا نیچے دیکھ کر آتی ہوں کہ کیا صورت حال ہے۔'' سحرش کہہ کر اروئی کے کندھے پر تھپکی دے کر چلی گئی۔

''اروی.....'' کچھ لمحوں بعد شانزے کی شرمندہ سی آواز آئی۔ اروئی نے سر اٹھا کر دیکھنا بھی ضروری نہ سمجھا۔ اس وقت اس کا دماغ بالکل ماؤف ہوگیا تھا۔ شانزے نے اروئی کو افسوس سے دیکھا اور پھر اپنے اور اس کے درمیان چند ہاتھ کے فاصلے کو عبور کر کے اس کے مقابل ہوئی اور اس کے ہاتھوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر بولی۔

''مجھے معاف کردو اروی..... میں نے تمہیں بہت غلط گردانا ہے۔'' وہ شرمندگی سے بولی۔ اروئی اب بھی بالکل خاموش تھی۔

''پلیز اروئی..... مجھے معاف کردو یار میں اپنے ہر برے رویے کے لیے تم سے انتہائی شرمندہ ہوں۔'' اُس کی آواز بھرآئی۔

اروئی نے سر اٹھایا اور وقت سے مسکرائی۔

''میں تم سے بالکل بھی خفا نہیں ہوں شانزے میں تو کسی سے بھی خفا نہیں ہوں۔'' وہ عجیب بہکی بہکی باتیں کرنے لگی۔

''میں تو خفا نہیں ہوسکتی کسی سے بھی..... میں کیسے خفا ہوسکتی ہوں..... ہاں.....'' پھر خاموش ہوگئی جبکہ اس کی نظریں غیر مرئی نقطے پر مرکوز تھیں۔

شانزے اسے بے یقینی سے دیکھ رہی تھی کہ وہ پھر بول اٹھی۔

''ہاں..... میں خفا ہوں..... خود سے کہ یہاں کیوں آئی..... اپنی تقدیر سے کہ ایسا کیوں ہوا ہے..... ہاں میں خفا ہوں..... بہت خفا ہوں۔'' ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں برسات سی ہونے لگی اور آنسو بارش کی بوندوں کی طرح اس کے رخساروں پر چھم چھم گرنے لگے۔

شانزے بڑھ کر اس کے گلے لگ گئی۔

''آئی ایم سوری.....'' وہ رو پڑی۔

☆.....☆.....☆

''اب کیسی حالت ہے اُس کی؟'' سحرش اسے نیند کی دوا دے کر آئی تو عالیہ نے اسے نیچے اترتے دیکھ کر پوچھ لیا۔

''چاچی جان اس کی حالت اچھی نہیں ہے۔'' وہ تشویش سے بولی۔

''میں اسے نیند کی دوا دے کر آرہی ہوں اسے سکون کی بہت ضرورت ہے۔'' وہ بولی۔

''ہوں تم ٹھیک کہہ رہی ہو بیٹا! آج تو اس بیچاری بچی کے ساتھ بہت زیادتی کردی ہے بھابی نے..... بہت غلط باتیں کیں ہیں اس سے۔'' وہ سحرش کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر افسوس سے بولیں۔

''ہوں چاچی جی..... ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ عثمان کپ سے ایک زاویے پر بیٹھا آج ہونے والے واقع پر سوچ رہا تھا۔ وہ اپنے اور عالیہ کے درمیان پرسوں رات ہونے والی گفتگو پر بھی غور کررہا تھا۔

''ماما آخر برائی کیا ہے اس میں؟''

''بیٹا کوئی برائی نہیں بظاہر مگر بیٹا جو بھی ہے ہمارے سامنے اُس کا ماضی بہت بڑا سوال ہے..... مجھے بس اس بات پر اعتراض ہے۔''

''ماما میں مانتا ہوں کہ تائی امی نے اس کا کردار بہت مشکوک کردیا ہے مگر ماما وہ کئی مہینوں سے ہمارے ساتھ ہے۔ ہم نے آج تک اس میں کوئی بھی برائی نہیں پائی ہے ماما.....''

''ہوں.....'' وہ خاموش تھیں۔ ان کی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے اپنی بات جاری رکھی۔

''ماما آپ نے مجھ سے میری پسند پوچھی تھی اور میری پہلی پسند اروئی ہی ہے۔ آپ اسے میری خواہش بھی سمجھ سکتی ہیں۔ وہ الگ ہے دوسروں سے..... سمپل ہے..... شوخ نہیں ہے..... ہمیشہ مسکرا کر بات کرتی ہے۔ وہ ایک آئیڈیل ہے۔ آگے آپ بہتر جانتی ہیں۔'' وہ کہہ کر اٹھ گیا۔ جبکہ وہ عثمان کی باتوں پر غور کر رہی تھیں۔

''اب مجھے ماما سے دوبارہ بات کرنی چاہیے۔ یہ بالکل ٹھیک وقت ہے بات کرنے کا۔'' وہ کہہ کر اٹھا۔

☆.....☆.....☆

سائرہ جلے پاؤں کی بلی کی طرح پورے گھر میں پھر رہی تھی۔

''اللہ پتہ نہیں وہاں کیا ہو رہا ہوگا؟ امی تو آگے ہی اروئی کا پیچھا نہیں چھوڑتیں اوپر سے یہ نئی افتاد.....'' وہ بہت پریشان تھی۔

''اوپر سے گھر میں بھی کوئی نہیں ہے کہ میں خود ہی چلی جاؤں۔ اچھا ان سے پوچھتی ہوں کہ کب تک آنا ہے انہوں نے؟'' اس نے فون کیا۔

''جی کب تک آنے کا ارادہ رکھتے ہیں آپ؟''

''اچھا..... چلیں ٹھیک ہے۔'' اس نے بے دلی سے فون رکھا۔ اگلے ہی پل اس نے شانزے کے نمبر ڈائل کیا۔

تیسری بیل پر فون اٹھایا گیا۔

''ہیلو شانزے اروئی کیسی ہے؟'' اس نے جلدی سے سوال کیا۔

''باجی وہ ٹھیک نہیں ہے۔ آج تو امی نے حد ہی کر دی تھی۔ آج بڑے بڑے راز کھلے ہیں۔''

''اچھا.....'' وہ اور زیادہ پریشان ہوگئی۔

''شانزے پلیز..... اس بیچاری کا خیال رکھنا اوکے۔'' وہ تاکید کر کے بولی۔

''ہو سکے تو آجاؤ باجی..... اسے تمہاری ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ سب سے زیادہ تم ہی سے اٹیچ ہے۔'' وہ بولی۔

''یار میرا تو اپنا بھی یہ ہی ارادہ تھا مگر گھر پر کوئی نہیں ہے۔ وہ صبح ہی سے اپنے دوستوں کے ساتھ شہر سے باہر ہیں اور ساس بھی گھر پر نہیں ہیں اب میں خالی گھر کو چھوڑ کر تو نہیں آسکتی ناں۔''

''ہوں..... ٹھیک ہے باجی..... لیکن جب بھی فرصت ملے تم چکر لگا لینا اوکے۔'' شانزے نے کہا۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں..... میں فوراً آؤں گی۔'' وہ بولی۔

''ٹھیک ہے پھر تم خیال رکھنا اُس کا.....''

''اوکے اللہ حافظ۔'' رات کے 10 بج رہے تھے۔ رات کے کھانے کا بھی کسی کو ہوش نہیں تھا۔ شہلا بیگم اپنے کمرے سے باہر نہیں آئیں تھیں۔ باقی سب بھی اپنے اپنے کمرے میں ہی تھے۔

''بابا کیا سوچ رہے ہیں؟'' حیان بڑے بابا کے سامنے اُن سے پوچھ رہا تھا۔

وہ بہت گہری سوچ میں تھے۔ جیسے بہت اہم فیصلہ کرنے کے خواہش مند ہوں۔

دوسری طرف سے جواب نا پا کر وہ خاموش ہوگیا۔ نیم تاریک کمرے میں لیمپ کی مدھم سی روشنی میں اُن کے چہرے پر سنجیدگی بہت نمایاں تھی اور ماتھے کی لکیریں اس بات کا واضح ثبوت تھیں کہ وہ کسی گہری سوچ میں ہیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

وہ خاموشی سے بڑے بابا کو دیکھ رہا تھا۔ دونوں ہاتھوں پر چہرہ ٹکائے وہ مسلسل انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

''بابا میری امانت میری ارویشہ۔'' بار بار اُن کے کانوں میں یہ ہی الفاظ گونج رہے تھے۔

'' آج جو ہوا وہ میرے لیے ناقابل برداشت سی بات ہے۔ میرا گھر کب میرے کنٹرول سے نکل گیا مجھے پتہ ہی نہیں چلا.....''

''ہمارے ہاں کی بہو بیٹیوں میں کب سے اتنی جرأت پیدا ہوگئی کہ وہ گھر میں گلے کے بل چیخیں۔ اور تذلیل کرنے کی آخری حدوں کو چھوئیں۔''

''آج جو بھی ہوا وہ ہرگز ہرگز نہیں ہونا چاہیے تھا حیان۔'' وہ متفکر سے گویا ہوئے۔

''مجھے معلوم ہے بابا..... ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے تھا۔'' وہ بولا۔

''میں چند ایک اہم فیصلے کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں..... مجھے امید ہے کہ تم از کم تم میرا مان نہیں توڑو گے۔'' وہ عجیب باتیں کر رہے تھے جو حیان کی سمجھ میں ہرگز نہیں آ رہی تھیں۔

''بابا..... مگر میرا ان سب سے کیا واسطہ؟'' وہ حیران ہوا۔

''ہے نہیں مگر ہو جائے گا۔'' وہ عجیب پہیلیاں بجھوا رہے تھے۔ حیان خاموش رہا۔

'' جانِ بابا..... بس تم میرا مان قائم رکھنا کیونکہ مجھے اور کسی سے بھی امید نہیں ہے۔ بس ایک بات کا یقین رکھنا کہ موجودہ حالات میں یہ سب سے صحیح فیصلہ معلوم ہو رہا ہے۔'' وہ پُر امید نظروں سے حیان کو دیکھ کر بولے۔ جس کے چہرے سے واضح پریشانی جھلک رہی تھی۔ مگر لب ہنوز جڑے تھے۔

☆.....☆.....☆

''ماما آپ جاگ رہی ہیں؟'' عثمان ناک کر کے اندر آیا۔

''ہاں آؤ بیٹا.....'' ناصر صاحب نے اپنے فرمانبردار بیٹے کو پیار سے بلایا۔ عالیہ بیگم بھی اٹھ کر بیٹھیں۔

''خیریت ہے عثمان تم اتنی رات گئے۔'' وہ گھڑی کو دیکھ کر بولیں۔

''جی ماما مجھے لگا کہ یہ صحیح وقت ہے آپ سے بات کرنے کا۔'' وہ مسکرایا۔ اور بیڈ کے کونے پر ٹک گیا۔

''کیا بات ہے جوان کچھ پریشان سے لگ رہے ہو۔'' ناصر صاحب نے کندھے پر ہاتھ رکھا اور مسکرائے۔

''پاپا..... بس بات ذرا اہم ہے ناں اس لیے۔'' وہ بھی مسکرایا۔

''بولو جان کیا بات ہے تم مجھے پریشان کر رہے ہو۔'' وہ نرمی سے بولیں۔

''ماما میں آپ سے اروی کے متعلق بات کرنے آیا ہوں۔'' وہ نظریں جھکا کر باادب ہوا۔

''ہوں..... بولو میں سن رہی ہوں۔'' وہ ناصر صاحب کی طرف دیکھ کر بولیں۔ جو مکمل طور پر متوجہ معلوم ہو رہے تھے۔

''ماما..... آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے؟'' وہ ہاتھ مسلتے ہوئے بولا۔

''بیٹا تم بتاؤ کہ اب ہمیں کیا فیصلہ کرنا چاہیے جبکہ معلوم ہو گیا ہے کہ اس نے شادی کی تھی؟'' وہ اُلٹا اس سے سوال کر رہی تھیں۔

''لیکن ماما اس میں ایسا بھی کیا ہے کیا انسان دوسری شادی نہیں کر سکتا؟''

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''بیٹا تم سمجھو..... ایک انسان کے لیے کسی دوسرے کی ٹھکرائی ہوئی چیز کو اپنانا بہت کٹھن ہوتا ہے۔ تم میں اتنا حوصلہ ہے کیا کہ تم ایک ٹھکرائی ہوئی عورت کو اپنا سکو؟'' ناصر صاحب نے پہلی بار مداخلت کی۔

''پاپا؟'' وہ بے یقینی سے بولا۔

ساتھ میں عالیہ کی طرف دیکھا جو اپنے شوہر کی ہمنوا لگ رہی تھی۔

''بیٹا ہر انسان اپنی چیز کو خالص دیکھنا چاہتا ہے۔ خاص کر زندگی کے ساتھی کو تو وہ بالکل خالص اور اپنا دیکھنا چاہتا ہے۔ ٹھکرائی ہوئی چیز کو انسان ہمدردی میں تو اپنا سکتا ہے مگر.....'' وہ بات ادھوری چھوڑ گئے۔

عثمان بالکل خاموش ہوگیا۔ چند لمحے یوں ہی گزر گئے۔

''پاپا مجھے اس سے ہمدردی ہے میں مانتا ہوں۔ مگر اس کے ساتھ میں اسے پسند کرتا ہوں اور یہ بھی میں مانتا ہوں..... اور جہاں تک ٹھکرائی ہوئی چیز کو اپنانے کی بات ہے تو ہاں میں اتنا حوصلہ رکھتا ہوں کہ اسے پوری ایمانداری سے اپنا سکوں۔ آپ اسے میری خواہش سمجھ لیں مگر میں اروئی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ ٹھوس مگر دھیمے لہجے میں بولا۔

اس نے سر اٹھا کر دونوں کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا جس میں امید کے جگنو جگ مگ کر رہے تھے۔ جیسے یقین سا ہو اپنے فیصلے پر کہ غلط نہیں ہے۔

ناصر صاحب نے عالیہ بیگم کی طرف دیکھا۔ انکی نگاہوں میں نیم رضامندی تھی۔ وہ مسکرائے۔

''مجھے فخر ہے تمہاری سوچ پر بیٹا..... ہمیں تمہارا فیصلہ منظور ہے۔ جیسے تمہاری مرضی۔''

''تھینک یو۔'' وہ مسکرایا۔

''ہم جلد ہی بات کرتے ہیں بابا سے۔'' عالیہ بیگم بھی مسکرائیں۔

''تھینک یو سو مچ ماما.....'' وہ بڑھ کر اُن کے گلے لگ گیا۔

''جیتے رہو..... سدا خوش و آباد رہو۔'' وہ اسے پیار کر کے ڈھیروں دعائیں دیتے ہوئے بولیں۔ وہ کمرے سے نکلا تو بہت مطمئن تھا۔

☆.....☆.....☆

حیان ساری رات بڑے بابا کے فیصلے کو لے کر پریشان رہا۔

''آخر ایسا کیا ہوگا۔'' یہ سوال اسے ڈسٹرب کر رہا تھا۔ جبکہ بڑے بابا یہ فیصلہ لینے کے بعد بہت مطمئن تھے۔

اروئی ساری رات بے سدھ سی بستر پر پڑی رہی۔ اسے بھی معلوم نہیں تھا کہ آخر کو وقت کون سی کروٹ لے گا اور آگے اور کتنے امتحان باقی ہیں۔

اگلے دن کا سویرا فاروقی ولا کے لیے نہایت اہم تھا۔

''رمضو..... جاؤ سب کو کہو کہ نیچے آئیں۔'' بڑے بابا نے غیر معمولی طور پر سب کو بلایا۔

وہ آرام سے صوفے پر براجمان سب کے منتظر تھے۔ ابھی سب لوگ گھر پر ہی موجود تھے کیونکہ ابھی صرف 7 بجے تھے۔

15 منٹ کے بعد سب اُن کے سامنے تھے۔ ہر ایک کے چہرے سے واضح پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔

''کیا ہوا ہے؟'' شانزے پریشان سی اتری تھی۔

''پتہ نہیں.....'' سحرش نے لاعلمی کا اظہار

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کیا۔

ابھی بھی سب کی آنکھوں میں نیند کی رمق باقی تھی۔ سوائے حیان، اروی اور شہلا بیگم کے جو ساری رات آنکھوں میں کاٹ کر آئے تھے۔

''بابا خیریت ہے۔'' نذیر آگے بڑھے اور ان کے ساتھ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

''تمہیں لگتا ہے کہ تمہاری بیوی کی کل کی حرکت کے بعد اس گھر میں خیریت ہونی چاہیے۔'' وہ بنا لحاظ کیے اُن کی طرف منہ کر کے گرجے...... تو نذیر فاروقی کو ڈھیروں شرم نے آن گھیرا۔ جبکہ شہلا فاروقی بھی چوری بن گئیں۔

''مگر بابا جان آپ نے یوں سب کو بلایا ہے۔ خیریت تو ہے ناں؟'' عالیہ فاروقی دوپٹہ ٹھیک کرتی ہوئیں آ بیٹھیں۔

''ہوں...... میں نے کچھ اہم فیصلے کیے ہیں۔'' وہ سنجیدہ تھے۔

''اہم فیصلے......''

اروی کے لیے کھڑا ہونا بہت کٹھن معلوم پڑ رہا تھا وہ اپنے اردگرد سہارا تلاش کرنے لگی۔ کیونکہ اُس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا رہا تھا۔ حیان نے سب سے پہلے اس کے قدم ڈگمگاتے دیکھے تو فوراً بڑھ کر سہارا دیا۔ جیسے ہی اس نے اسے پکڑا تو احساس ہوا کہ اُس کا جسم بہت گرم تھا۔ وہ اسے سنبھالتے ہوئے بولا۔

''اسے تو بہت تیز بخار ہے۔''

''نہیں...... میں ٹھیک ہوں۔'' اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ کل جو تائی کے ہاتھوں زخم لگے تھے اس کی شدت دنیا میں لگے ہر گھاؤ سے زیادہ تھی۔ وہ زخم اس نے روح پر کھائے تھے۔ جن کے سامنے جسمانی زخم کی بھلا کیا حیثیت رہ جاتی تھی۔ اور بخار وغیرہ تو کسی کھاتے میں ہی بھلا کب تھے۔ کل سے اب تک اس کے دماغ میں صرف وہی الفاظ بار بار گونج رہے تھے۔ جو تائی کے منہ سے نکلے تھے۔

اس کا ہاتھ بے اختیار سر کی طرف بڑھا اور وہ اسے مسلنے لگی۔ وہ شاید کبھی نیچے نہ آتی اگر بڑے بابا کا حکم نہ ہوتا۔

کمرے میں جامد خاموشی تھی۔ سب بڑے بابا کے بولنے کا انتظار کر رہے تھے۔ آخر ایسا کیا اہم فیصلہ ہوگا کہ جس کے لیے انہوں نے یوں صبح ہی صبح اکٹھا کیا ہے وہ بھی سب کو...... ورنہ گھر کے فیصلے صرف بڑوں کے درمیان ہوا کرتے تھے۔ چھوٹوں کو دخل اندازی کرنے کا بالکل بھی اختیار نہیں تھا۔

''آخر کیا بات ہے؟ بڑے بابا اتنا سسپنس کیوں کریٹ کر رہے ہیں؟'' ریحان سے رہا نہ گیا تو چڑ کر بولا۔

''کیا مسئلہ ہے دس منٹ چپ نہیں رہا جاتا تم سے؟'' عثمان خشم سا اُسے آنکھیں دکھا کر بولا۔ تو وہ چپ ہو گیا۔

''سب سے پہلے تو جو رشتہ آیا تھا اروبشہ کا......'' آخر کار وہ بولے۔ تو سب اپنی پوری سماعتوں سے متوجہ ہوئے۔

وہ رکے پل بھر کو پھر سب کی طرف دیکھا ہر کوئی انہی کی طرف متوجہ تھا۔

''اُسے انکار کر دیا جائے...... ہم اس جگہ اپنی کسی بیٹی کا رشتہ نہیں کریں گے۔'' شہلا فاروقی نے سر مارا غصے سے......

''ہونہہ......''

''ٹھیک ہے بابا...... ہم کر دیں گے۔'' نذیر فاروقی باادب تھے۔

''میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اروی کا جلد از جلد

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نکاح کر دیا جائے تاکہ بچی اور تماشہ بننے سے بچ جائے کیونکہ جب سے یہ آئی ہے لوگوں کی نظروں میں بہت کھٹک رہی ہے۔'' وہ خصوصاً شہلا کو دیکھ کر بولے۔

''جی بابا بالکل درست بات ہے۔'' عالیہ فاروقی نے کہا۔ اور عثمان کو دیکھا وہ مسکرا دیا۔

''میں خود بھی یہ بات کرنا چاہ رہی تھی آپ سے۔'' وہ بولیں۔

''رُکو بہو...... میری بات مکمل نہیں ہوئی ابھی تک۔'' انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں خاموش کرا دیا۔

اروی نے اپنی قسمت کے فیصلے کرتے بڑے بابا کو دیکھا۔ بڑے بابا نے اسے دیکھا جس کی آنکھوں میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہ تھی بالکل اجڑا اور ویران سی آنکھیں تھیں کملایا ہوا چہرہ تھا۔ جسم بھی بہت کمزور لگ رہا تھا۔ بال عجب چار سو بکھرے ہوئے تھے جیسے جینے کی امنگ نے دم توڑ دیا ہو۔

''بہت سوچا ہے میں نے کہ آخر وہ کون ہے جو اسے سنبھال سکتا ہے...... اس کا ساتھ دے سکتا ہے۔ میرے ذہن میں بہت سے نام آئے مگر میں نے جس کا انتخاب کیا ہے وہ مجھے بہترین معلوم ہوا ہے، اروی کے لیے ضروری ہے کہ اس گھر اور خاص کر یہاں کے مکینوں کی نظروں سے دور اپنی زندگی گزارے مگر میں اسے غیروں کے حوالے بھی نہیں کر سکتا...... کیونکہ یہ میرے پرویز کی امانت ہے میرے پاس......'' وہ رنجیدہ ہو گئے۔

اروی کی آنکھیں ایک بار پھر بہنے لگیں جبکہ حیان بڑے بابا کے الفاظ سے کوئی نتائج نہ نکال سکا۔

عثمان نے سوالیہ نگاہیں اپنی ماں کی طرف کیں...... اُن کی نگاہیں بھی مختلف نہیں تھیں۔

''اسی لیے میں نے آج اروشہ اور حیان کے نکاح کا فیصلہ کیا ہے اور نکاح آج ہی ہوگا۔'' اُن کا فیصلہ اٹل تھا۔

''بابا......'' حیان کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

وہاں پر سب پر ایک بم پھٹا تھا۔ مگر جیسے اروشہ کو پرواہ ہی نہیں تھی۔ اسے کچھ بھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ نہ خوشی' نہ غم...... اس کے تو جیسے سارے احساسات دم توڑ چکے تھے۔ اسے جیسے فرق ہی نہیں پڑ رہا تھا کہ بڑے بابا اس کی زندگی کی ڈور کس کو تھما رہے ہیں۔ وہ بالکل خاموش تھی۔

''بابا یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' ناصر فاروقی نے آخر کو ہمت کر کے کہا۔

انہوں نے اپنے بیٹے کو دیکھا جس کے چہرے پر مایوسی سی بکھر رہی تھی۔

''بابا میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''

''ناصر میں نے رائے نہیں مانگی کسی کی بھی اپنا فیصلہ سنایا ہے۔''

''مجھے یہ بالکل ٹھیک لگتا ہے۔''

''پھر بابا ہماری بات......'' عالیہ نے بھی کہا۔

''بس بہو فیصلہ ہو چکا...... آج اروشہ اور حیان کا نکاح ہے اور رخصتی بھی آج ہی ہوگی...... حیان اسے اپنے ساتھ لاہور لے جائے گا۔''

''مگر بابا آپ اچھے سے جانتے ہیں کہ میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔'' حیان کوشش کر لینا چاہتا تھا ایک آخری بار حالانکہ وہاں موجود بھی افراد اچھے سے جانتے تھے کہ شمشیر فاروقی اپنے فیصلے سے ایک انچ نہیں ہٹیں گے۔''

''حیان...... یہ میرا فیصلہ ہے...... اور تمہیں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ماننا ہی ہوگا۔'' اب لہجہ بے لچک تھا۔ حیان نے سر جھکا لیا مگر اندر ایک طلاطم برپا تھا۔ وہ اٹھے اور چلتے ہوئے اروئی کے پاس آئے جو سر جھکائے بیٹھی تھی۔

''بیٹا جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا اس کے لیے میں شرمندہ ہوں۔ مگر یقین مانو میں نے یہ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔'' انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اندر چلے گئے۔

''ماما.....'' عثمان نے ماں کو کہا۔

'' سوری ..... بیٹا مگر تم اپنے بابا کو جانتے ہو۔'' انہوں نے اسے تسلی دی۔

حیان غصے سے بابا کے پیچھے گیا۔

''لو ہو گیا فیصلہ.....'' شانزے نے سر مارا۔

'' اچھا ہے بلا ٹلی.....'' شہلا فاروقی اروئی کے پاس سے گزرتی ہوئی طنز کے تیر ایک بار پھر برسا گئیں۔

سحرش سب سے پہلے اُس کے پاس آئی۔

''تم ٹھیک ہو اروئی؟'' وہ پیار سے مسکرائی۔

اروئی بالکل خاموش تھی۔

'' بھئی حد ہے..... بڑے بابا کو پوری دنیا میں حیان فاروقی کے علاوہ کوئی انسان نہیں ملتا کیا؟.....'' ریحان کو غصہ چڑھا ہوا تھا۔

''ہاں نہیں ملتا شاید.....'' عالیہ نے بھی تلخی سے کہا۔ جنہیں اپنے بیٹے کے ارمان ٹوٹنے کا بہت افسوس ہوا تھا۔

''اچھا اگر حیان نہ ہوتا تو کیا تم کرتے اروئی سے شادی ؟'' شانزے اُلٹا اس پر چڑھ دوڑی..... یہ سوچے بغیر کہ جس ہستی کی وہ بات کر رہے ہیں وہ انہی کے درمیان موجود ہے۔

''ہاں اگر میں اس سے تھوڑا بڑا ہوتا تو کر لیتا اور تمہیں کیا شہزاد فیضان یا پھر عثمان یہ تینوں نظر نہیں آتے۔'' وہ غصے سے بولا۔

''ایک وہی کھڑوس رہ گیا ہے کیا؟ جو بندے سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتا جس کا غصہ ہر وقت ناک پر رہتا ہے۔ جس سے بات کرنے سے پہلے انسان 10 بار سوچتا ہے کہ کرے یا نہ کرے؟ اس شخص کے ساتھ زندگی گزارنا آسان بات ہے کیا..... ہونہہ.....''

''اچھا بس..... بہت ہو گیا تم لوگ یہ بات کرنا چھوڑ دو.....'' آخر کو عثمان زور سے گرجا.....

وہ غصے سے اٹھا اور صدر دروازہ عبور کر گیا۔

''ناصر میرا بیٹا!'' وہ آہستگی سے بولیں جبکہ آنکھیں نم تھیں۔

''عثمان نے پہلی بار اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا مجھ سے وہ بھی بابا نے کسی اور کی جھولی میں ڈال دی..... وہ بھی زبردستی.....'' وہ بولیں۔

''صبر کرو عالیہ تماشہ نہ بناؤ۔ ابھی یہ بات کسی کو پتہ نہیں ہے۔ تو چپ رہو۔'' وہ اٹھے اور انہیں بھی ساتھ لے گئے۔

''اروئی چلو تمہیں کمرے میں چھوڑ آؤں۔''

سحرش اسے لے کر اوپر کی طرف بڑھی۔

''بابا آپ یہ کیسے کر سکتے ہیں میرے ساتھ آپ جانتے ہیں ناں کہ میں دوبارہ شادی نہیں کرنا چاہتا پھر بھی؟'' حیان شدید غصے میں تھے۔

''ہاں پھر بھی.....'' جواب مختصر تھا۔

''But Baba.....'' وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا۔

''میں کیسے ایک شخص کی ذمہ داری لے لوں ہاں..... آپ بتائیں..... میں زندگی میں اکیلے چلنا سیکھ رہا ہوں..... ابھی اپنے قدم مضبوط نہیں کر پایا کہ ایک اور شخص کو اپنے ساتھ چلنے پر کیسے تیار ہو جاؤں۔''

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''شادی کوئی مذاق نہیں ہے..... اور میں ہی کیوں..... باقی بھی تو ہیں ناں۔'' وہ چڑ چڑا لگ رہا تھا۔

''ہاں ہیں..... لیکن جتنا اعتبار میں تم پر کرتا ہوں اتنا میں کسی اور پر نہیں کرسکتا اور انسان امانت اسی کو سونپتا ہے جس پر یقین ہو کہ وہ سنبھال پائے گا..... اور دیکھنا اروشہ جیسی پیاری بچی تمہیں دوبارہ جینا سکھا دے گی۔'' حیان خاموش رہا۔ اس کی خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے ایک اور ضرب ماری۔

''بیٹا میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا کہ میرا مان قائم رکھنا۔ وہ مان جو مجھے تم پر ہے۔ سمجھے ناں۔'' وہ اس کے کندھوں کو تھام کر بولے۔ گویا اس کے فرار کے سارے راستے ختم ہوگئے۔

''اروئی تم شانزے اور ریحان کی باتوں کو زیادہ سیریس نہ لینا وہ تو ایسے ہی کچھ بھی بولتے رہتے ہیں۔ بڑے بابا نے یقیناً بہت اچھا فیصلہ لیا ہے۔'' سحرش اُس کی ہمت بندھاتے ہوئے بولی۔

اروئی نے اپنی آنکھیں موندلیں۔ جیسے سنا ہی نہ ہو۔

☆.....☆.....☆

سائرہ دن چڑھتے ہی فوراً آ گئی۔ نیچے وہ شانزے سے ٹکرا گئی۔

''کیا ہوا ہے شانو؟'' وہ پریشان تھی۔

''ہونا کیا ہے..... بڑے بابا نے فیصلہ سنایا ہے صبح.....'' وہ کندھے جھٹک کر بولی۔

''فیصلہ..... کیسا فیصلہ.....'' اس کا چہرہ سوالیہ تھا۔

''انہوں نے آج اروئی اور حیان کے نکاح کا فیصلہ کیا ہے۔''

''چھن.....'' سائرہ کے اندر کچھ ٹوٹا۔

''حیان مان گئے.....'' آواز خستہ تھی۔

''ہوں مان گئے ہیں وہ۔'' شانزے نے اس کے اڑتے رنگ کو دیکھ کر کہا۔

''تمہیں کیا ہوا ہے..... تمہارا رنگ کیوں اڑ گیا؟''

''ک..... ک کچھ نہیں اروئی اوپر ہے۔'' وہ فوراً سنبھلی۔

''ہاں بیچاری اوپر ہے جاؤ۔'' وہ اشارہ کر کے بولی۔

''بیچاری کے تو نصیب ہی پھوٹ گئے ہیں۔'' شانزے کو پوری ہمدردی تھی۔

سائرہ کمرے میں آئی کمرے میں دن چڑھے ہونے کے باوجود رات کو سما تھا۔ بھاری پردے کھڑکیوں پر گرائے ہوئے تھے۔ تمام بتیاں بند تھیں۔ عجب سوگ کا سماں تھا۔

''اروئی جان.....'' سائرہ نے پکارا اور لائٹس جلائیں۔

سائرہ کی آواز پر اس نے آنکھیں کھولیں۔

''رہنے دیں اندھیرا باجی روشنی اب آنکھیں جلاتی ہے میری۔''

سائرہ اروئی کو دیکھ کر دکھی ہوگئی۔ وہ سوگوار سی لگ رہی تھی۔ جیسے اپنی قسمت پر ماتم کر بیٹھی ہوں۔

''میں یہ نہیں پوچھوں گی کہ کیسی ہو..... بس یہ کہوں گی کہ یقین مانو حیان بہت بہترین جیون ساتھی ہوگا۔ وہ تمہیں بہت خوش رکھیں گے..... مجھے یقین ہے۔ بس تم اپنے دل سے تمام وہمے اور خدشے نکال دو۔'' وہ اس کا چہرہ تھام کر بولی۔

''سچ کہوں باجی تو مجھے فرق نہیں پڑتا کہ کون ہے جس کے ہاتھ میری زندگی کی دوڑ ہے۔ میرا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دل تو کب کا مردہ ہو چکا ہے۔ جسم کا کیا ہے آج نہیں تو کل ساتھ چھوڑ ہی دے گا۔ مجھے اب خوشی غمی کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ زندگی اب بوجھ سی لگنے لگی ہے۔ اتنی تکلیفیں اتنے دکھ اتنی کڑوی باتیں سن لی ہیں کہ اب بس..... مرنے کو جی چاہتا ہے۔ یقین مانیں باجی میں کب کی یہ زندگی ختم کر چکی ہوتی اگر خودکشی حرام نہ ہوتی تو.....'' وہ بالکل مایوس ہو چکی تھی بے کار زندگی سے.....

اروئی پلیز..... یار تم اتنی دل دہلانے والی باتیں تو نہ کرو ناں.....'' سائرہ اس کے الفاظ سے واقعی دہل گئی تھی۔

''انشاء اللہ سب ٹھیک ہوگا..... تم دیکھنا.....'' وہ مسکرائی۔ جواباً وہ بھی طنزیہ مسکرائی۔

''دیکھا جائے گا۔''

☆.....☆.....☆

''فیضی تم میرے ساتھ چلو ابھی.....'' سنبل نے اسے اندر آتے دیکھا تو بولیں۔

''کہاں امی بھئی ابھی تو میں باہر سے آیا ہوں۔'' وہ تھکا سا صوفے پر ڈھے گیا۔

''پتہ ہے مجھے.....'' وہ بوکھلائیں ہوئی تھیں مگر اس نے دھیان نہیں دیا۔

''تمہارے ابو اور بڑا بھائی نہیں ہیں تم چلو میرے ساتھ نانا کے ہاں۔''

''کیوں کیا ہوا ہے؟'' وہ سیدھا ہوا امی کا پریشان چہرہ دیکھا تو فکرمندی سے بولا۔

''خیریت.....''

''پتہ نہیں.....'' جواب عجیب تھا۔

''کیوں؟'' وہ سیدھا ہوا۔

''وہ سحرش کا فون آیا تھا شام کو حیان اور اروبشہ کا نکاح ہے۔''

''واٹ.....'' وہ اچھل ہی پڑا تقریباً اسے اس خبر سے بہت بری طرح دھچکا لگا تھا۔

''ہاں..... جلدی کرو اب تم.....'' وہ کہہ کر اٹھ گئیں جبکہ پیچھے وہ حیران و پریشان سا بیٹھا تھا۔

سہ پہر میں پھوپو اور گھر کے سبھی افراد جمع تھے۔ عیشاء بھی آئی تھی ثمرین پھوپو کے ساتھ جبکہ سنبل پھوپو نے گھر پر فون کر کے باقی کے افراد کو بھی مدعو کر لیا تھا۔ چھوٹی سی گیدرنگ ہو گئی تھی گھر میں۔ فیضی نے سحرش کو تنہا پایا تو جا لیا۔

''باجی یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ مجھے تو کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا۔'' وہ پریشان بھی تھا اور اُداس بھی تھا۔ وہ بھی تو اروئی کا خواہاں تھا۔ اسی لیے یوں اچانک اس کے نکاح اور رخصتی سے اسے بھی ٹھیک سے دھچکا لگا تھا۔

''میں تمہاری فیلنگ سمجھ سکتی ہوں فیضی مگر یقین مانو جو ہو رہا ہے بالکل ٹھیک ہو رہا ہے۔'' وہ ہمدردی کرتے ہوئے بولی۔

''کیا ٹھیک ہو رہا ہے؟ ابھی تم کہہ رہی ہو کہ تمہیں میری فیلنگز کا احساس ہے اوپر سے تم مجھے تسلی دے رہی ہو کہ ٹھیک ہو رہا ہے۔ یہ کیا بات ہوئی؟'' وہ چڑ گیا۔

''تمہیں نہیں پتہ تھا کہ میں اروئی کے لیے واقعی سیریس تھا۔'' وہ اس سے ناراض ہوا۔

''آواز دھیمی رکھو تم..... سمجھے۔'' وہ غصے سے اردگرد نگاہ دوڑا کر بولی کہ کہیں کوئی سن نہ لے۔

''ابھی میرے پاس تمہیں سمجھانے کا وقت نہیں ہے سمجھے.....'' وہ پیار سے بولی۔

''مگر پلیز میری ریکویسٹ ہے کہ تم اس اچھی لڑکی کے لیے کوئی اور مصیبت مت کھڑی کر دینا..... آگے ہی اس پر کم مصیبتیں نہیں ٹوٹی ہیں۔'' وہ کہہ کر چلی گئی۔

سائرہ نے زبردستی اس کے کپڑے چینج

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کرائے اور ہلکا سا میک اپ بھی کر دیا حالانکہ نہ تو اس کی طبیعت ٹھیک تھی نہ ہی اس کا ذرا برابر بھی دل کر رہا تھا۔

شام کو مولوی صاحب آئے اور حیان اور ارویشہ کا نکاح سادگی سے کر دیا گیا..... ارویشہ ..... ارویشہ پرویز فاروقی سے ارویشہ حیان فاروقی بن گئی۔

سائرہ نے ہی اس کی پیکنگ کی۔ چند جوڑے رکھے ساتھ میں کچھ اور ضروریات کا سامان بھی ہمراہ کر دیا۔ جس میں عیشاء اور شانزے نے مدد کی۔

حیان نے اپنا بیگ گاڑی میں رکھوایا۔

''چلتا ہوں بڑے بابا۔'' وہ ان سے ملنے آیا۔

''بیٹا مجھے معلوم ہے کہ تم خفا ہو مجھ سے مگر یقین مانو بہت جلد تمہیں میرے فیصلے کا ادارک ہوگا کہ کس قدر درست ہے یہ فیصلہ۔'' انہوں نے اپنے روٹھے ہوئے بیٹے کو گلے لگایا۔

''اس کا بہت خیال رکھنا وہ میری امانت ہے تمہارے پاس۔'' انہوں نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

''ہوں.....'' اس نے اتنا ہی کہا اور نظریں چرا کر چلا گیا جس سے وہ اپنی ناراضگی کا اظہار کر رہا تھا۔

''اچھا بیٹا خدا کی امان ہیں۔'' پھوپھوں چاچی اور سب کزنز سے وہ بار بار ملی سوائے تائی اماں کے جو اپنے کمرے میں موجود تھیں۔

حیان گاڑی میں بیٹھا اس کا منتظر تھا۔

''اپنا بہت خیال رکھنا اروی جان.....'' سائرہ نے اسے ڈھیروں پیار کیا اور گاڑی تک چھوڑنے آئی۔

اس نے مڑ کر سب گھر والوں پر نگاہ دوڑائی اور خاموشی سے بیٹھ گئی۔

''ایک اَن چاہا بوجھ..... حیان فاروقی۔'' اور لمبا سانس کھینچا۔

حیان نے ساتھ بیٹھی اروی پر ایک اچٹتی سی نگاہ دوڑائی اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

☆.....☆.....☆

شاید دوائیوں کا اثر تھا کہ وہ تمام راستے سوتے ہوئے آئی تھی۔ پورچ میں گاڑی کھڑی کر کے وہ نکلا تو وہ اب بھی سو رہی تھی۔

''اُف.....'' حیان نے اس پر نگاہ دوڑائی۔ ایک تھکن' دوسرا غصہ اس ٹائم عروج پر تھا۔

''ارویشہ.....'' اس نے پکارا۔

مگر وہ گہری نیند تھی اسے خبر ہی نہ ہوئی کہ حیان اسے پکار رہا ہے۔ اس نے تین چار بار دھیمی آواز میں پکارا۔

''کیا مصیبت ہے یار.....'' اس نے اپنی طرف کا دروازہ زور سے بند کیا جس سے ارویشہ گھبرا کر اٹھ گئی۔

ابھی وہ اپنے حواس میں واپس نہ آئی تھی اور حیرانی سے اردگرد کا جائزہ لے کر دیکھ رہی تھی کہ وہ ہے کہاں۔

شام کب رات میں ڈھلی اسے معلوم ہی نہیں ہوا تھا۔

حیان پر نظر پڑتے ہی اس کے منہ سے اچانک نکلا۔

''اوہ..... مسٹر فاروقی ..... ہم..... آ گئے ہیں؟'' شام میں ہونے والا واقعہ تمام جزئیات کے ساتھ ذہن میں روز روشن کی طرح واضح ہوا۔

''ہوں.....'' باوجود غصے کے وہ خود کو کنٹرول کر کے بولا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''آؤ اندر.....'' وہ کہہ کر اندر کی طرف بڑھا۔

وہ چپ کر کے نکلی اور اردگرد سے بے نیاز اس کے پیچھے چلنے لگی۔ حالانکہ اسے چلنے میں دشواری تھی۔

''شانی..... شانی.....'' اس نے کسی کو زور سے آواز دی۔

کچھ ہی دیر میں ایک لڑکا اندر سے بدحواس سا برآمد ہوا۔

صاحب کے ساتھ یوں ایک لڑکی کو دیکھ کر تھوڑا حیران اور پریشان ہوا مگر کچھ پوچھنے کی اس کی جرأت نہیں تھی۔

''سامان گاڑی سے نکال دو..... اور کمرے میں رکھوا دو۔''

''میرے لیے کافی بنا کر لاؤ..... تم کچھ کھاؤ گی؟'' وہ اروبشہ کی طرف پلٹا۔

''کافی.....'' جواب مختصر تھا۔

''ان کے لیے بھی کافی۔'' اس نے اشارہ کیا اروبی کی طرف.....

''جی صاحب.....'' وہ فرمانبرداری سے جواب دیتا تیزی سے حرکت میں آیا۔

''آؤ.....'' وہ تیزی سے آگے بڑھا۔

لابی سے ہوتا ہوا وہ اپنے روم میں گیا۔

''آج تم یہی سو جانا..... اوکے..... کل تمہارے لیے روم سیٹ کروا دیں گے۔'' وہ اپنی طرف سے کوشش کر رہا تھا کہ تلخ نہ ہو۔ مگر شاید مزاج کی یہ تلخی اس کی عادت بن کر اس کی شخصیت میں رچ بس گئی تھی۔

''جی.....'' اس نے سر جھکایا۔

''ہوں..... میں چینج کر لوں۔'' وہ کہہ کر الماری کی طرف بڑھا جبکہ وہ اردگرد کا جائزہ لینے لگی۔

کمرہ کافی کشادہ تھا۔ بلو اور بلیک کلر کمرے پر کافی حاوی لگتے تھے۔ جس سے گھٹن کا احساس بڑھ رہا تھا۔

اس نے اپنے عکس کو سامنے ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے میں دیکھا..... کتنی اداسی اور پژمردگی تھی اس کے چہرے پر..... تھکن بھی بہت نمایاں تھی۔

''کیا ہو گیا ہے میرے ساتھ؟'' اندر سے عجیب سا سوال اٹھا..... اس نے کمرے پر پھر نظر دوڑائی۔

''میں..... میں مسٹر فاروقی کے بیڈروم میں بیٹھی ہوں۔ اروبشہ حیان فاروقی بن کر..... کل تک میں کتنی آزاد تھی کتنی پُرسکون تھی۔ مگر آج حالات کہاں سے کہاں لے آئے ہیں۔''

''یہ کیا ہو گیا ہے میرے اللہ.....'' اس نے سر تھام لیا..... اور آگے بھی نہ جانے اور کیا کیا ہو گا.....'' دل میں عجیب سے خدشوں نے جنم لے لیا تھا اس کے..... وہ واپس آیا تو وہ سر تھامے بیٹھی تھی۔

''ہوں..... قصور تو بیچاری کا ہی نہیں ہے..... قصور تو میرا بھی نہیں ہے..... پھر قصور کس کا ہے۔ حالات کا؟ وقت کا؟ بڑے بابا کے فیصلے کا؟ یا تائی کی زبان اور مزاج کا؟'' پھر سے سوالات اس کے دماغ میں گردش کرنے لگے۔ دروازے پر ناک ہوئی تو دونوں متوجہ ہوئے۔

''آ جاؤ.....'' حیان نے تولیے سے بال رگڑے اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کر بال بنانے لگا۔

''صاحب کافی.....'' لڑکا ٹرے لیے آیا اور ٹیبل پر رکھ کر پلٹ گیا۔

اروبشہ نے نکھرے نکھرے حیان کو دیکھا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ٹراؤزر اور شرٹ میں وہ اسے پہلی بار دیکھ رہی تھی وہ الگ لگ رہا تھا۔

''کافی.....'' حیان نے کپ اس کی طرف بڑھایا۔

''تھینکس.....'' کہہ کر اس نے تھام لیا۔ اسے اس کی شدید طلب ہو رہی تھی کیونکہ اس کا سر پھٹ رہا تھا۔ وہ پلٹ کر سامنے بڑے جدید طرز کی کرسی پر بیٹھ گیا اور کافی پینے لگا۔

''طبیعت ٹھیک ہے اب؟'' بھاپ اڑتے کپ کو وہ ٹیبل پر رکھ کر اروئی کی طرف متوجہ ہوا۔

''جی.....'' وہ کپ کو گھورتے ہوئے بولی جس میں سے بھاپ اڑ رہی تھی۔

''ہوں..... اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو یہ شانی ہے بچہ.....'' اس نے انگلی سے اشارہ کیا۔

''اسے کہہ دینا او کے.....''

''ہوں.....'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

کپ سے اڑتی بھاپ کے پار وہ حیان کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ وہ نظریں جھکائے گہری سوچ میں تھا شاید آنے والے حالات کے لیے حکمت عملی ترتیب دے رہا ہو۔

چہرے پر ہلکا ہلکا غصہ واضح جھلک رہا تھا آنکھوں میں سوچ تھی..... وہ ان سب میں بھی بہت ہینڈسم لگتا تھا۔

''جو بھی ہو حیان فاروقی جیسا بندہ قسمت والوں کو ہی ملتا ہے شانزے چاہے تم اسے جو بھی کہو مگر مجھے وہ بہت پسند ہے۔'' فائقہ کے کہے گئے الفاظ اچانک اس کے دماغ میں گونجے..... جنہیں سوچ کر اس کے لب مسکرا دیے۔

''تو کیا میں اسے اپنی خوش بختی کہوں کہ حیان فاروقی نام کا ہیرا میری جھولی میں گرا ہے..... یا امتحان کہوں کہ اینگری مین سے اب میرا رشتہ ہم سفر کا ہو گیا ہے.....'' یہ سوچ کر اس کے ہونٹوں کا تبسم ایک دم غائب ہو گیا۔

اس کے اس بدلتے تاثرات کو وہ بغور دیکھ رہا تھا۔

''اب سونا چاہیے رات کے بارہ بج رہے ہیں مجھے صبح آفس بھی جانا ہے۔'' وہ کہتا ہوا اٹھا اور بیڈ کی دوسری طرف جا کر چادر منہ تک تان کر سو گیا۔ مگر نیند شاید ارویشہ سے روٹھ گئی تھی۔ اس نے ایک لیمپ کی بجائے ساری لائٹس آف کر دیں اور خود جا کر اس کرسی پر بیٹھ گئی جہاں سے وہ اٹھا تھا۔

سوچنے کے لیے شاید اس کے پاس بہت کچھ تھا۔ اسی لیے وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر ریلیکس ہو گئی۔

☆.....☆.....☆

آج صبح ٹیبل پر بہت خاموشی تھی۔ کل یہاں ایک طوفان اٹھا تھا اور اپنے ساتھ اروئی کی زندگی بھی بہا لے گیا تھا۔

''ریحان جلدی کرو مجھے پہلے ہی دیر ہو رہی ہے۔'' شانزے نے ریحان سے کہا جو چائے پی رہا تھا۔

''ہوں..... چلو چلتے ہیں۔'' وہ اٹھا اور باہر جا کر گاڑی نکالنے لگا۔

''اچھا ابو اللہ حافظ۔'' شانزے نے شہلا کو سلام نہیں کیا یہ واضح ناراضگی کا اظہار تھا۔

شہلا نے نظریں اٹھا کر شانزے کو دیکھا مگر وہ آنکھیں چراتی ہوئی نکل گئی۔

''عثمان یار تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی..... تم بے شک آج نہ آؤ اور تم ابھی تیار بھی نہیں ہو۔'' شہریار نے عثمان سے کہا جو سامنے پلیٹ کو گھور رہا تھا جبکہ کھانا جوں کا توں پڑا تھا۔

(جاری ہے)

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مکمل ناول

تیرِ نیم کش

آخری قسط

''بابا ہر انسان زندگی میں کوئی نا کوئی غلطی کرتا ہے نا..... اور اگر اس وقت جس وقت اس نے وہ کام کیا ہو..... وہ قدم ٹھیک لگے لیکن بعد میں معلوم ہو کہ وہ قدم غلط تھا اور وہ اس کی زندگی کی بھول بن جائے تو کیا پھر بھی وہ انسان سزا کا حق دار ہوتا ہے۔''

''اللہ ظہر ہوگئی ہے گیارہ بجے سے نکلے ہیں یہ شاپنگ پر کب آئیں گی یہ لڑکیاں مجھے گھر بھی جانا ہے.....'' ثمرین کی نظر اچانک گھڑی پر پڑی تو بول اٹھی۔

''آجائیں گی..... بچیاں تم پریشان نہ ہو۔'' عالیہ نے کہا۔

''رمضو بابا..... بابا اٹھ گئے کیا؟'' سنبل کی نظر بابا کے کمرے سے نکلتے رمضو پر پڑی تو پوچھا۔

''جی بی بی جی اٹھ گئے ہیں صاحب.....'' وہ کہہ کر کچن کی طرف بڑھے۔

تو وہ اٹھ گئیں اندر جانے کو جبکہ عالیہ نے کچن کا رخ کیا جانتی تھی کہ اب بھابی اوپر سے تین قدم نیچے رنجا فرما گئیں جب یہ دونوں چلی جائیں گی لہٰذا کھانے کا انتظام انہیں دیکھنا تھا۔

''بابا اب کیسے ہیں آپ'' سنبل نے جا کر ان کا ہاتھ چوما اور پریشانی سے بولیں۔ وہ بہت کمزور لگ رہے تھے۔

''مجھے کیا ہونا ہے بھلا چنگا ہوں میں.....'' وہ ہنسے۔ اور ساتھ ہی کھانسی کا دورہ پڑا انہیں۔ ثمرین جلدی سے پانی لے کر آئی اور انہیں پانی پلایا۔

''بھئی یہ چھوٹی موٹی بیماریاں تو لگی ہی رہتی ہیں۔''

''بس جو ہوا ہے آپ بھول جائیں۔ اب اروئی سیٹ ہوگئی ہے۔'' ثمرین بیڈ کے دوسری طرف سے آئی اور ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔

''خدا کا شکر ہے کہ ایک اچھا فیصلہ کیا ہے میں نے..... ورنہ میں پرویز کو کیا منہ دکھاتا کہ اس کی امانت کا خیال بھی نہیں رکھ سکا میں۔''

وہ بیڈ کے سرہانے سے سر ٹکا کر بولے اور

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

آنکھوں سے آنسو کا قطرہ نکلا جو بالوں میں جذب ہوگیا۔

'یقیناً آپ نے بہت ٹھیک فیصلہ کیا ہے بابا۔ آپ نے اس یتیم بچی کو ایک مضبوط سائبان مہیا کیا ہے۔ مضبوط بازوؤں میں اس کی سپردگی کی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ بالکل ٹھیک فیصلے لیتے ہیں۔'' سنبل نے ہاتھ دبا کر انہیں یقین کا احساس دلایا اور مسکرادیں۔

''یہ تم لوگوں کا بھروسہ ہی ہے جس پر میں یقین سے پاؤں رکھ کر فیصلہ لیتا ہوں اور میرا خدا مجھے مایوس نہیں کرتا یہ میرے رب کا کرم ہے مجھ پر.....'' وہ عاجزی سے چھت کو دیکھتے ہوئے بولے۔

''بس اب یہی دعا ہے کہ میرا مالک میرے اس فیصلے کو بھی صحیح کردے۔ میں دونوں کو مطمئن اور خوش وخرم دیکھنا چاہتا ہوں.....'' وہ بولے۔

''انشاء اللہ آپ جیسا چاہتے ہیں بالکل ویسا ہی ہوگا بابا.....'' ثمرین نے کندھا دبایا۔

''اور بس آپ اپنا خیال رکھیں بابا..... آپ ہمارے لیے بہت قیمتی ہیں یقین مانیں.....'' سنبل کی آواز بھرآئی۔

''رکھوں گا بالکل رکھوں گا اپنی شہزادیوں کے لیے اپنا خیال رکھوں گا.....'' وہ دونوں کو پیار کرکے بولے۔

☆.....☆.....☆

''اللہ آج تو مزا ہی آ گیا شاپنگ کا۔'' شانزے فخر سے ہاتھ میں تھامے بیگ دیکھ کر بولی۔

''ہاں اور تم لوگوں نے میرے میاں کی جیب کتنی ڈھیلی کرائی ہے اس کا اندازہ ہے کچھ؟'' سحرش مصنوعی خفگی سے بولی۔

''واہ باجی جیسے ساری شاپنگ ہم نے ہی کی ہے اور تم نے جو کیا ہے وہ کیا.....'' مہوش نے اپنی عینک درست کی..... ''ہاں جی بالکل ٹھیک کہا ہے مہوش باجی نے۔'' عیشاء نے بھی حصہ لیا۔ تو وہ کھسیانی ہنسی ہنس دی۔ ''بھئی پیسے لگوادیے ہیں مگر کوئی اب پانی بھی پوچھ لو اتنا تو میں پورا دن آفس میں نہیں تھکتا جتنا تم لوگوں نے تھکا دیا ہے.....'' شہریار صوفے پر ڈھے گیا۔

جبکہ خواتین نے ایک فخریہ نگاہ اپنی شاپنگ پر ڈالی ''لاتی ہوں۔'' سحرش نے ہنستے ہوئے اٹھی۔

''ارے چچی آپ اکیلی کچن میں؟ رکیں میں آتی ہوں اپنے میاں صاحب کو پانی دے کر۔'' وہ مسکرائی۔

''ہاں بیٹا ضرور..... جلدی آؤ مجھے واقعی ایک مددگار کی اشد ضرورت ہے۔'' وہ مصروف سی بولیں۔

''جی بس آئی.....'' کہہ کر وہ کچن سے نکلی۔

☆.....☆.....☆

اسے یہاں آئے تین ہفتے ہوگئے تھے۔ وہ یہاں سے مانوس سی ہونے لگی تھی۔ یہاں کے در ودیوار اسے اپنائیت کا احساس دلاتے تھے۔ حیان بہت کم گو تھا۔ اس کی موجودگی سے گھر میں زیادہ فرق نہیں پڑتا تھا۔ وہ شانی اور اس کی بے بے سے ہی سارا وقت باتیں کرتی رہتی تھی۔ آج چھٹی تھی تو اس نے سوچا کہ اسے کچھ بنانا چاہیے۔ پاکستانی کھانے تو اسے آتے ہی نہیں تھے بنانے اور دوسرے بھی کم ہی آتے تھے مگر وہ بیکنگ بہت عمدہ انداز میں کرتی تھی۔ لہٰذا اس نے کیک بنانے کا سوچا اور کچن میں چلی آئی۔

''بے بے آپ مجھے میدہ وغیرہ دیدیں.....'' اس نے سامان نکالتے ہوئے کہا۔

''بی بی! کیا بناوے ہو؟'' بے بے ساتھ ساتھ ہاتھ چلا رہی تھیں اور ساتھ میں اردو سے بھی مخاطب تھیں۔

''بے بے بیکار رہ کر بور ہوگئی ہوں تو سوچا کہ چلو کچھ بنا ہی لوں۔'' اس لیے کیک بنانے آئی ہوں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اچھا تمہیں آوے ہے بنانا یہ بیکری کا سامان.....'' بے بے متاثر کن لہجے میں بولیں۔

''ارے سارا کہاں بے بے بس یونہی۔'' وہ ہنس دی بے بے کی حیرانی پر۔

''شانی کدھر ہے؟''

وہ صاحب کی گاڑی صاف کرے ہے۔''

''ہوں۔ٹھیک ہے۔'' وہ چیزوں کی طرف متوجہ ہوئی اور بنانے لگی۔

حیان دیر سے سو کر اٹھا،فریش ہو کر باہر آیا.....اور ٹی وی لگا کر سرچنگ کرنے لگا.....''چلو اب دوپہر کا کھانا ہی کھاؤں گا ناشتے کا وقت تو نکل گیا ہے۔'' وہ گھڑی دیکھ کر بولا جو دو بجا رہی تھی۔

سرچنگ کرتے کرتے اس کے ہاتھ تھم گئے۔

اروئی بھی کیک بیک ہونے کے لیے رکھ کر باہر آئی۔

''گڈ مارننگ مسٹر فاروقی۔'' وہ ہاتھ اپنے اسکارف سے خشک کرتی اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔.....جبکہ دوسری طرف جواب ندارد تھا۔اروئی نے ٹی وی پر دیکھا تو کوئی ماڈلنگ شو تھا جس میں ایک شوسٹاپر بہت ہی عجیب لہروں والے کپڑے پہنے واک کر رہی تھی۔ پیچھے کمر پر کپڑا نامی کوئی چیز نہیں تھی اور آگے ٹانگیں بھی پتلی پتلی اور چمکدار لگ رہی تھیں .....''یہ کیا دیکھ رہے ہیں؟'' وہ حیرانی سے حیان کی طرف دیکھ کر بولی۔

حیان کے چہرے پر ایک عجیب درد تھا..... کتنا کرب تھا اس کی آنکھوں میں۔غصہ تھا اس کی سانسوں میں۔اس نے ریموٹ کو غصے سے پٹخا اور اٹھ کر چلا گیا۔

''انہیں کیا ہوا ہے؟'' وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

وہ دوبارہ متوجہ ہوئی اس فیشن شو کی طرف .....وہاں اناؤنسر بول رہی تھی:

Ladies & gentle men put your hands togather for our model shizza khan...

تالیوں کی گونج میں پھر وہی ماڈل ریمپ پر آئی اور ہاتھ ہلانے لگی۔

''اوہ..... یہ تو شزا ہے.....اروئی نے غور سے دیکھا.....اروی کو جھٹکا سا لگا یہ جان کر کہ وہ اس کی بیوی تھی۔بلاشبہ وہ حسین لڑکی تھی اور میک اپ نے اسے اور بھی جلا بخشی تھی۔

اروئی نے بڑھ کر ٹی وی بند کر دیا اور کچن میں دوبارہ چلی آئی۔

''بی بی صاحب کا ناشتہ.....'' بے بے بڑبڑ لگا رہی تھیں۔

''بے بے رہنے دیں وہ تو چلے گئے ہیں۔'' اروئی افسوس سے بولی۔

''اچھا!!'' وہ اپنی محنت پر افسوس کر رہی تھیں کہ اتنی محنت سے انہوں نے آج قیمے کے پراٹھے بنائے تھے میاں جی کے لیے کیونکہ چھٹی والے دن وہ ہیوی ناشتہ کرتا تھا ساتھ میں چٹنی بھی خاص بنائی تھی مگر وہ کھائے بغیر ہی چلا گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

آج کتنے عرصے بعد اس نے شزا کو دیکھا تھا.....آج اس کے زخم ایک بار پھر تازہ ہو گئے تھے۔وہ ہر جائی آرام سے آگے بڑھ گئی تھی اسے جو چاہیے تھا وہ اس نے حاصل کر لیا تھا۔اور وہ آج بھی اسی مقام پر کھڑا تھا جہاں وہ چھوڑ کر گئی تھی۔حیان فاروقی کے لیے جیسے وقت تھم سا گیا تھا اس نے تو اپنی زندگی سے منہ ہی موڑ لیا تھا جبکہ دوسری طرف وہ اپنی زندگی کو اور رنگین بنا رہی تھی۔حیان فاروقی کی زندگی سے سارے رنگ چھین کر.....

وہ سارا دن آوارہ گردی کرتا رہا اور شام ڈھلے لوٹ آیا تھا.....

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''مسٹر فاروقی آپ کے لیے کھانا لگاؤں .....'' اروئی نے جو سارے دن سے اس کا انتظار کر رہی تھی اسے اندر داخل ہوتے دیکھ کر فوراً بولی۔ نہ جانے کیوں اسے یقین سا تھا کہ اس نے صبح سے کچھ نہیں کھایا ہوگا۔ اسی لیے تو فوراً یہ سوال کر دیا

حیان کے قدم تھم گئے ..... وہ مڑا ..... ہوں کہہ کر وہ واپس کمرے میں چلا گیا۔ جبکہ وہ ٹیبل لگانے میں شانی کی مدد کرنے لگی۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ اپنے کمرے میں آیا تو اروئی بڑے شوق سے کیک اور کافی کا مگ لے کر اس کے کمرے میں گئی .....

''یہ لیں .....'' وہ اشتیاق سے بولی۔

اس نے کتاب سے نظریں ہٹائیں

''یہ کیا ہے؟'' وہ کتاب سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر بولا۔

''بھئی کافی ہے اور کیک ہے ..... میں نے خود بیک کیا ہے۔'' اس کے لہجے میں بچوں سا اشتیاق تھا جسے پذیرائی کی ضرورت تھی۔

حیان نے اس کے صبیح چہرے کو غور سے دیکھا ..... کتنی چمک تھی اس کی کالی آنکھوں میں اور مسکراہٹ بھی کتنی پاکیزہ تھی جیسے فجر کے بعد کی صبح ہو۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر کیک لے لیا۔

وہ پرجوش ہو کر ادھر بیڈ پر ہی ٹک گئی اور ٹرے پر تھوڑی جما کر پراشتیاق نظروں سے حیان کو دیکھنے لگی۔

اس کے اس طرح دیکھنے پر وہ چونک گیا .....

''ایسے کیوں دیکھ رہی ہو بھئی .....؟'' منہ تک جاتا ہاتھ رک گیا۔

''بھئی جلدی کھا کر بتائیں کہ کیسا بنا ہے؟ میں نے سارا دن ویٹ کیا ہے آپ کا کہ آپ بتائیں گے .....'' وہ الجھ پڑی۔

حیان نے گہری نظروں سے اس کے بچپنے کو دیکھا اور مسکرا دیا۔

''اگر اچھا نہ ہوا تو بھی بتا دوں نا؟'' اس کی آنکھوں میں شرارت ابھری۔

''جی نہیں مجھے یقین ہے آپ کو ضرور پسند آئے گا ..... مسٹر فاروقی'' وہ دعوے سے گردن اکڑا کر بولی۔

''ہوں دیکھتے ہیں .....'' وہ سر ہلا کر چیلنج کرتا ہوا بولا۔

''جی بالکل .....'' وہ دعویٰ کر کے بولی جیسے مکمل اعتماد و یقین ہو اپنی محنت پر۔

حیان نے کیک کھایا اور چند سیکنڈ تک اس کی شکل دیکھتا رہا۔ وہ ٹکٹکی باندھے اسے گھور رہی تھی۔

حیان نے ایک اور نوالہ لیا اور آرام سے کھانے لگا ..... آہستہ آہستہ اس نے پورا پیس ختم کر لیا۔

''بولیں کیسا لگا آپ کو؟'' وہ پھر پوچھ بیٹھی اس سے رہا ہی نہیں گیا۔

''ٹھیک ہی تھا .....'' وہ ادھر ادھر نظریں گھما کر بولا ..... ارادہ اسے تنگ کرنا تھا۔

''واقعی اچھا نہیں بنا .....؟'' ایک دم اس کا منہ لٹک گیا۔ ''میں نے ٹیسٹ ہی نہیں کیا تھا۔'' وہ افسوس کر کے بولی۔

حیان کو اس کا چہرہ دیکھ کر ہنسی آ گئی۔

''مسٹر فاروقی میرا مذاق نہ اڑائیں او کے'' وہ چڑ گئی اور منہ پھلا لیا۔

یہ جانے بغیر کہ وہ پہلی بار اسے ہنستا ہوا دیکھ رہی ہے۔

اس کا پھولا ہوا منہ دیکھ کر آواز اور بلند ہو گئی .....

''بالکل گول گپی لگ رہی ہو۔'' وہ اس کے چہرے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

اروئی نے نظریں گھما کر اسے دیکھا تو دیکھتی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

رہ گئی۔ وہ کتنا اچھا لگ رہا تھا۔ یوں مسکراتے ہوئے ...... آج، آج شاید پہلی بار ...... ہاں ہاں بالکل پہلی بار ہی تو دیکھا ہے انہیں یوں وہ بھی غیر ارادی طور پر مسکرانے لگی......

''بالکل بچی ہو تم اروشہ......'' وہ سنبھل کر بولا

''اور آپ کتنے اچھے لگتے ہیں مسکراتے، ہنستے ہوئے مسٹر فاروقی۔'' وہ معصومیت سے بولی۔

''ہاں بہت عرصے بعد مسکرایا ہوں میں اروشہ...... تھینک یو!''

وہ بولا تو آواز میں کتنی حسرت تھی۔ میں تو شاید بھول ہی گیا ہوں مسکرانا۔ اس کے لہجے کو محسوس کرکے وہ فوراً بولی۔

''واقعی کیک اچھا نہیں تھا مسٹر فاروقی؟'' وہ اس کا ذہن بھٹکنے نہیں دینا چاہتی تھی لہٰذا موضوع بدل دیا۔

''ارے نہیں، نہیں ...... میں کھنچائی کر رہا تھا تمہاری...... کیک اچھا تھا بلکہ بہت اچھا تھا اسی لیے تو سارا کھا لیا ...... بہت زبردست بیکنگ کر لیتی ہو تم......''

''تعریف کے لیے شکریہ!'' وہ آداب بجا لائی...... ''مجھے خوشی ہے آپ کو پسند آیا۔ اب آپ آرام کریں...... میں بھی چلتی ہوں۔'' وہ اٹھی۔

''ہوں!'' وہ کافی کا کپ اٹھاتے ہوئے بولا۔

وہ دروازے پر جا کر پلٹی۔ ''تھینک یو مسٹر فاروقی!...... کہ آپ آج ہنسے......'' وہ کہہ کر چلی گئی۔

وہ مسکرا دیا۔ واقعی میں تو بھول ہی تو گیا ہوں ہنسنا، مسکرانا۔

سوچیں پھر سے منتشر ہونے لگیں۔ سوچ کے بے لگام گھوڑے ایک بار پھر یادوں کی وادی میں جانے کو بیتاب لگ رہے تھے۔

''شہزایار کبھی تو اپنے ہاتھ کا بنا ہوا کچھ کھلا دو''

حیان کا موڈ بہت خوشگوار تھا۔

''ہیں ......؟ تمہیں کیا سوجی یوں ایک دم......'' وہ حیران سی مڑی۔

وہ آج کمرے میں بیٹھے اپنے البم کو سیٹ کر رہے تھے۔

''ہائے حیان دیکھو کتنی زبردست Pic ہے میری یہ والی کتنا پرفیکٹ پوز آیا ہے ناں......'' وہ اشتیاق سے تصویر آگے کرکے بولی۔

''ہوں!......'' وہ بے دلی سے دیکھے بغیر ہی بولا۔

''ہماری شادی کو دو ماہ ہو گئے ہیں اور تم نے ایک کپ چائے بھی نہیں پلائی مجھے......'' اس کی سوئی وہیں پر اٹکی تھی۔

''بھئی سیدھی بات ہے حیان کچن وچن کا کوئی کام مجھ سے نہیں ہوتا او کے اور ویسے بھی ہم ملازم رکھتے ہی کیوں ہیں کام کرانے کو ناں...... نہ کہ خود وہ کام کرنے کو۔'' وہ دوبارہ اپنی تصویروں کی طرف متوجہ ہو گئی۔ حیان نے اس کی شکل دیکھی۔

''میری کتنی خواہش تھی کہ تم میرے لیے کم از کم چائے یا کافی ہی بنا کر لاؤ اپنے پیارے ہاتھوں سے اور کبھی کبھی کھانا بھی...... مجھے سی آف کرنے آیا کرو...... میرا انتظار کیا کرو...... میں آؤں تو پوچھو کہ سارا دن کیسا کام کیا؟ مجھے کتنا مس کیا......'' وہ حسرت سے بولا۔

''ہوں بالکل ٹیپیکل بیوی چاہیے مسٹر حیان فاروقی کو۔'' وہ بدستور البم کی طرف متوجہ تھی...... مگر بات حیان سے کر رہی تھی۔

اس میں ٹیپیکل بیوی کہاں سے آ گئی......؟''

وہ بحث پر آمادہ تھا۔ ''میں کون سا تمہیں گھر کے سارے کام کرنے کو کہہ رہا ہوں بس کبھی کبھی میری خواہش پر ہی کر دیا کرو یار......''

''بھئی مجھ سے ایسے ویسے کوئی کام نہیں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوتے ..... میں پروفیشنل بننے کی کوشش میں ہوں اورتم مجھے گھر داری کی طرف گھسیٹ رہے ہو..... سوری! بھئی اگر یہ ہی سب کروانا تھا تو کر لیتی تھی کسی گاؤں کی لڑکی سے شادی..... تم بھی خوش اور وہ بھی خوش.....'' وہ ڈھٹائی سے بولی۔ اور مسکراتے ہوئے اٹھ گئی۔ جبکہ حیان صرف اس کی شکل دیکھتا رہا جسے اس کی فیلنگز کی ذرا بھی پرواہ نہیں تھی

☆.....☆.....☆

''میری جیسی خواہش تھی ویسی شزا نہیں نکلی .....'' آہ ایک درد بھری آہ اس کے وجود سے نکلی۔

''اور یہ لڑکی .....؟؟؟'' آگے صرف سوالیہ نشان تھا جس کا اب تک حیان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

اروئی بیڈ سے ٹیک لگائے آج ہونے والے تمام واقعات پر غور کر رہی تھی صبح ٹی وی پر شزا کو دیکھنا پھر سارا دن غائب رہنا پھر رات گئے تک واپس آنا اور آخر میں..... اس کے ہاتھ کا کیک کھانا اسے تنگ کرنا اور سب سے بڑھ کر ہنسنا..... اس کو سوچ کر وہ پھر مسکرادی۔

وہ مسلسل اپنی چین کو انگلی میں مروڑے غور کر رہی تھی۔ کمرے میں نیم تاریکی تھی۔ اس نے اوپر والا کمرہ اپنے لیے سیٹ کر لیا تھا۔ وہ حیان کی مرضی کے بغیر اس کے روم میں نہیں جانا چاہتی تھی۔ مگر اس کی زندگی میں شامل ہونا چاہتی تھی۔ وہ اس حیان کو جانتی تھی جو کم ہی کسی سے بات کرتا تھا۔ جواب صرف ہاں ، ہوں میں دیتا تھا جس کے چہرے پر ہر وقت ایک بیزاری سی رہتی تھی۔ جیسے تنگ آ گیا ہو جی جی کر..... مگر اب وہ اس حیان کو جاننا چاہتی تھی جسے زندگی جینا آتا تھا جسے خوشیاں سمیٹنا اور بانٹنا دونوں آتا تھا۔ جو ہنستا تھا، مسکراتا تھا..... اور اسے وہ حیان واپس لانا تھا۔

اروئی کے دل میں حیان نام کی کونپل کھلنے لگی تھی۔ وہ کتنے دنوں سے اس کے اطوار دیکھ رہی تھی۔ اکن انکھیوں سے اسے دیکھنا اس کا مشاہدہ کرنا اسے اچھا لگنے لگا تھا..... مسٹر فاروقی میں آپ کو جیت لوں گی'' وہ ایک عزم سے بولی۔

اس نے کمرے کی کھڑکی سے جھانکتے چاند کو دیکھا جو شاید اپنے شباب پر لوٹ رہا تھا..... میں بھی آپ کو آپ کے شباب پر لے آؤں گی..... جیسے چاند کی فطرت ہے نا کہ آسمان کی وسعتوں میں کھو سا جاتا ہے پھر نمودار ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ بڑھتا ہے یہاں تک کہ پورا ہو کر آسمان پر ڈھیروں ستاروں کے اوپر اپنی چاندنی کی چادر پھیلائے حکمرانی کرتا ہے..... بالکل ویسے ہی آپ نمودار ہو گئے ہیں پہلی تاریخ کے چاند کی طرح اور میں بھی آپ کو چودھویں کا چاند بنا دوں گی جب آپ اپنی آب تاب کے ساتھ پھر زندگی کے اوپر چھا جائیں گے ..... وہ مسکرادی۔

☆.....☆.....☆

''مسٹر فاروقی..... مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔''

اس شام وہ آفس سے جلدی لوٹ آیا تھا لہذا وہ لاونج میں بیٹھا چائے پی رہا تھا کہ اروئی اوپر سے نیچے آئی اسے دیکھا تو بولی۔

''ہوں.....'' وہ اسے دیکھے بغیر ہی بولا نظریں ٹی وی پر تھیں۔

اروئی کو یہ بات ذرا نہ بھائی مگر خاموش رہی۔

''میں سوچ رہی تھی کہ میں دوبارہ اپنی اسٹڈیز کو شروع کر لوں۔ ویسے بھی میرے ایک دو سمسٹر ہی رہ گئے ہیں..... سارا دن کرنے کو بھی کچھ نہیں ہوتا..... بور ہو گئی ہوں میں۔

آپ بھی شام ڈھلے آتے ہیں اور اپنے کمرے میں مقید ہو جاتے ہیں ۔ میں سارا دن بولا بولائی سی کبھی گھر کے ایک کونے اور کبھی دوسرے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کونے کا چکر کاٹتی رہتی ہوں۔''

وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں اس سے شکایت کررہی تھی..... اس کی بے اعتنائی کی۔

وہ چائے کا کپ میز پر رکھ کر بولا۔

''مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ آپ کو یہاں آتے ہی شروع کرلینی چاہیے تھی خوامخواہ ہی آپ نے دو مہینے برباد کردیے.....''

''اوہ تو انہیں یاد ہے کہ ہمارے نکاح کو دو ماہ ہو چکے ہیں.....'' اردی کے لیے یہ غیر معمولی بات تھی۔

''ہوں ٹھیک کہہ رہے ہیں مجھے خیال ہی نہیں آیا۔'' وہ منہ بنا کر بولی۔

''سارے ڈاکومنٹس ہیں ناں آپ کے پاس ..... مجھے دیجیے گا پھر جا کر کہیں آپ کا ایڈمیشن کرالیں گے.....'' وہ اپنی بے اعتنائی کی بات کو آرام سے گول کر کے اٹھ گیا۔

''اپنی بات کا کچھ نہیں کہا.....'' کہ آپ کے پاس میرے لیے تھوڑا بھی ٹائم نہیں ہے..... ہونہہ ..... وہ اسے جاتا دیکھتی رہی..... اسے غصہ آ گیا۔

☆.....☆.....☆

''اوہو..... میرے ڈاکومنٹس تو وہیں رہ گئے ہیں..... اب کیا کروں؟'' وہ اپنے کمرے میں آ کر پیپرز ڈھونڈنے لگی تو یاد آیا کہ اپنے ساتھ صرف کپڑے لائی تھی۔

اس نے گھر پر فون ملایا.....

''ہیلو .....'' عالیہ کی چچی کی مدھم سی آواز ابھری۔

''السلام علیکم! چچی جان۔'' وہ خوش ہو کر بولی۔

''وعلیکم السلام! بیٹا کیسی ہو تم؟''

''میں بالکل ٹھیک ہوں آپ سنائیں سب کیسے ہیں..... سارے گھر والے ٹھیک ہیں.....؟''

وہ پرجوش تھی۔

''ہاں ہاں سب ٹھیک ہیں..... حیان کیسا ہے اور تمہارا دل لگ گیا ہے وہاں پر۔؟''

''وہ ٹھیک ہیں اور دل تو نہیں لگ رہا یہاں پر.....'' آخری جملہ وہ دھیمے سے بولی۔

''کیا کہا بیٹا تم نے؟ سمجھ نہیں آئی۔''

''اوہ کچھ نہیں چچی جان ذرا میری شانزے سے بات کرادیں اس کا موبائل آف مل رہا ہے۔'' وہ فوراً بولی۔

''ٹھیک ہے ہولڈ کرو۔''

''ریحان رکو.....'' وہ اوپر جاتے ریحان کو روک کر فون تھماتے ہوئے بولیں۔

''جاؤ یہ شانزے کو دے دو..... اردی کا فون ہے۔''

''اچھا!..... ہیلو اردی کیسی ہو یار تم؟ تم تو ہمیں بھول ہی گئی ہو لگتا ہے..... اتنے دنوں بعد یاد آئی تمہیں۔'' وہ شروع ہو گیا۔ بہت پرجوش تھا وہ۔

''سانس لے لو لڑکے'' وہ ہنسی

''بھئی سچی مجھے تم لوگوں کی بہت یاد آتی ہے سچی.....'' وہ اداسی سے بولی۔

''چلو تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں ورنہ میرا ارادہ تو تم سے دو دو ہاتھ کرنے کا تھا۔''

وہ ہنسا ''کب آؤ گی یار چکر ہی لگالو۔''

''پتہ نہیں کب آؤں گی..... یہ تو مسٹر حیان پر منحصر ہے جب وہ لائیں۔''

''ہوں، اچھا یہ لو بات کرلو شانزے سے'' وہ فون تھما کر چلا گیا۔

''ہائے اردی کیسی ہے یار تو.....؟'' وہ پر جوش تھی۔

''میں فٹ، تم سناؤ؟'' وہ ہنسی اور صدر دروازے سے باہر آ کر سیڑھی میں ہی بیٹھ گئی اور شام اترتی دیکھنے لگی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''میں بھی ٹھیک ہوں۔ کھڑوس کیسا ہے؟'' وہ تنگ کرنے کو بولی۔

''کون کھڑوس؟ میں تو کسی کھڑوس کو نہیں جانتی۔'' وہ مصنوعی حیرت سے بولی۔

''ہائے اللہ..... کون کھڑوس..... واہ بھئی مسز حیان فاروقی۔ بڑا گرگٹ کی طرح رنگ بدلا ہے تم نے.....'' وہ ہنسی۔ تو وہ بھی زور سے ہنس دی.....

''اچھا شانزے مجھے تم سے کام ہے تم میرے ڈاکومنٹس سارے جو میرے روم کی الماری میں ہوں گے پلیز مجھے بھیج دو.....''

''کیوں؟ ..... کہیں تمہیں تمہارے میاں واپس لندن تو نہیں روانہ کر رہے؟'' اس کا ارادہ خوب کھچائی کا تھا

''جی نہیں ..... وہ ہنسی'' میں یہاں ایڈمیشن لینے لگی ہوں نا اس کے لیے''

''ہائے تھینکس گاڈ! مجھے خوشی ہوئی یہ جان کر۔'' وہ صدق دل سے بولی۔

''چلو پھر جلدی بھجوا دینا۔ او کے۔'' وہ مسکرائی..... ''اور پہلے تھینکس اس کے لیے۔''

''او کے۔ اور ویلکم جی!'' وہ ہنسی۔

☆.....☆.....☆

وقت جیسے پر لگا کر اڑنے لگا تھا۔ ایڈمیشن ہوئے بھی اروئی کے چار ماہ ہونے کو آئے تھے..... اس کا بس اب آخری سمسٹر ہونے والا تھا اس کے بعد وہ بھی فارغ ہو جاتی اپنی پڑھائی سے۔ وقت ان کی مٹھی سے تیزی سے پھسل رہا تھا اور دونوں کو اس بات کا احساس نہیں ہو رہا تھا کہ وہ اپنے قیمتی شب و روز کتنی بے دردی سے ضائع کر رہے ہیں۔ یہ قیمتی لمحات زندگی کے قیمتی نگینوں کی طرح ہیں جن کے اوپر وقت کی دھول جمتی جا رہی ہے اور وہ اپنی چمک کھوتے جا رہے ہیں۔ اروئی پہلے فارغ تھی تو مسٹر فاروقی کا دھیان رکھنے میں لگی رہتی تھی ان کا مشاہدہ کرنے لگی تھی مگر مصروفیت ہونے کی وجہ سے اب وہ ان کا خیال بھی نہیں رکھ پاتی تھی۔ کئی کئی دن آپس میں بات نہیں ہو پاتی تھی۔ حیان کی کام کی مصروفیات بڑھ گئی تھیں اور یونیورسٹی کا ٹائم ٹیبل اروئی کو کسی اور طرف دھیان ہی نہیں دینے دیتا تھا۔ حیان نام کا پودا جو اروئی کے دل میں لگا تھا اس کو پڑھائی کی مصروفیت نے پھلنے پھولنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا..... اس پودے کی سانسیں جیسے تھم گئی تھیں وہ پودا ابھی اپنے وجود کی جڑیں اروئی کے دل کی نرم مٹی میں اچھی طرح پیوست نہیں کر پایا تھا کہ مصروفیت اور پڑھائی کے طوفان نے اس کی جڑیں ہلا کر اس کو اکھاڑ پھینکا تھا۔ وہ پودا مردہ نہیں ہوا تھا مگر مرجھا ضرور گیا تھا۔ جسے خصوصی دیکھ بھال کی اشد ضرورت تھی۔

☆.....☆.....☆

''اللہ یہ لڑکی نے کتنے میسجز کیے ہوئے ہیں اور پانچ مس کالز بھی.....''

اروئی نے سیل آن کیا تو صائمہ کے ڈھیروں میسجز اور کالز تھیں۔ اس نے اسے فون کیا۔

''کہاں تھیں تم.....؟ مسز فاروقی'' صائمہ کی غصے سے بھری آواز آئی۔

''کل سے اب تک تمہیں کتنے میسجز کیے کچھ پتہ ہے؟''

''سوری یار سیل آف تھا تم بتاؤ کیا کام ہے؟'' وہ شرمندہ سی بولی۔

''تمہیں کچھ یاد ہے آج میوزیکل نائٹ ہے یونی میں اور تمہیں لازماً آنا ہے..... یہ ہماری آخری نائٹ ہے، ہاں پلیز انکار نہ کرنا۔ او کے۔'' وہ التجا کرتے ہوئے بولی۔

''یار تمہیں پتہ ہے نا کہ مجھے پسند نہیں ہے۔'' اروئی ٹال رہی تھی۔

خبردار جو انکار کیا سارا گروپ آ رہا ہے تمہیں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بھی آنا ہے۔ ورنہ میں نہیں بولوں گی او کے۔'' وہ ناراض ہوگئی۔

''اچھا بابا آجاؤں گی..... بس خوش!''

''ہاں، بہت خوش'' وہ مسکرائی ..... چلو I will wait for you.....

''ہاں او کے .....'' اروی نے فون بند کردیا اور ہنس دی؟ ''نہیں سدھرے گی یہ لڑکی''

اس نے اپنے کپڑے نکالے اور تیار ہونے لگی..... وہ اپنی دوست کا دل نہیں توڑنا چاہتی تھی۔ شام کے سائے ویسے ہی گہرے ہورہے تھے۔ شوکا ٹائم آٹھ بجے تھا اور سات بج چکے تھے۔ ''اف گاڑی تو خراب ہے۔ اسے یاد آیا..... چلو دیکھتے ہیں۔'' وہ جیسے ہی تیار ہوکر نیچے آئی تو حیان بھی کمرے سے نک سک سے نکلا۔

''اوہ مسٹر فاروقی .....'' اس نے آواز دی ''اچھا ہوا آپ مل گئے۔''

حیان کے قدم جم گئے..... اس نے پلٹ کر دیکھا۔

کالے رنگ کے کھلے سے ٹراوزر اور کالے رنگ کا اسکارف پہنے ہوئے وہ بہت دلکش لگ رہی تھی۔ قمیص پر لال گلاب کے بڑے بڑے پھولوں کا پرنٹ تھا جو بہت ہی جاذبیت لیے ہوئے تھا۔ گھنگریالے بالوں کو کھولے میچنگ رنگ کے ایئر رنگز پہنے وہ بہت پرکشش لگ رہی تھی۔ حیان نے تفصیلی جائزہ لیا۔

''اچھا ہوا آپ مل گئے ..... میری گاڑی خراب ہوگئی ہے تو آپ مجھے چھوڑ دیں گے یونیورسٹی.....''

''اس وقت.....؟؟'' حیان نے گھڑی پر ٹائم دیکھا۔

''جی وہ آج میوزیکل نائٹ ہے نا تو سب نے مجھے خاص طور پر بلایا ہے..... اس لیے جارہی ہوں۔'' وہ تفصیل بتاتے ہوئے اپنے بالوں کو کانوں میں اڑس کر بولی۔

حیان پرشوق نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سانولے سے رنگ میں بھی وہ بہت جاذبیت سموئے ہوئے تھی۔ کتنا پاکیزہ سا حسن تھا اس کا۔ کتنا معصوم سا سراپا تھا اس کا۔

''آپ نے مجھ سے پوچھنا ضروری نہیں سمجھا؟؟؟ سوال بالکل غیر ارادی اور غیر متوقع تھا..... خود حیان کو بھی سمجھ نہیں آئی کہ اس نے یہ سوال کیوں کیا۔

''جی؟؟'' وہ حیران ہوئی پھر شرمندہ ہوگئی۔

''سوری! مجھے واقعی پوچھ لینا چاہیے تھا۔'' وہ شرمندگی سے بولی۔

''ہوں! پوچھنا نہ بھی سہی مگر مجھے پہلے انفارم کرنا چاہیے تھا۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''Sorry again!'' وہ بولی اور سر جھکا لیا۔

''اٹس او کے ..... فنکشن یونیورسٹی میں ہی ہے آپ کا کہ کسی ہوٹل میں؟''

وہ صدر دروازے کی طرف بڑھا وہ بھی پیروی کرنے لگی۔ جھکے سر کے ساتھ۔

''یونی کے ہال میں ہی ہے..... شام کو ہی میرا پروگرام بنا۔ پہلے کوئی ارادہ نہیں تھا.....'' اس نے صفائی دی۔ شرمندگی کی وجہ سے وہ سر نہیں اٹھا پارہی تھی۔

''ہوں۔'' اس نے دروازہ کھولا۔

''مسٹر فاروقی ایک ریکوئسٹ ہے پلیز اے ٹی ایم پر روکیے گا۔ پہلے مجھے پیسے نکالنے ہیں۔'' وہ بیٹھتے ہوئے بولی۔ شمشیر فاروقی نے اس کے نام پر ایک اکاؤنٹ کھول دیا تھا جس میں خطیر رقم انہوں نے اروشہ کے لیے جمع کرادی تھی تاکہ ضرورت میں اس کے کام آئے۔ وہ حیان سے نہیں مانگتی تھی بلکہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

وہی اکاؤنٹ ضرورت کے وقت استعمال کرتی تھی۔

''اوکے'' حیان نے کہا اور گاڑی سڑک پر دوڑانے لگا۔

حیان اس کا انتظار کر رہا تھا وہ پیسے نکالنے گئی ہوئی تھی کہ اس کا فون بج اٹھا۔ اسکرین پر نمبر دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر تبسم آ گیا

''بابا جانی.....'' وہ مسکرایا۔

''جی بابا کی جان کیسا ہے یار!'' وہ اداس لگ رہے تھے۔ حیان کی نظریں مسلسل سڑک پر دوڑتی گاڑیوں پر تھیں وہ وقتاً فوقتاً اے ٹی ایم پر نظریں دوڑا رہا تھا جہاں اروئی گئی ہوئی تھی۔

''بابا آپ ٹھیک تو ہیں نا؟'' وہ فکرمندی سے بولا ''مجھے آپ کی طبیعت اچھی نہیں لگ رہی۔''

''ہاں یار بس ذرا بیمار ہو گیا ہوں میں۔ سینہ بری طرح جکڑا ہوا ہے۔ سانس لینے میں بھی مسئلہ ہو رہا ہے۔'' غیر معمولی طور پر وہ سنجیدگی سے بولے۔

''بابا جانی آپ اپنا خیال رکھیں..... پلیز۔''

وہ بھی اداس ہو گیا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اڑ کر پہنچ جائے اپنے بابا جانی کے پاس۔

''ہاں یار رکھتا ہوں خیال بلکہ سارے ہی رکھتے ہیں میرا خیال..... تو چکر لگا لے یار بڑا دل کرتا ہے تجھے اور اروشہ کو دیکھنے کا..... جلدی چکر لگا لے۔''

''جی بابا..... جلدی آؤں گا انشاء اللہ آپ اپنا خیال رکھنا۔''

اروئی باہر آئی۔

''او۔ کے بابا پھر بات ہو گی..... آپ اپنا بہت خیال رکھنا۔''

''ہاں بابا کی جان رکھوں گا خیال۔'' وہ دقت سے مسکرائے۔

''اللہ حافظ!'' وہ بولے اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

اروئی گاڑی میں بیٹھی تو کچھ کنفیوز لگ رہی تھی۔

''Is every thing fine.....'' حیان نے پوچھا۔

''ہوں!'' اس نے سر ہلایا۔

وہ کافی عرصے سے پیسے نکالتی آئی تھی ضرورت کے مطابق مگر اسے بالکل اندازہ نہیں ہوا تھا کہ پیسے اتنی جلدی ختم ہو جائیں گے۔

وہ بار بار سوچ رہی تھی کہ کیا کرے اس کے پرس میں نہ ہونے کے برابر ہی پیسے تھے وہ کن انکھیوں سے حیان کو دیکھتی جیسے ہی وہ دیکھتا وہ نظروں کا زاویہ بدل لیتی۔

''اروشہ! یونیورسٹی آ گئی۔'' وہ رکتے ہوئے بولا۔

''اوہ..... آ گئی.....'' وہ غائب دماغی سے بولی۔

''جی آ گئی..... کب تک آؤں؟ مجھے دیر بھی ہو سکتی ہے۔''

''جیسے ہی فارغ ہوں آ جایئے گا.....'' وہ پرس کو مضبوطی سے جکڑے ہوئے تھی جیسے کہنا کچھ اور چاہ رہی ہو مگر مناسب الفاظ نہ مل رہے ہوں۔

اروشہ وہ سنجیدگی سے بولا۔

''جی.....''

''کوئی مسئلہ ہے؟ پلیز بتاؤ۔''

''وہ..... وہ.....''

وہ شرمندہ لگ رہی تھی ''میرے اکاؤنٹ میں..... وہ پیسے ختم ہو گئے ہیں جو بڑے بابا نے رکھوائے ہوئے تھے۔'' وہ سر جھکا کر یوں شرمندہ تھی جیسے بہت بڑی غلطی اس سے سرزد ہو گئی ہو۔ حیان کو اس کی معصومیت اچانک ہی ہنسی آ گئی۔

ختم ہونے والی چیز تھی ختم ہو گئی.....

اس نے والٹ سے بڑے بڑے نوٹ اس

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کی طرف بڑھائے ''یہ رکھ لو میں جمع کروادوں گا پیسے'' وہ خود بھی شرمندہ تھا۔ جو بھی تھا وہ اس کی بیوی تھی اس کی ذمہ داری تھی..... اسے کبھی احساس ہی نہیں ہوا تھا کہ اس کی بھی ضروریات ہوں گی وہ کس طرح ایڈجسٹ کرتی ہوگی..... کیونکہ اس نے خود سے کبھی اس سے کچھ نہیں مانگا تھا پھر وہ خود بخود بڑے بابا کا بھی شکر گزار ہوا کہ انہوں نے مستقبل کے پیش نظر ارویشہ کی ضروریات کا بھرپور خیال رکھا تھا۔ وہ ان کی دوراندیشی کا ایک بار پھر قائل ہوگیا۔

''لے لو.....'' وہ ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔

''But'' وہ کنفیوز تھی کیونکہ وہ ہمیشہ خوددار لڑکی رہی تھی۔

''یہ احسان نہیں ہے ارویشہ یہ میری ذمہ داری تھی مگر میں شرمندہ ہوں کہ تم سے متعلق میں اپنے آپ کو ہر ذمہ داری سے بری الذمہ سمجھتا رہا ہوں ہمارا ریلیشن بے شک جیسا بھی ہو مگر بہرکیف تم میری ذمہ داری ہی ہو کیونکہ تم میرے نکاح میں ہو .....'' وہ سچائی کا آئینہ اس کے سامنے لاکر بولا۔

''تو لے لو..... اور آئندہ میں اس بات کا خیال رکھوں گا کہ تمہاری ضروریات کا خیال رکھوں۔''

''جی.....'' اس نے مسکرا کر وہ پیسے وصول کیے کیونکہ حیان کے الفاظ کی صداقت پر اسے یقین تھا۔

''اوکے مجھے لینے آجایئے گا وہ مت بھولیے گا۔'' وہ مسکرائی۔

''بائے بائے!'' وہ کہہ کر نکل گئی۔

اور حیان نے گاڑی دوڑا دی۔ اسے ڈنر کے لیے دیر ہو رہی تھی۔

جیسے ہی اروئی پر نظر پڑی صائمہ فوراً اس کی طرف آئی۔

''اف ارویشہ تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔''

''ہائی ہیلو میں ہو..... واہ جی واہ..... آج تو ٹور ہی وکھرے نے..... بئی۔''

''ہاں میں نے بھی آج ہائی ہیلز پہن ہی لی ہیں..... میں نے کہا کہ سب نے پہن لی میں بھی پہن ہی لوں پڑے پڑے بیکار ہو جائیں گے میرے جوتے۔'' وہ اسی کے انداز میں بولی۔

''تم آئیں Seriously مجھے بہت خوشی ہوئی تم نہ آتیں تو میں تو بور ہی ہو جاتی مسز فاروقی۔'' صائمہ کو جب اس پر بہت پیار یا غصہ آتا تھا تو وہ سے مسز فاروقی بلاتی تھی۔

''اچھا بس ذرا دھیان دو سارے ہیں یہاں۔'' وہ ادھر ادھر نظری ڈال کر بولی۔ لوگوں کے ہجوم میں اضافہ ہو رہا تھا۔

''تمہیں پتہ ہے کون کون سنگر آرہا ہے؟'' وہ پرجوش تھی۔

''نہیں بھئی مجھے نہیں پتہ اور نہ دلچسپی ہے۔'' وہ کان سے مکھی اڑاتے ہوئے بولی'' میں یہاں صرف تمہارے لیے آئی ہوں گانوں میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اوکے'' وہ مسکرائی۔

''میں آپ کی مشکور ہوں بیگم صاحبہ'' وہ آداب بجالائی پھر دونوں ہنس دیں۔

''ہیلو لیڈیز'' عبید ان کے گروپ کا تھا پیچھے سے آکر بولا۔

''ہیلو'' صائمہ خوش دلی سے بولی جبکہ اروئی نے صرف سر کو خم دیا۔

''Looking soo beautiful''

ارویشہ، وہ سر سے پاؤں تک اس کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اتار کر بولا۔

''تھینکس!''

''آج تم تھوڑی مختلف لگ رہی ہو..... نارمل دنوں کی نسبت۔''

''بھئی وہ بطور خاص میرے لیے آئی ہے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تیار ہو کر.....'' صائمہ نے کہا

''ہاں تو میں کون سا خوش فہم ہوں کہ یہ میرے لیے آئیں گی۔''

وہ زیر لب بڑبڑایا..... اس کی آنکھوں میں ارویشہ کے لیے واضح پسندیدگی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ اس سے کتراتی تھی۔

''تم نے کچھ کہا ہے؟'' صائمہ نے پوچھا۔ اس کے الفاظ اسے سمجھ نہیں آئے تھے۔ اسی لیے پوچھا تھا۔

نہیں تو چلو چلیں اندر کیا، یہاں ہی رہنا ہے۔'' وہ جلدی سے بولا۔

پھر وہ تینوں اندر چلے گئے۔

حیان بھی اپنے ڈنر سے جلدی نکلنے کے چکر میں تھا۔ گیارہ بج چکے تھے اسے ارویشہ کو پک کرنا تھا ..... یہ آفیشل ڈنر تھا لہذا اپنے آفس کی طرف سے اسے یہاں پر موجود ہونا ضروری تھا۔

''یار تم تو رکو ذرا اکٹھے ہی نکلیں گے۔'' وہ نکلنے کے لیے پر تول رہا تھا کہ پیچھے سے کامران نے آ کر پکڑ لیا۔

''یار رک ورنہ میں اکیلا ان گوروں میں بور ہو جاؤں گا۔'' وہ مظلوم سی صورت بنا کر بولا۔ باہر سے ڈیلیگیٹ آیا ہوا تھا اور ان کو کمپنی دینا دونوں کا کام تھا۔

''یار مجھے ابھی ایک اور جگہ بھی جانا ہے تو پلیز جانے دے ناں۔'' وہ اپنے آپ کو چھڑاتے ہوئے بولا۔

''یار پلیز دس پندرہ منٹ پھر دونوں کھسک لیں گے۔'' باس کا ارادہ تو ہے یہاں اور رکنے کا.....'' وہ دونوں کاریڈور میں کھڑے تھے جبکہ اندر میٹنگ چل رہی تھی۔ ڈنر کے ساتھ ڈانسنگ ہال میں حیان نے گھڑی دیکھی گیارہ بج کر دس منٹ ہو رہے تھے۔ او کے..... یار لیکن زیادہ دیر نہیں او کے۔ وہ انگلی سے تنبیہ کرتے ہوئے بولا

''Ok done۔'' وہ فوراً مان گیا پھر دونوں اندر کی طرف بڑھ گئے۔

☆.....☆.....☆

''یار کب تک آئیں گے تمہیں لینے 11-45 ہو رہے ہیں.....'' صائمہ بیچاری اروی کی وجہ سے جا نہیں رہی تھی..... وہ گیٹ کے باہر کھڑے تھے۔

اروی کئی بار فون ملا چکی تھی مگر فون مسلسل بند آ رہا تھا۔ چند لوگ ہی وہاں تھے باقی سب تو جا چکے تھے۔ کنسرٹ جلدی ختم ہو گیا تھا..... اروی مسلسل شرمندہ ہو رہی تھی۔ وہ آدھے گھنٹے سے یہاں کھڑی مسٹر فاروقی کا انتظار کر رہی تھی مگر دور دور تک ان کے آنے کے کوئی امکان نظر نہیں آ رہے تھے۔ اوپر سے فون بھی آف تھا ان کا..... اس کا پارہ چڑھ رہا تھا۔

''آئیں میں آپ کو چھوڑ آتا ہوں ارویشہ .....'' عبید نے پیش کش کی

''نہیں تھینک یو مجھے بس لینے آتے ہی ہوں گے۔'' وہ مسکرا کر معذرت کرتے ہوئے بولی۔

''یار میں تمہیں خود چھوڑ دیتی اگر ہمارے گھر ایک ہی طرف ہوتے مگر یہاں مسئلہ بالکل مخالف سمتوں کا ہے اور ویسے ہی بہت دیر ہو گئی ہے۔'' صائمہ بولی۔

''مجھے بھی اکیلے جانا ہے..... یار۔'' وہ شرمندہ تھی۔

''مجھے پتہ ہے یار Its Ok وہ آ جائیں گے لینے۔'' اروی نے کہا۔

''اللہ کرے آج کی تاریخ میں ہی آ جائیں کیونکہ اگلی تاریخ میں صرف پانچ منٹ باقی ہیں۔'' وہ مذاق اڑاتے ہوئے بولی۔

''تینوں ہی ہنس دیئے۔''

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اروشہ آجائیں میں چھوڑ دوں گا آپ کو'' وہ اپنی خدمات دوبارہ پیش کرتے ہوئے بولا۔

''نہیں عبید تھینک یو آپ جائیں۔ صائمہ ہے یہاں۔'' اروشہ کو اب دبا دبا غصہ آنے لگا تھا حیان پر۔

''لگتا ہے بھول گئے ہیں مجھے۔'' وہ سوچ کر بولی اور نجانے کیوں آنکھیں نم ہونے لگیں۔

وہ تینوں باتوں میں مصروف تھے کہ اچانک ان کے پیچھے گاڑی آ کر رکی۔

حیان گاڑی سے نکلا اور اس کی طرف آیا۔

''سوری..... آئی گیس میں کافی لیٹ ہوں .....'' وہ اردگرد نگاہ دوڑا کر بولا جہاں بہت کم ہی لوگ رہ گئے تھے۔

بلیک کلر کے ٹو پیس میں وہ بہت دلکش لگ رہا تھا۔

''جی بہت زیادہ.....'' وہ خفا خفا سی تھی۔

صائمہ اور عبید دونوں اس کی دلکش شخصیت اور مہذب لب و لہجے سے متاثر تھے۔

''ہائے عبید.....عبید رضا'' عبید نے ہاتھ بڑھا کر تعارف کرایا۔

میں اروشہ کا گروپ میٹ ہوں اور آئی گیس فرینڈ بھی۔'' وہ خوش اخلاقی سے بولا۔

حیان نے مسکرا کر سر کو خم دیا اور گرم جوشی سے ہاتھ ملایا۔

''حیان فاروقی۔'' وہ بولا۔

''میرے Husband!'' باقی کا تعارف اروشہ نے خود کرایا..... وہ اس کی خوش فہمی کو ختم کر دینا چاہتی تھی.....لہذا بے لچک انداز میں بولی۔

عبید کا رنگ ایک دم متغیر ہوگیا۔ اس کے ہاتھ کی گرفت ایک دم ڈھیلی ہوگئی جسے حیان نے بہت شدت سے محسوس کیا۔ اروشہ کے لہجے اور عبید کی ڈھیلی پڑتی گرفت کو۔

''اچھا تو آپ ہیں مسٹر فاروقی؟'' صائمہ متاثر کن لہجے میں بولی۔

Nice to meet you sir! وہ ہنس کر بولی

Nice to meet you too miss?? وہ الفاظ ادھورے چھوڑ گیا۔

''صائمہ افغان۔'' اس نے تعارف کرایا۔

''مس افغان مجھے آپ دونوں سے مل کر خوشی ہوئی۔'' وہ بولا

''اب چلیں مسٹر فاروقی؟'' وہ بولی۔

''ہوں.....'' وہ پلٹا ساتھ میں اروی بھی..... اس نے ایک نظر عبید پر ڈالی۔ وہ اب بھی کچھ کنفیوز سا تھا۔

''تمہیں پتہ تھا کہ وہ شادی شدہ ہے۔'' عبید ان کے جاتے ہی صائمہ سے بولا۔

''ہاں کیوں؟'' وہ کندھے اچکا کر سوالیہ انداز میں بولی

''کب سے؟'' اس نے اگلا سوال داغا۔

''یونیورسٹی آنے سے پہلے ہی.....'' مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو۔

وہ اب بھی ناسمجھی میں بولی۔

''بس ویسے ہی .....'' وہ کہہ کر چلا گیا۔

''عجیب بات ہے کبھی ذکر نہیں کیا اس نے.....''

''آپ کو یاد آ گئی میری مسٹر فاروقی۔'' وہ ناراض سی بولی۔

''پتہ ہے مجھے کتنی شرمندگی ہوئی اپنے دوستوں کے سامنے کہ آپ مجھے لینے نہیں آئے تھے۔'' وہ خفا تھی ان سے اور باقاعدہ اظہار کر رہی تھی

''سوری! لیکن میں بہت بزی تھا اروشہ سوری اگین!'' وہ خوشامدانہ لہجے میں بولا۔

''تو کیسا رہا آپ کا.....'' اس نے موضوع گفتگو بدلا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''بور تھا...... مجھے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ ایکچوئیلی کون گا رہا ہے۔ آنے والا سنگر کہ وہ مجمع......'' وہ ہنسی۔ اس کا دھیان بٹ گیا۔

''اچھا......!!''

''تو اور کیا'' وہ بولی۔

''بہت شور تھا وہاں اُف سر میں درد ہونے لگا' مجھے وحشت ہوتی ہے ایسے ہنگاموں سے'' وہ بولی۔

''ہوں مجھے بھی......'' حیان نے کہا اور ونڈ اسکرین سے باہر جھانکنے لگا

☆......☆......☆

''اللہ میاں کتنا مزا آتا ہے ناں ایسے کانسرٹس میں۔''

شزا کتنی پرجوش لگ رہی تھی۔ وہ دونوں ابھی کسی میوزیکل نائٹ سے لوٹ رہے تھے شزا نے کہا ''دل کرتا ہے کہ انسان بھی ناچے ان گانوں پر...... اف بہت اچھا لگتا ہے مجھے۔''

''شزا تمہیں انسانوں والی کوئی چیز پسند بھی ہے یار'' وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''بھئی تم خود کو عام انسان نہیں سمجھتے تو میں کیا کروں۔ عام انسان تو ہنستا ہے گاتا ہے۔ ناچتا ہے' زندگی جیتا ہے۔ اور میں وہی کرتی ہوں'' وہ گردن اکڑا کر بولی۔

حیان نے افسوس سے سر مارا اس کے زندگی جینے کے فلسفے پر۔

''مسٹر فاروقی......

''مسٹر فاروقی کہاں کھو گئے......'' اس نے کندھا ہلا کر متوجہ کیا۔

''ہوں...... کہیں نہیں۔'' وہ نظریں سڑک پر جما کر ہاتھوں کو اسٹیئرنگ پر اور مضبوطی سے جماتے ہوئے خیالوں کی دنیا سے نکلا۔

''آپ ٹھیک ہیں؟'' اس نے حیان کے چہرے کے تاثرات کے پیش نظر پوچھا...... جو بدل گئے تھے اور ایک دم سنجیدگی کی گہری لکیریں نمودار ہوگئی تھیں۔

''ہاں...... ٹھیک ہوں۔ تم ابھی کچھ کہہ رہی تھیں۔'' وہ متوجہ ہوا۔

''ہاں میری چھٹیاں شروع ہوگئی ہیں۔'' وہ بتا رہی تھی۔

''اچھا!'' وہ غائب دماغی سے بولا۔

''جی......'' وہ پھر سے تیزی سے باہر بدلتے ہوئے مناظر میں گم ہوگئی۔

اور وہ پھر سے یادوں کے سفر پر روانہ ہوگیا جہاں صرف تکلیف ہی تکلیف تھی۔ اروی کو اس کو لینے آنا اور پھر معذرت کرنا بہت بھایا تھا...... انہیں میرا خیال تو ہے وہ بہت خوش تھی۔

☆......☆......☆

وہ دیر سے سو کر اٹھا تھا آج چھٹی کا دن تھا اس لیے اس کا ارادہ اپنی تھکن اتارنے کا تھا۔ پھر وہ باہر نکل گیا......

اروی نیچے آئی تو شانی سے مسٹر فاروقی کے بارے میں دریافت کیا۔

''وہ تو گھر پر نہیں ہیں باجی۔''

''اچھا!'' اس نے حیرت سے کہا۔

''یہ کہاں چلے گئے......'' وہ حیران سی ناشتہ کرنے چلی گئی۔

ابھی وہ رات کے منظر کو پھر سے ذہن میں تازہ کر رہی تھی جب عبید کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا مسٹر فاروقی کا جب اس نے تعارف کرایا تھا۔ عبید ایک اچھا لڑکا تھا۔ اچھی فیملی سے بلانگ کرتا تھا مگر اس کی خواہش بالکل بے جا تھی۔ وہ اسی طرح اسے شاک کرنا چاہتی تھی اس لیے کبھی رسپانس نہیں دیا تھا اسے حالانکہ وہ بارہا اپنی پسندیدگی کا اظہار کر چکا تھا اروشہ سے۔

وہ اپنے ہی خیالوں میں گم تھی کہ اس کا سیل

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

فون بج اٹھا۔

''ہیلو!'' وہ ریسیو کر کے بولی۔

''کیسی ہو تم یار؟'' سحرش بھابی کا فون تھا۔

''میں ٹھیک ہوں بھابھی آپ بتائیں گھر میں سب کیسے ہیں؟''

''ہوں سب ٹھیک ہیں۔ تم تو ہمیں بھول ہی گئی ہو اروئی جب سے گئی ہو نہ تو چکر لگایا اور نہ ہی کوئی خیر خبر.....'' وہ ناراضگی جتاتے ہوئے بولیں۔

اروئی چائے کا کپ تھام کر کھڑکی کے پاس آ گئی اور باہر لان کو دیکھ کر مسکرا دی..... دھوپ کی چمک سے باہر کی ہریالی جگمگا رہی تھی۔ سردیوں کی آمد تھی لہٰذا دھوپ میں عجیب سی نرمی پیدا ہو گئی تھی۔

''بھابھی بس کل ہی فری ہوئی ہوں میں..... اب فرصت ہے انشاء اللہ باتیں ہوتی رہیں گی.....'' اسے بھابھی کا شکایت کرنا بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اپنائیت کا احساس ہو رہا تھا۔

''تم کب آ رہی ہو؟'' انہوں نے دوسرا سوال داغا۔

''یہ تو مسٹر فاروقی پر منحصر ہے جب وہ لے آئیں۔''

''تو تم کہہ تو سکتی ہو حیان سے کہ وہ تمہیں ہمارے ہاں چھوڑ جائے۔'' وہ خفا ہوئیں۔

''جی بھابی..... بس ہماری بات چیت نہ ہونے کے برابر ہی ہے۔ فرصت ملی تو کہہ دوں گی۔'' وہ اپنی رو میں ہی بولے گئی اور الفاظ پر غور نہیں کیا۔

''کیا مطلب؟ بات چیت نہ ہونے کے برابر ہے۔'' انہوں نے فوراً بات پکڑ لی۔

''وہ..... وہ..... ہم دراصل بہت بزی ہوتے ہیں ناں اسی لیے۔'' اروئی کو اپنی غلطی کی سنگینی کا احساس ہوا تو بات سنبھالنے لگی۔

''بھئی جتنا بھی بزی ہو مگر رات کو تو ایک ساتھ روم میں ہو گے ہی ناں؟'' یہ وہ بتا رہی تھیں یا پوچھ رہی تھیں اروئی سمجھ نہیں پائی۔

اس کے ہاتھوں سے طوطے اڑنے لگے وہ اب یہ کیسے بتاتی کہ مسٹر حیان اپنے روم میں اور وہ اپنے روم میں اپنی الگ الگ دنیاؤں میں رہتے ہیں۔ جو ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں شاید وہ دونوں ہی بھول گئے کہ ان کی شادی ہوئی ہے۔

''اچھا بھابی وہاں پر بھی سردی شروع ہو گئی کیا؟ کیونکہ یہاں پر تو رات میں ٹھنڈ ہو جاتی ہے.....'' وہ بات بدل گئی۔

''اروئی.....'' سحرش کچھ کہنا چاہ رہی تھی پھر بول پڑی۔

''ہاں ہو گئی ہے یہاں پر بھی ٹھنڈ۔'' وہ مطمئن نہیں تھیں مگر پوچھنا بھی مناسب نہ سمجھا۔ سبھی جانتے تھے کہ ان کی شادی کن حالات میں ہوئی ہے..... اسی لیے وہ زیادہ تردد نہیں کرنا چاہ رہی تھیں..... کہ اسے برا نہ لگ جائے۔ اچھا چلو جلدی چکر لگا لو..... بڑے بابا تم کو بہت زیادہ کرتے ہیں۔''

''جی بھابی..... ضرور!'' وہ بولی اور رابطہ منقطع کر دیا۔

وہ اپنے اور حیان کے رشتے کو لے کر گہری سوچ میں پڑ گئی۔

''یہ کیا ہو رہا ہے..... زندگی کے شب و روز یوں ہی گزر رہے ہیں۔''

وہ گننے بیٹھی تو احساس ہوا کہ اس کے نکاح کو سات ماہ گزر گئے ہیں۔ اف میرے خدا میں کیا کروں..... میں تو شاید بھلا ہی بیٹھی تھی کہ میں کسی کی بیوی ہوں..... یا شاید ہم دونوں ہی اس چیز کو قبول نہیں کر پا رہے یا شاید کرنا ہی نہیں چاہتے۔

''حیان کو چھوڑو اروئی تم اپنا بتاؤ؟ کیا تم نے قبول نہیں کیا حیان کو اپنا شوہر؟'' ایک دم اس کے اندر سے آواز آئی۔

وہ یکدم گھبرا گئی.....

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''نہیں شاید.....'' اس کے لب ہلے۔

''اچھا تو پھر عبید سے کیوں متعارف کرایا اپنے شوہر کی حیثیت سے؟؟''

ایک اور خطرناک سوال تھا جس کا جواب شاید وہ دینا نہیں چاہ رہی تھی۔ مان لو اروئی تمہیں حیان سے محبت ہوگئی ہے۔ تم سوچنے لگی ہو اسے ورنہ تمہیں اتنا غصہ نہ آتا اس طرح اس کے لیٹ آنے پر کہ شاید وہ تمہیں بھول گیا ہو۔'' ضمیر نے اس کا آئینہ اسی کو دکھایا جس میں وہ اروبشہ پرویز فاروقی سے اروبشہ حیان فاروقی میں ڈھل گئی تھی۔

''تم اس کی بیوی ہو اروبشہ..... مان لو کہ وہ تمہیں اچھا لگنے لگا ہے..... مان لو.....'' کوئی اندر زور زور سے بول رہا تھا۔

''ہاں، ہاں واقعی میں چاہتی ہوں مسٹر فاروقی کو'' اس نے کہا اور ایک شرمگیں مسکراہٹ نے اس کے چہرے کا احاطہ کرلیا

وہ اوپر آئی اور بہت ہی خوبصورت سا ڈریس نکالا اور اچھی طرح تیار ہوئی۔ آج اس نے غیر معمولی طور پر ڈارک سا میک اپ کیا اور لال خون کے رنگ کی لپ اسٹک لگائی۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ غور کرے گا یا نہیں۔ خوشبوؤں میں نہا کر وہ نیچے بے صبری سے اس کا انتظار کرنے لگی..... دل زور زور سے دھڑک رہا تھا..... شاید ہولے ہولے اسے کہہ رہا تھا کہ آج شام من کا موتی پانے والی ہو۔

وہ اسی انتظار میں تھی کہ حیان آئے مگر گھر میں مہمانوں کی آمد نے اسے چونکا دیا۔

''باجی کامران بھائی آئے ہیں۔'' شانی نے مطلع کیا۔

''کامران کون؟'' وہ حیران ہوئی۔

''وہ صاحب کے دوست ہیں آتے ہیں کبھی کبھی۔'' شانی کہہ کر ان کے لیے مشروبات کا انتظام کرنے چلا گیا۔ حیرت ہے پہلے تو ذکر نہیں سنا۔ وہ بولی اور نیچے آئی۔ وہ کچھ جھجکتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ مسز حیان بن کر کسی سے مل رہی تھی اسی وجہ سے تھوڑا کنفیوز تھی۔

''السلام علیکم!'' وہ دھیمے لہجے میں اندر جھانکتے ہوئے بولی۔

اندر ایک خاتون، دو بچے اور ایک آدمی تھا وہ اسے دیکھ کر کھڑے ہوئے۔

''وعلیکم السلام!'' عورت خوش دلی سے اس کی طرف بڑھی اور گلے ملی۔

''دیکھا آج پکڑ لیا میں نے آپ کو.....'' وہ خاصی خوش مزاج معلوم ہو رہی تھی..... مگر اروئی کے لیے وہ بالکل انجان تھی جو اس کے چہرے سے جھلک رہا تھا۔ بچی بھی ٹکر ٹکر اسے دیکھ رہی تھی۔

''ارے انہیں کیسے پتہ ہو کہ ہم کون ہیں؟ حد کرتی ہو کرن یار تم بھی۔'' کامران آگے بڑھا ''ہم پہلی بار مل رہے ہیں ناں۔''

''بھابھی ہم مطلب ''میں'' وہ اپنی طرف اشارہ کر کے بولا ''میں حیان کا دوست ہوں بچپن کا..... اکٹھے کام بھی کرتے ہیں ہم..... کامران نام ہے میرا اور یہ میری فیملی ہے۔'' وہ تعارف کرا کر بولا ''ہم دراصل تھوڑے عرصے پہلے ہی لوٹے ہیں، امریکا سے!''

''اوہ! معاف کیجیے گا مجھے معلوم نہیں تھا.....'' وہ خوش مزاجی سے بولی۔

''آپ بیٹھیے پلیز۔''

''معلوم ہوتا ہے حیان بھائی نے بتایا ہی نہیں ہوگا..... سدا کے بھلکڑ ہیں وہ۔ اکثر کچھ نہ کچھ بھولے ہی ہوتے ہیں..... اب آپ کی شادی کا بتانا بھی بھول گئے تھے۔ کچھ عرصے پہلے ہی بتایا انہوں نے۔ مجھے تو غصہ ہی آ گیا ان پر.....'' کرن بلا کسی بریک کے بولے جا رہی تھی۔ شاید کچھ زیادہ ہی باتونی تھی وہ۔ کامران نے بچی کو مخاطب کیا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اوہ علیزے بیٹا..... سلام کرو آنٹی کو'' اس نے چھوٹی بچی کو آگے کیا۔

وہ آگے ہوئی مگر کچھ بولی نہیں بلکہ ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھی انگلی منہ میں دبائے..... اروئی نے بچی کو بہت پیار سے اپنے پاس بٹھالیا۔ وہ شرما کر اس کی بانہوں میں آ بیٹھی۔

اتنے میں شانی مشروبات لے آیا۔

''لگتا ہے کہ آپ شاید کہیں جارہی تھیں۔'' کرن نے تیاری دیکھ کر کہا۔

''اوہ نہیں بس یونہی.....'' اروئی شرمندہ سی ہوگئی۔

''آپ سنائیں سب ٹھیک ہے۔'' اس نے بے تکا سا سوال کیا۔ وہ کنفیوز ہورہی تھی۔

''جی بھابھی اللہ کا بہت شکر ہے، سب خیریت ہے۔''

''مسٹر فاروقی گھر پر نہیں ہیں.....''

''جی پتہ ہے میں نے فون کیا تھا آنے سے پہلے وہ کہہ رہا تھا کہ بس آرہا ہوں۔''

''اوہ.....'' اس کے منہ سے نکلا..... بھلا مجھے بھی بتادیتے تو ذہنی طور پر تیار ہوتی اور اس طرح تیاری ہرگز نہ کرتی۔ اسے غصہ آنے لگا اپنے سنگھار پر جو اس نے حیان کے لیے کیا تھا کمرے میں پھر خاموشی ہوگئی.....

کرن نے اس سے ادھر ادھر کی باتیں شروع کردیں..... کیا کرتی ہو سارا دن..... بور تو نہیں ہوتیں وغیرہ وغیرہ جبکہ گاہے گاہے وہ اپنے گود میں موجود بیٹے کو بھی سنبھال رہی تھی۔

وہ اسے جواب دینے لگی۔ مصروف سے انداز میں۔

''اوہ! سوری، میں لیٹ ہوگیا۔'' حیان اندر داخل ہوا تو اروئی نے خشمگیں سی نگاہ ڈالی۔ پل بھر کو ان کی نظریں ملیں..... اس کی نگاہوں کی ناراضگی سے تھوڑا سا حیران ہوا مگر جلد ہی مصروف ہوگیا۔

''بھئی میں آپ سے ناراض ہوں بھائی ایک تو شادی میں مدعو نہیں کیا، اوپر سے لے کر بھی نہیں آئے اروشہ کو.....'' کرن نے صاف ناراضگی دکھائی۔ ''حالانکہ ہمیں آئے ہوئے ایک مہینہ ہوگیا ہے۔''

''حیان بابا!'' علیزے فوراً اروئی کی گود سے آزاد ہوکر حیان کی طرف دوڑی..... اور اس کے گلے لگ گئی۔

''میرا بچہ'' حیان نے بڑھ کر اسے گود میں بٹھالیا اور پیار کرنے لگا۔ اروئی کے لیے حیان کا یہ روپ بالکل نیا اور اچھوتا تھا۔ کتنی انسیت سے وہ علیزے کے ساتھ مصروف تھا۔

''بس بھابی..... بھول بھی جائیں اب۔'' وہ ناراض سا کامران کو دیکھ کر بولا جبکہ اس نے کندھے اچکا کر اپنی بے بسی کا واضح اظہار کیا۔

''حیان بابا..... میری چیز'' علیزے اپنی توتلی زبان میں ہاتھ بڑھا کر بولی۔

''جی بالکل اپنی علیزے کے لیے میں لایا ہوں اس کی چیز.....'' وہ جیب سے بڑی سی چاکلیٹ نکال کر بولا۔

علیزے نے جھٹ سے پکڑلی ''اور میری پپو'' وہ چہرہ آگے کرکے بولا۔

علیزے نے اس کا چہرہ چوم لیا۔ سبھی مسکرادیے۔

''دیوانی ہے یہ اپنے حیان بابا کی۔'' کرن نے کہا۔

''اور حیان بابا اس کے'' کامران بولا۔

کرن کی گود میں موجود بچہ بھی مچل رہا تھا حیان کے پاس آنے کو۔

''لو بھئی تم بھی جاؤ اپنے حیان بابا کے پاس۔'' کرن اٹھتے ہوئے بولی تو سب مسکرادیے۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''پتہ نہیں میرے بچوں پر کون سا جادو کیا ہوا ہے آپ نے بھائی آپ کو دیکھتے ہی پگلا جاتے ہیں اور آپ کے پاس آنے کو بیتاب ہو جاتے ہیں۔'' وہ مسکرائی۔

''بھابھی بچے تو بس پیار کے بھوکے ہوتے ہیں۔ انہیں پیار دو تو خود بخود مانوس ہو جاتے ہیں اور میں تو ویسے ہی بچوں کے لیے ترسا ہوا بندہ ہوں۔'' آخری فقرہ اس نے دھیرے سے کہا جبکہ آنکھوں میں ہلکی سی نمی تیر گئی اور اندر سے کراہ نکلی۔

''سوری بھائی! ہم نے آپ کو ڈسٹرب کر دیا..... آپ کا شاید باہر جانے کا پروگرام تھا کیونکہ بھابی بالکل تیار تھیں۔'' کامران نے کہا۔

جبکہ اروئی چور بنی بیٹھی تھی۔ حیان نے گردن گھما کر اروئی کو دیکھا جو نک سک سے تیار تھی۔ آنکھوں میں حیرانی واضح تھی۔

شام کو ان لوگوں کی واپسی ہوئی تھی۔ سارا دن حیان بچوں کے ساتھ کھیلتا رہا تاجانے سے پہلے وہ خصوصی طور پر آنے کی دعوت دے کر گئے تھے جب حیان انہیں سی آف کر کے آیا تو اروئی اس پر برس پڑی۔

''آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں تھا کہ مہمان آ رہے ہیں؟'' وہ ناراض تھی۔

مجھے انہوں نے نکلنے سے پہلے فون کیا تھا میں بزی تھا اسی لیے یاد نہیں رہا کہ بتا دوں۔''

''مطلب آپ کو یہ یاد نہیں رہا کہ گھر میں کوئی اور بھی ہے جو شاید میری بیوی ہے اسے بتانا چاہیے تھا یا شاید آپ نے ضرورت محسوس نہیں کی۔''

وہ غصے سے بولی جبکہ حیان اس کے لب و لہجے پر حیران تھا۔

آج اروئی کو غصہ آیا ہوا تھا ایک تو وہ اتنا تیار ہوئی تھی حیان کے لیے جس پر اس نے ذرا بھی غور نہیں کیا تھا اوپر سے کرن نے ڈھیروں سوال کیے تھے حیان کے بارے میں کہ وہ کیسا ہے؟ کیا پسند ہے اسے پتہ تو چل گیا ہوگا۔ ان کی شادی شدہ زندگی کیسے گزر رہی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور وہ ہونق بنی بیٹھی تھی کیونکہ ایسے سوالوں کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا اسے لگا کہ آج شاید حیان فاروقی نے اس پر احسان کیا تھا نکاح کر کے اور وہ بھول چکا تھا..... اسے اپنی ذات بالکل بے وقعت سی لگ رہی تھی آج..... اس کا دل بھر آیا تھا۔

''مسٹر فاروقی میں شاید آپ کی بیوی ہوں۔'' وہ اس کی خاموشی پر بولی۔

''یا شاید آپ مانتے نہیں ہیں مجھے کہ میں آپ کی بیوی ہوں۔ آپ نے ایک بار بھی غور کیا کہ آج میں اتنا تیار کیوں ہوئی۔ غور کیا..... ہونہہ..... آپ نے تو نظر بھر کر دیکھا بھی نہیں مجھے۔'' وہ رو پڑی۔

''اروشہ کیا ہو گیا ہے تمہیں آج؟'' اس کی اس قسم کی بے تکی باتیں حیان کے لیے بالکل غیر متوقع تھیں کہ یوں اچانک بیٹھے بٹھائے کیا ہو گیا ہے اسے۔

''مجھے کیا ہو گیا ہے..... واقعی مجھے کیا ہو گیا ہے.....'' وہ اپنی طرف اشارہ کر کے بولی۔

''مجھے..... مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے حیان۔'' وہ اس کے کالر پکڑ کر بولی۔

''اروشہ.....!'' اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ ششدر تھا اس کے لب و لہجے پر۔

''سنا آپ نے حیان۔'' آج وہ اس کو اس کے نام سے بلا رہی تھی۔

''مجھے محبت ہو گئی ہے آپ سے۔'' وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی اور پھر پلٹ کر اوپر بھاگ گئی۔

جبکہ وہ ہکا بکا کھڑا تھا۔

اس نے غور کیا تھا کہ آج وہ تیار ہے روزمرہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کی نسبت زیادہ مگر کیوں تیار ہے؟ اس کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔

وہ بھولا نہیں تھا کہ وہ اس کی بیوی ہے بس وہ اپنے اندر اتنی ہمت نہیں پاتا تھا کہ اپنے ماضی سے پیچھا چھڑا کر حال میں جی پائے۔ قدم قدم پر ماضی کی یادیں اس کا دامن پکڑ لیتی تھیں۔ شزا اس کی زندگی میں نہ ہو کر بھی اس کی زندگی پر چھائی ہوئی تھی۔ وہ اس کی پہلی محبت تھی پہلی چاہت تھی اور انسان اپنی پہلی محبت سے با آسانی دستبردار تو نہیں ہوسکتا ناں..... اروی اور حیان اکٹھے تھے مگر ساتھ نہیں تھے۔ ارویشہ کو اب بھی اس کے لیے بڑے بابا کا ایک فیصلہ تھی اور کچھ نہیں۔

وہ سگار پیتے ہوئے سوچ رہا تھا ارویشہ کے رویے کو۔ اتنے عرصے میں وہ اس کے ساتھ نارمل رہی تھی کبھی اظہار نہیں کیا پھر یوں ایک دم.....

☆.....☆.....☆

''انہیں میری بالکل بھی پروا نہیں ہے۔ ایک بار بھی اوپر آ کر چپ نہیں کرایا مجھے..... کیا میں اتنی غیر اہم چیز ہوں ان کے لیے..... یا وہ ایسے کٹھور ہیں کہ کسی کے جذبات کا ان پر اثر نہیں ہوتا کیا۔ واقعی..... وہ ایک بے حس انسان ہیں۔ سب ٹھیک کہتے ہیں وہ ایک بے حس، بے مروت انسان ہیں .....'' وہ تکیے میں منہ دے کر رو دی۔

☆.....☆.....☆

ساری رات حیان نے آنکھوں میں اور سگار کے دھوئیں میں گزار دی۔ وہ اپنی زندگی میں ہونے والی تبدیلی کو یکسر نظر انداز کیے ہوئے تھا۔ وہ بھاگ رہا تھا اپنے حال سے ..... کمرے میں موجود اندھیرے میں وہ خود بھی کہیں کھو سا گیا تھا۔ صبح صادق کے ساتھ ہی وہ کمرے سے نکلا..... مجھے اس سے بات کرنی ہوگی۔ وہ ارادہ کر کے اوپر کی جانب قدم بڑھانے لگا..... مگر پھر رک گیا'' کیا بات کروں گا میں اس سے؟'' وہ سوچنے لگا۔

دل و دماغ میں عجب کشمکش چل رہی تھی۔ شزا کی یادوں سے وہ جان چھڑا نہیں پا رہا تھا اور اپنی زندگی میں ہونے والی تبدیلیوں کو وہ اپنا نہیں پا رہا تھا۔ اس کے قدم پھر پلٹ گئے۔

سارا دن وہ بولائی بولائی سی گھر میں چکر لگاتی رہی..... وہ حیان کے کمرے میں آئی۔ چادر بستر کی ابھی تک شکن زدہ تھی۔ کمرے میں سگار کے دھوئیں کی خوشبو رچی بسی تھی۔ وہ چلتی ہوئی اس کے بستر پر آ گئی اور بیٹھ کر چادر پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ آنکھیں خود بخود برسنے کو بیتاب تھیں سو موتیوں کی طرح آنسو گرنے لگے۔

''کیوں مسٹر فاروقی کیوں آپ اتنے کٹھور کیسے ہوسکتے ہو..... اتنے بے حس بنے ہو جان بوجھ کر کہ کسی کے احساسات کا بالکل بھی خیال نہیں ہے میں نے آپ کا انتظار کیا ہے۔ اتنے عرصے خود کو مصروف رکھا ہے تاکہ آپ ڈسٹرب نہ ہوں مگر آپ تو بالکل ہی انجان بنے ہوئے ہو مجھ سے..... میری فیلنگز سے..... آپ کو جتنا چاہتی تھی میں لیکن آپ تو .....'' وہ زار و قطار رو پڑی۔ حیان نام کا پودا شاید اب گھنے درخت کی صورت اختیار کر چکا تھا جس کی جڑیں اس کے دل میں پیوست ہوگئی تھیں۔

اس نے پڑھائی کا بہانہ بھی اسی لیے کیا تھا کہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ حیان کی زندگی میں زبردستی شامل ہو جب اسے احساس ہوا کہ وہ اسے چاہنے لگی ہے تو اس نے اپنے آپ پر بند باندھ لیے۔ دل کہتا تھا کہ بڑھ اور تھام لے اسے مگر دماغ کہتا تھا کہ وہ پہلے ہی محبت میں ہارا ہوا شخص ہے اسے وقت دے کہ وہ خود بڑھے۔ اتنے مہینوں میں وہ اس سے بیگانہ ہونے کی کوشش کرتی رہی تھی مگر آخر کو ہار گئی وہ.....

شام ڈھلی اور پھر رات بھی..... مگر ابھی تک

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

وہ نہ آیا تھا۔ وہ بھی بے حس بنی کمرے میں بیٹھی رہی ..... دل دھڑک رہا تھا کہ وہ آیا کیوں نہیں لیکن پھر غصہ بھی آ گیا کہ کیوں اس کا انتظار کروں؟

رات گئے اس کی گاڑی کی آواز سنی اور کھڑکی سے جھانکا۔

بے ترتیب سے کپڑے شکن آلود تھے۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی تھی اور بال بکھرے ہوئے تھے اس نے گاڑی سے کوٹ نکالا اور کندھے پر رکھ لیا وہ بکھرا بکھرا سا تھکا تھکا سا لگ رہا تھا۔ پل بھر کو تو دل نے کہا کہ اس کے پاس چلی جائے..... مگر پھر احساس ہوا کہ سیلف ریسپیکٹ بھی تو کوئی چیز ہے وہ اتنی گری پڑی نہیں ہے کہ جا کر بھیک مانگے کہ مجھے اپنا لو..... وہ کھڑکی سے پیچھے ہٹی اور بستر پر آ گئی۔

سرِ شام وہ آفس سے نکلا ہی تھا مگر گھر آنے کی ہمت نہیں تھی۔ اسی لیے وہ سارا وقت آوارہ گردی کر رہا تھا۔ ایک نظر اس نے سیڑھیوں کو دیکھا جو اروبشہ کے کمرے کو جاتی تھیں مگر پھر وہ اپنے کمرے میں گھس گیا۔

اگلے دو دن بھی اسی میں گزر گئے دونوں نے ایک دوسرے کا سامنا نہیں کیا۔

سیل فون کی گھنٹی پر وہ متوجہ ہوا۔

''السلام علیکم چچا.....'' وہ بجھی بجھی سی آواز میں بولا۔

''وعلیکم السلام بیٹا ٹھیک ہو تم؟''

''جی اچھا ہوں۔''

''اور اروی کیسی ہے؟''

''وہ بھی ٹھیک ہے۔'' دل کو کچھ ہوا۔

''بیٹا تم لوگ آ جاؤ یہاں پر سوں عثمان کی منگنی ہے۔ او۔ کے تو جلدی آ جانا۔''

''جی چچا جان آ جائیں گے..... مبارک ہو آپ کو۔''

''ہوں، او کے اروی کو میرا پیار دینا..... او۔ کے اللہ حافظ!''

''اللہ حافظ!'' سیل فون میز پر پٹخ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''آخر کیوں میں بھاگ رہا ہوں اس سے ..... ایسا کیا ہے؟ اس میں۔'' اسے غصہ آنے لگا۔

''میں کب سے اتنا بزدل ہو گیا ہوں کہ حالات سے بھاگنے لگا ہوں۔'' ایک جنگ اس کے اندر چھڑ گئی تھی۔ جذبات کا غصہ کا طوفان اٹھ رہا تھا اس کے اندر۔ حالات سے؟ یا محبت سے؟؟ یہ سوال اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

تم حالات سے نہیں بلکہ اروبشہ کی محبت سے بھاگ رہے ہو حیان فاروقی تم اس لڑکی کی چاہت سے بھاگ رہے ہو کیونکہ تم خود زخمی ہو اس چاہت کے ہاتھوں تمہاری محبت کا مذاق اڑایا ہے تمہارے محبوب نے، تم کھلونا بنے رہے ہو کسی کے ہاتھوں کا۔ اب ..... اب تم بھروسہ نہیں کر پا رہے کسی کی چاہت پر۔ اپنے اوپر سے یہ خول اتار کہ تمہیں فرق نہیں پڑتا کہ تم بے حس انسان ہو۔ تمہیں فرق پڑ رہا ہے حیان فاروقی، کوئی اس کے اندر چلا رہا تھا۔

اور وہ اسے جھٹلانے کی ہمت بھی نہیں رکھتا تھا کیونکہ ضمیر کی آواز انسان جھٹلا نہیں سکتا۔

''تمہیں فرق پڑ رہا ہے ..... اسی لیے بے چین ہو..... تڑپ رہے ہو تم مگر ہمت نہیں ہے اعتراف کی کہ تمہیں اس لڑکی کی باتوں سے فرق پڑا ہے ..... تم محبت نہ سہی لیکن چاہت رکھتے ہو اس کی۔''

ان الفاظ پر اس کا غصہ سمندر کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

''کیا میں چاہتا ہوں اسے.....'' اس سوال پر وہ خود بھی حیران تھا۔

☆.....☆.....☆

''بہت ہو گیا مجھے بھی پروا نہیں ہے اس کی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اگر اسے میرا احساس نہیں ہے تو......'' وہ غصے سے چلاتی
اٹھی وہ بیگ پیک کیا اور گھر سے نکل گئی۔

''بی بی جی کہیں جا رہی ہو تم؟'' بے بے کچن سے نکلی تو وہ باہر کی طرف بڑھ رہی تھی۔

''بے بے میں جا رہی ہوں...... صاحب کو بتا دینا۔'' وہ غصے سے بولی۔

''کہاں؟'' وہ حیرانی سے بولیں۔

''پتہ نہیں'' وہ کہہ کر باہر نکل گئی۔ گاڑی بھی گھر میں ہی چھوڑ گئی۔ اس نے سیل فون پر صائمہ کا نمبر ملایا۔

''ہاں مسز فاروقی آپ نے یاد کیا۔'' وہ خوش ہو کر بولی۔

''ہاں صائمہ I need yuor help! ......'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''او۔کے'' صائمہ نے کہا وہ بھی سنجیدہ تھی۔

آج مسلسل جنگ کر کے اپنے ساتھ وہ شام ڈھلے پہنچا۔ آج اس نے اعتراف کیا تھا کہ اسے فرق پڑتا ہے۔ بہت فرق پڑتا ہے اروبشہ کے رویے سے۔ وہ شرمندہ تھا اپنی بے رخی پر۔ اسے احساس ہوا تھا کہ اس نے اروبشہ کے جذبات کا احساس نہ کر کے اس کے ساتھ برا کیا ہے۔ آج وہ اپنے کیے پر پشیمان تھا اور اس سے معافی مانگنا چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ محبوب کی بے حسی کتنی تکلیف دیتی ہے وہ سیڑھا اوپر جانے لگا کہ پیچھے سے شانی اس کے لیے پانی لے آیا۔

''صاحب باجی نہیں ہیں......''

اس کے قدم وہیں تھم گئے......

''کیا مطلب؟ کہاں ہے اروبشہ؟'' وہ حیران ہوا اور پلٹا۔

''پتہ نہیں مگر آج دوپہر وہ بیگ لے کر چلی گئی کہیں......'' وہ بولا۔

''کیا؟......!! کہاں گئی۔ الفاظ تھے یا بم تھے

حیان نے سر تھام لیا۔

اس نہج پر تو سوچا ہی نہیں کہ میں نے اس سے تین دن بات ہی نہیں کی......'' اف میرے خدا یہ کیا ہو گیا مجھ سے میں اپنی ہی لگائی ہوئی آگ میں جلتا رہا اور اسے فراموش کر دیا۔'' وہ سر تھام کر بیٹھ گیا۔

''بتایا نہیں کہاں جا رہی ہے؟'' اس نے سر اٹھا کر حیران و پریشان سے شانی کو دیکھا۔

''پوچھا تھا صاحب مگر کہا کہ پتہ نہیں۔'' بے بے بھی آ گئی۔

اس نے تیزی سے فون نکالا اور اس کا نمبر ڈائل کرنے لگا...... مگر فون بھی بند تھا۔

''کب نکلی؟'' وہ پریشان ہو گیا۔

''یہی کوئی دو بجے کے قریب۔'' بے بے نے کہا۔

''سب ٹھیک ہے نا صاحب...... بی بی جی بھی بڑی روئی ہوئی لگ رہی تھی...... وہ بھی پریشان تھی۔'' بے بے نے فکرمندی سے پوچھا۔

حیان نے گھڑی دیکھی جو رات کے سات بجا رہی تھی۔

''نہیں بے بے سب ٹھیک نہیں ہے۔'' حیان کہہ کر باہر نکل گیا۔

''اللہ خیر کرے۔'' بے بے نے بے اختیار کہا

''آمین!'' شانی نے بھی کہا اور پانی واپس لے گیا۔

ظاہر ہے وہ بھی گھر کے مکین تھے اتنا تو اندازہ تھا ہی کہ سب نارمل نہیں ہے گھر میں اروبشہ کمرے سے باہر ہی نہیں نکل رہی تھی، اس جھگڑے کے بعد۔ اور صاحب تو آتے ہی دیر سے تھے اور جلدی چلے جاتے تھے۔ کچھ تو معاملہ گڑبڑ تھا۔

''اماں ایک بات تو بتاؤ۔'' شانی نے بے بے سے کہا۔

''ہاں پتر پوچھ۔''

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''بی بی صاحب کی بیوی ہی ہے نا؟''

''کیوں؟ ایسا کیوں پوچھ رہا ہے تو۔'' وہ حیران ہو کر بولی۔

''کیوں کہ لگتا نہیں ہے دونوں اپنی اپنی دنیا میں جو رہتے ہیں۔ شروع شروع میں جب وہ آئی تھی تو ساتھ میں کھانا وغیرہ بھی کھا لیتے تھے مگر پھر جب سے وہ جانا شروع ہوئی ہے پڑھنے کو تب سے تو کئی کئی دن ایک دوسرے کی شکل بھی نہیں دیکھتے..... یہ کیسا رشتہ ہو گیا۔''

''بیٹا یہ بڑے لوگ ہیں اور ان کی باتیں صرف یہ ہی جانیں اور کون جانے بھلا؟'' بے بے کی اپنی بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ اسے کیا بتاتیں۔ وہ بچارے سیدھے سادے لوگ تھے اتنے پیچیدہ رشتے ان کی سمجھ سے بالاتر تھے۔

وہ مسلسل اسے فون کرنے میں لگا ہوا تھا اور فون بند تھا۔

''یہ میں سڑکوں پہ گاڑی کیوں بھگا رہا ہوں بے وقوفوں کی طرح۔'' اسے خود پر غصہ آنے لگا اور ساتھ میں اروشہ پر بھی جو بنا کچھ بتائے کہیں چلی گئی تھی۔

''وہ..... وہ اپنی دوست کی طرف تو نہیں گئی.....؟'' اس کے ذہن میں فوراً صائمہ کا خیال آیا

''ہو سکتا ہے مگر میرے پاس تو اس کا نمبر ہی نہیں ہے میں تو صرف ایک بار ملا ہوں اس سے۔'' غصے سے اس نے اسٹیرنگ پر ہاتھ مارا۔

''پھر کہاں گئی ہو گی وہ اتنے بڑے شہر میں۔''

اس نے گاڑی سڑک کے کنارے کھڑی کی اور ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچنے لگا کہ وہ کہاں جا سکتی ہے۔ مجھے تو معلوم ہی نہیں کہ وہ اس شہر میں کتنے لوگوں کو جانتی ہے۔ مگر ہو سکتا ہے کہ وہ اسلام آباد نہ چلی گئی ہو۔ گھر فون کروں.....'' فوراً خیال آیا۔

''مگر پوچھوں گا کیا وہ لوگ تو الٹے سوال کریں گے مجھ سے اور بڑے بابا..... اف بڑے بابا پریشان ہو جائیں گے۔''

''یا خدا کیا کروں..... وہ نگاہیں آسمان پر اٹھا کر بولا جہاں چاند اپنے پورے جوبن پر تھا۔

وہ چاند کو گھورے گیا اپنے اردگرد سے بے خبر ہو کر۔

''یہ چاند شاید اسے دیکھ رہا ہو.....'' نہ جانے کیوں اس کے دل میں یہ خیال آیا۔ پھر چند لائنیں اسے یاد آئیں جو اس نے کہیں پڑھی تھیں:

اے ہجر کے مہتاب سن
ہم بھی ہیں تیرے ہم سفر
ہم سے نہ اجتناب کر
جب بخت میں نہ چین ہو
کسی سے کیا گلہ کریں
راستے میں انہیں روک لیں
کیسے یہ حوصلہ کریں

☆.....☆.....☆

''ہوں اب کیا کرو گی.....؟'' صائمہ نے سارا ماجرا سننے کے بعد کہا۔

''پتہ نہیں یار کہ کیا کروں گی تم بتاؤ میرے دماغ نے تو کام کرنا بند کر دیا ہے۔'' رو رو کر اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں اور ساتھ میں سوزش بھی آ گئی تھی ان میں۔

''یار ایک تو تم ہیروئنز کی طرح رونا بند کرو پہلے، پھر بتاتی ہوں کہ کیا کرنا ہے۔'' اس نے اس کی آنکھوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''حد ہے بھئی میری جان پر بنی ہوئی ہے اور تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ تم اپنے گھر چلی جاؤ..... وہ یقیناً پریشان ہوں گے تمہارے لیے۔ پتہ ہے اروشہ یہ مرد ہوتے ہی ایسے ہیں جب تک ان کے سامنے ان کی دسترس میں رہو انہیں احساس ہی نہیں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوتے مگر جب ان کے سامنے سے غائب ہوجاؤ تو پاگلوں کی طرح ڈھونڈتے ہیں۔ مگر سامنے رہتے ہوئے اظہار نہیں کرتے۔''

''وہ بھی یقیناً تمہیں ڈھونڈ رہے ہوں گے .....تم چلی جاؤ واپس۔''

''نہیں یار میں اب ان کے گھر نہیں جاؤں گی بلکہ میں اب بڑے والے گھر جاؤں گی..... یار ایسا کرو کہ مجھے تم کوچ میں بٹھادو میں آگے چلی جاؤں گی۔'' وہ ضدی بچے کی طرح بولی

''اکیلے؟'' وہ حیرانی سے بولی۔

''ہاں.....!'' وہ اٹل لہجے میں بولی

''ہوں.....'' اس نے گردن ہلائی۔

''اچھا تم ذرا فریش ہوجاؤ۔ اوکے پھر تمہیں چھوڑ آتی ہوں.....'' وہ کہہ کر اس کے لیے کچھ لانے کو چلی گئی۔

وہ آئی تو اروئی نہیں تھی اس کی نظر سیل پر پڑی اس نے جلدی سے آن کیا اور نمبر تلاش کرنے لگی۔

☆.....☆.....☆

''یا خدا، کیا کروں؟'' وہ پچھلے دو گھنٹوں سے خوار ہورہا تھا۔ مگر اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ آخر کو اس نے گھر فون کیا۔

''کیا حال ہے ریحان تمہارا؟'' اس کی آواز سن کر وہ بولا۔

''ٹھیک ہوں بھائی آپ سناؤ' اروئی کیسی ہے؟'' اسے حیان کے فون پر حیرانی ہوئی کیونکہ وہ خود کبھی فون نہیں کرتا تھا..... مگر ظاہر نہیں کیا۔

''کئی دنوں سے بات ہی نہیں ہوئی اروئی سے ہماری۔'' وہ بولا۔

اس کے دل میں امید کا آخری دیپ بھی بجھ گیا مطلب وہ وہاں بھی نہیں ہے۔

''ہیلو، ہیلو، بھائی..... ریحان دوسری طرف تھا مگر اس نے فون بند کردیا۔

''کس کا فون تھا؟'' فائقہ نے پوچھا۔

''حیان بھائی کا تھا..... وہ کچھ الجھا ہوا تھا۔

'اچھا واقعی اروئی سے بات ہوئی..... میں ملی بھی نہیں اس سے۔ شادی کے بعد بس فون پر ہی بات ہوئی تھی۔'' وہ پرجوش تھی۔

''نہیں شاید فون کٹ گیا تھا'' وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''اوہ..... وہ آرہے ہیں نا منگنی پر؟''

''پتہ نہیں حیان بھائی سے میری ٹھیک سے بات نہیں ہوئی ہے۔''

''اوکے ٹھیک ہے!''

''چلو پھر چلتے ہیں سارے ڈھولکی لے کر بیٹھے ہوئے ہیں ہم بھی چلتے ہیں۔'' وہ کہہ کر اندر چلی گئی جہاں سارے لوگ آئے ہوئے تھے۔

''بھئی ٹھیک سے گانا گاؤ تم سب ابھی تک ایک بھی ڈھنگ کا گانا نہیں گایا گیا تم لوگوں سے۔'' شانزے چمچ بجاتے بجاتے رک گئی۔

سارے ہی ہنس دیے۔

''تم ٹیپو خراب کردیتی ہو بجاتے بجاتے رک جاتی ہو اور پھر کہتی ہو کہ ٹھیک سے گاؤ۔'' سائرہ کو غصہ آگیا کیونکہ یہ تیسری دفعہ ہوا تھا۔

''ہاں نا تو وہ گانے گاؤ نا جو مجھے بھی آتے ہیں۔'' وہ منہ پھلا کر بولی۔

''چلو جی یہ کیا بات ہوئی بھلا۔'' سحرش نے کہا۔ ''رہنے دیں اسے بھابھی..... پھپھو آئیں ہم اپنا ہی گانا گاتے ہیں۔''

''ہاں بھئی تم رہنے دو یہ سب میں بجاتی ہوں چمچ۔'' فائقہ نے چمچ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

''ہاں بجاؤ تم خود ہی مجھے بھی نہیں بجانا۔'' وہ غصے سے پیچھے ہوگئی۔

سب ہنس دیے..... گھر میں خوب رونق لگی ہوئی تھی۔ عثمان کی منگنی اسکی خالہ زاد سے ہورہی تھی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اسی لیے سارے جمع تھے اور آج عالیہ چچی نے خصوصی طور پر مدعو کیا تھا سب کو ڈھولکی کے لیے اسی لیے سارے موجود تھے۔

☆.....☆.....☆

''اپنا خیال رکھنا اروی اور پہنچ کر فون ضرور کر دینا۔'' صائمہ اسے چھوڑنے خود آئی تھی۔

''ہاں ضرور اور تھینک یو سو مچ! سب چیزوں کے لیے'' وہ اسے گلے مل کر بولی۔

''چل اپنا خیال رکھیں۔'' وہ مسکرائی

''ہوں.....'' اروی نے کہا اور بس میں بیٹھ گئی۔ بس روانہ ہوگئی۔

صائمہ واپس گاڑی میں آئی اور فون تلاش کرنے لگی۔

اف لگتا ہے گھر بھول آئی ہوں۔ وہ اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔ گھڑی دیکھی تو ساڑھے نو بج رہے تھے۔

گھر پہنچ کر اس نے سب سے پہلے فون اٹھایا اور نمبر ملایا۔

فون مسلسل بج رہا تھا۔ اس کا ارادہ پولیس اسٹیشن جانے کا تھا وہ رکا اور unknoun نمبر دیکھا۔

''یہ کس کا ہے؟'' پھر بھی فون کان سے لگایا

''ہیلو.....'' وہ بولا۔

''حیان.....حیان فاروقی!'' دوسری طرف سے لڑکی کی آواز تھی جو شاید کنفرم کرنا چاہتی تھی کہ فون اٹھانے والا حیان ہی ہے۔

''جی بول رہا ہوں۔'' اس کی آواز میں تھکن واضح تھی۔

''میں صائمہ بات کر رہی ہوں اروی کی دوست۔''

''جی جی..... ہاں کہاں ہے وہ، کیسی ہے؟ آپ کے پاس ہے کیا؟'' امید کی کرن نظر آئی وہ فوراً بول اٹھا۔

اس کی اس بے تابی پر وہ شرمندہ ہوگئی..... واضح پتہ چل رہا تھا کہ وہ کتنا پریشان ہے۔

''سوری سر! وہ ٹھیک ہے میں ابھی تھوڑی دیر پہلے اسے چھوڑ کر آئی ہوں۔''

''کہاں؟'' وہ بے تابی سے بولا۔

''بس میں.....وہ اسلام آباد جا رہی ہے۔''

''اوہ.....او کے تھینک یو سو مچ صائمہ۔ یہ آپ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے مجھے اس کے بارے میں بتایا۔ وہ واقعی اس کا شکر گزار تھا اس نے گاڑی کا رخ موٹروے کی طرف کر لیا۔

☆.....☆.....☆

عالیہ چچی کمرے میں آئیں۔ ''مما مما!'' عثمان کتاب رکھ کر بولا۔

''بیٹا یہ سب لوگ تمہاری منگنی کی ڈھولکی بجا رہے ہیں اور تم یہاں بند ہو۔'' وہ ڈھولکی کی آواز کی طرف اشارہ کر کے بولیں۔

''بس سر میں درد تھا اسی لیے آ گیا۔ کام تھوڑا زیادہ تھا نہ آفس میں۔'' وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا جیسے ٹال رہا ہو۔

''بیٹا تم خوش تو ہو؟'' وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولیں۔

''آپ کو کیا لگتا ہے ماما؟'' وہ الٹا ان سے سوال کر بیٹھا۔

''مجھے.....'' وہ رک گئیں۔

''مجھے لگتا ہے کہ تم خود کو خوش ظاہر کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہو۔'' ان کی آواز نم تھی۔ عثمان کے دل کو کچھ ہوا۔

''نہیں ماما.....ایسا نہیں ہے بالکل بھی۔'' وہ ان کے ہاتھ چوم کر بولا۔

''میں جانتی ہوں بیٹا کہ تم نے زندگی میں پہلی بار اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا اور مجھے افسوس ہے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سکتی۔ کچھ بھی نہیں کر سکی تمہارے لیے۔''
''پلیز ماما..... اپنے آپ کو الزام نہ دیں۔ انسان اپنی قسمت سے نہیں لڑ سکتا ناں۔'' وہ مسکرا کر بولا۔ لیمپ کی مدہم سی روشنی میں وہ واضح طور پر اپنی ماں کی آنکھ میں موجود نمی کو دیکھ سکتا تھا۔ ان کے چہرے پر عجب درد کی کیفیت تھی جیسے احساس ندامت ..... اس کا دل اندر سے کٹ گیا اس نے ہمت کر کے کہا ''ماما میں ٹھیک ہوں بلکہ مطمئن ہوں اور یہ خوشی سے بڑی بات ہے۔ مجھے یقین ہے کہ افشاں ایک اچھی ہمسفر ثابت ہوگی۔'' وہ مسکرا دیا۔
انہوں نے بڑھ کر فخر سے اس کا ماتھا چوم لیا۔ مجھے اپنے بیٹے کی سوچ پر فخر ہے اللہ تمہیں ضرور صبر کا پھل دے گا۔'' انہوں نے دل کی گہرائیوں سے اپنے اچھے بیٹے کے لیے دعا کی..... زندگی کی ہر خوشی کے لیے اور ماں کی دعا ہی تو ہے جو سب کچھ کر سکتی ہے کسی جادو کی چھڑی کی طرح۔
''چلو بچوں اب سونے چلے جاؤ..... رات کے بارہ بج رہے ہیں۔'' بڑے تایا نے کہا۔
''جی ابو بس جا رہے ہیں۔'' سائرہ نے ڈھولکی اٹھا دی۔ سنبل پھپھو اور ثمرین پھپھو دونوں چلی گئی تھیں مگر مہوش اور عیشا رک گئی تھیں۔
''مہوش تم میرے ساتھ سو جانا۔ اروی تو ہے نہیں اب اس کمرے میں۔'' سائرہ نے اس کی کمی محسوس کی۔
شہلا نے ایسے دیکھا جیسے کڑوا بادام منہ میں آ جائے تو چہرے کے زاویہ بدل جاتے ہیں نا..... ہونہہ وہ سر مار کر اٹھ گئیں۔
سائرہ نے محسوس کیا مگر خاموش رہی۔
''آج رات بہت باتیں کریں گے ہم تینوں۔'' شانزے مزے سے فائقہ اور عیشاء سے بولی۔
''ہاں بڑے قصے ہیں سنانے کو.....'' فائقہ نے بھی کہا۔
''یار دل کر رہا ہے چائے پینے کا..... ممضو بابا تو سو گئے لگتا ہے۔'' فائقہ نے گھڑی دیکھ کر کہا۔
''ہاں تو خود بناؤ ہم دونوں کے لیے بھی لیتی آنا۔'' عیشاء نے کہا اور فوراً دوڑ گئی کہ کہیں وہ انکار نہ کر دے اور اسے بنانی پڑ جائے۔
''یار اتنے دنوں بعد آئی ہوں میں ...... شانزے میری بہن نہیں ہے ......'' وہ مسکا لگا کر بولی۔
''نہیں جانو تمہاری بہن ہوں..... کیوں نہیں ہوں بس میری چائے میں چینی ٹھیک سے ڈالنا۔'' وہ اس کی ٹھوڑی پکڑ کر پیار سے بولی۔
''حد ہے بھئی مجال ہے جو کوئی کام کر دے۔''
''کار خیر کرنے جا رہی ہو تو اپنے بھائی کو نہ بھولنا۔'' ریحان نے ہانک لگائی اور فائقہ نے غصے سے پلٹ کر ریحان کو دیکھا
شانزے اور وہ دونوں ہنس رہے تھے۔
''بہتر تھا کہ نام ہی نہ لیتی چائے کا مجھے کیا پتہ تھا دیگ چڑھانی پڑ جائے گی۔'' وہ غصے سے سوس پین میں پانی بھر کر بولی۔ پانی رکھ کر وہ باہر آئی۔
اتنے میں وہ باہر آئی اور لائٹس آف کرنے لگی۔ ٹرے کے ساتھ وہ نکلی۔ پیچھے دروازہ بند کیا اور سیڑھیاں چڑھنے لگی تھی کہ صدر دروازہ کھلا۔
''ہیں اس وقت کون جا رہا ہے؟'' وہ گھڑی دیکھ کر بولی جو 12-45 بجا رہی تھی۔ وہ واپس آئی۔
''تم..... اس وقت؟'' اروی کو دیکھ کر حیرت کے ساتھ اسے خوشی بھی بہت ہو رہی تھی۔
''ہائے اروی تمہیں کتنا یاد کر رہی تھی میں۔''
وہ ٹرے رکھ کر اس کی طرف بڑھی اور گلے لگ گئی۔ لائٹس آف تھیں بس لاؤنج میں ایک نائٹ بلب روشن تھا..... جس کی مدھم روشنی میں اس کا چہرہ واضح نہیں تھا اور نہ ہی تاثرات نمایاں تھے۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''رکو میں لائٹ جلالوں۔'' وہ فوراً بڑھی اور لائٹ آن کی۔

اسے دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئی۔ بے ترتیب حلیہ تھا لگتا تھا کئی دن سے کپڑے نہیں بدلے ابھی بھی وہ اسی روز والے جوڑے میں تھی جس میں وہ حیان کے لیے تیار ہوئی تھی۔ بال ایسے تھے جیسے کئی دن سے توجہ کے منتظر ہوں اور آنکھیں رو رو کر سوجی ہوئی تھیں۔

''اروی یار یہ کیا حلیہ ہے اور حیان بھائی کہاں ہیں؟'' فائقہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے ''تم، تم ٹھیک تو ہو؟''

''ہاں یار ٹھیک ہوں میں!..... اور اکیلی آئی ہوں حیان نہیں آئے ساتھ۔'' وہ ٹالتے ہوئے بولی ''شاید آجائیں وہ بھی.....'' وہ زیر لب بڑبڑائی۔

''کیا تم لڑ کر آئی ہو اروی؟'' وہ پریشان تھی۔

''نہیں..... نہیں یار لڑ کر کیوں آؤں گی..... بس چھٹیاں شروع ہوگئی تھیں ناں اس لیے آ گئی۔'' وہ زبردستی مسکرائی ''انہوں نے ہی بس میں بٹھایا تھا۔'' اس نے جھوٹ بولا۔

''یار بس طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو جس طرح تھی نا اسی طرح اٹھ کر آ گئی۔'' وہ اپنے حلیے کو دیکھ کر بہانہ لگا کر بولی۔

''ہوں مگر اتنی رات کو کیوں؟ آنا تھا تو پہلے آتی ناں۔'' ہم ڈھولکی بجا رہے تھے وہ ہنسی۔

''اچھا یار بس ..... راستے میں بس خراب ہوگئی تھی ناں۔'' اس نے پھر سے جھوٹ بولا۔

''ڈھولکی کیوں؟'' وہ موضوع بدل گئی۔

''لو تمہیں پتہ ہی نہیں پرسوں عثمان بھائی کی منگنی ہے بھئی۔''

وہ حیران ہوئی۔ ''اوہ..... مبارک ہو بھئی ..... یاد آیا بتایا تھا مجھے حیان نے۔'' وہ جھوٹ پر جھوٹ بول رہی تھی۔

''خیر مبارک..... اچھا تم تھکی ہوئی لگ رہی ہو جاؤ آرام کرو۔''

''ہوں.....'' کہہ کر وہ بڑھنے لگی۔

''حیان بھائی کے روم میں جانا کیونکہ تمہارا کمرہ آل ریڈی فل ہے۔'' وہ اسے چھیڑ کر بولی۔

''کون ہے وہاں؟'' وہ مڑی۔

''سائرہ باجی اور مہ وش ہیں۔'' وہ مسکرائی ''ویسے بھی لڑکیوں کا روم شادی کے بعد بدل جاتا ہے۔'' وہ ذومعنی انداز میں بولی اور آنکھیں مٹکائیں۔

''ہوں.....'' وہ چپ کر کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ شدید تھک گئی تھی۔ چند منٹ تک وہ بند دروازے کو گھورتی رہی پھر قدم بڑھائے۔ لائٹ جلانے کے بعد اس نے کمرے پر ایک بھرپور نگاہ ڈالی۔

مسٹر فاروقی..... ایک آہ نکلی۔

☆.....☆.....☆

''اوئے تم چائے لینے گئی تھیں کہ پائے چڑھا دیے تھے جو تمہیں آدھا گھنٹہ لگ گیا۔'' فائقہ جیسے ہی داخل ہوئی تو عیشا نے چڑھائی کر دی۔

''یار وہ اروی آئی ہے.....'' وہ کچھ پریشان سی بولی۔

''کیا؟ اس وقت؟'' عیشا اور شانزے نے بیک وقت کہا۔

''ہاں مجھے بھی عجیب لگا..... اور وہ آئی بھی اکیلی ہے..... یہ زیادہ حیرت کی بات ہے۔'' وہ ٹرے بستر پر رکھ کر بولی تو وہ دونوں بھی اچھل کر اس کے قریب ہوگئیں۔

''اس وقت؟ اکیلی۔'' شانزے کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''ہوں!'' اس نے سر ہلایا۔

''یقیناً کچھ ہوا ہے؟'' عیشا نے سوچتے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوئے کہا۔

''ہوا ہوگا جھگڑا حیان بھائی سے اور وہ غصے میں آ گئی ہوگی..... یہ حیان بھائی بھی نہ کبھی نہیں بدلیں گے پہلے شزا سے جھگڑے کیے اب بچاری اروئی کے جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔'' شانزے نے غصہ سے کہا۔

''بچاری اروئی..... عجیب ہی اس کی زندگی ..... مامی کی کڑوی باتوں سے بچی تو بڑے بابا نے حیان بھائی سے شادی کروا ڈالی۔'' عیشا نے کہا اور افسوس سے سر ہلایا جبکہ فائقہ خاموشی سے اروئی کے رویے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ شانزے کو اس کا یوں بولنا بالکل نہ بھایا تھا مگر چونکہ حقیقت تھی تو چپ رہی۔

☆.....☆.....☆

وہ رات دیر سے گھر پہنچا..... گھر میں بالکل خاموشی تھی۔ وہ سارے راستے پریشان ہی رہا کہ کہیں گھر میں کوئی ہنگامہ نہ ہوگیا ہو اس کے اس طرح لوٹنے سے..... اور یقیناً بڑے بابا بھی ناراض ہوں گے اور ہونا بھی تھا کیونکہ اس بار غلطی سراسر حیان کی اپنی تھی مگر گھر کی خاموشی اور سکون زدہ ماحول بتا رہے تھے کہ طوفان تھما ہوا ہے۔

اس کا ارادہ سب سے پہلے اروشہ سے ملنے کا تھا کیونکہ آج وہ اس کی وجہ سے بہت بے چین اور پریشان رہا تھا۔ لہٰذا وہ فوراً اس کے کمرے کی طرف بڑھا مگر پھر دروازے پر ہی رک گیا وہ سو رہی ہوگی۔ غصے میں ہے وہ کہیں آپے سے باہر نہ ہو جائے۔ رات کے اس پہر وہ کوئی بھی ہنگامہ نہیں چاہتا تھا اسی لیے صبح پر بات ٹال کر وہ پلٹ آیا تھکن کے مارے اس کا برا حال تھا۔ دماغ سوچ سوچ کر شل ہو رہا تھا اس کو اعصاب بہت بھاری لگ رہے تھے گردن کو دباتا ہوا وہ کمرے میں آیا..... اروئی کے پرفیوم کی مخصوص خوشبو نے اسے خوش آمدید کہا۔

یہ پرفیوم؟؟..... وہ حیران ہوا کہ یہ خوشبو اس کے کمرے میں کیوں ہے۔ پھر جلدی سے اس نے لائٹ جلائی تو کمرہ روشنی میں نہا گیا اور تاریکی جیسے کہیں دور جا سوئی۔

پہلی نظر اس کی کمرے کے وسط میں موجود بیڈ پر پڑی جہاں اروی بے خبر سو رہی تھی..... اسے دیکھتے ہی ایک عجیب سا سکون اس کے اندر سرایت کر گیا کہ وہ ٹھیک ہے وہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔

وہ ابھی بھی اسی جوڑے میں تھی۔ حلیہ اس کا بے حال تھا۔ جیسے کئی دن وہ عذاب میں رہی ہو۔ اس کا حلیہ صاف الفاظ میں اس پر گزرے برے اور کڑے حالات کی ترجمانی کر رہا تھا۔ چہرے پر نظر پڑتے ہی اس کو عجیب سے ملال نے گھیر لیا بہت زیادتی کر دی میں نے شاید انجانے میں۔'' وہ زیر لب بڑبڑایا اور ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے پر موجود بالوں کی لٹ کو پیچھے کیا چند ثانیے تک وہ اسے دیکھتا رہا ''ایک مختلف عورت!'' اس نے مسکرا کر کہا اور پھر فریش ہونے کے لیے چل دیا۔

نہا دھو کر تازہ دم ہوا پھر دماغ پر نیند سوار ہونے لگی کیونکہ اب وہ پرسکون ہو گیا تھا لہٰذا بستر پر آیا اور پھر گہری نیند سو گیا۔

وہ صبح اٹھی تو پہلی نظر اس کی حیان پر پڑی۔ وہ کتنا معصوم لگ رہا تھا سوتا ہوا بالکل کسی بچے کی طرح۔ جسے پتہ نہ ہو کہ اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے جسے پتہ نہ ہو کہ دل دکھانا کیا ہے اور منانا کیا ہے، وہ اسے کتنے ہی وقت تک دیکھتی رہی۔

شاید یہ میرا وہم ہے۔ اس کا دل بجھ گیا۔ وہ کیسے آ سکتے ہیں یہاں انہیں کیا خبر میری اور نہ ہی فکر دل بھر آیا۔

اسے جھٹکا لگا ''یہ..... یہ ہیں یہاں واقعی۔'' وہ فوراً پلٹی اب وہ دوسری طرف منہ کیے سو رہا تھا۔

''یہ کب آئے.....؟'' اسے شاک لگا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دل میں آیا کہ اٹھائے اور سارے حساب ابھی بے باق کردے مگر پھر رک گئی۔

اس نے بیگ سے کپڑے نکالے اور پھر واش روم میں گھس گئی۔

وہ سو کر اٹھا تو فریش تھا اپنے پہلو میں نگاہ دوڑائی تو وہ موجود نہیں تھی۔

''اوہ یہ مجھ سے پہلے اٹھ گئی۔'' اس کے منہ سے نکلا۔ اس نے اپنے بال درست کیے ہاتھ کی انگلیوں سے اور کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا وہ اٹھ کر کھڑکی کے پردے کھسکا چکی تھی جس سے دن کی روشنی نئی امید کی طرح اندر آرہی تھی وہ باہر دیکھ کر مسکرایا۔ باہر ہوا درخت کے ساتھ اٹھکیلیاں کررہی تھی۔ سورج ابھی اپنا سراپا ابھار رہا تھا۔ اس کی روشنی کی کرنیں اپنے جوبن پر نہیں آئی تھیں صبح کی ٹھنڈی اور خوشگوار سی ہوا چل رہی تھی وہ مسکراتا رہا باہر دیکھ کر نجانے کتنے عرصے بعد پھر اس نے قدرت کی خوبصورتی کو محسوس کیا تھا۔ وہ ایک وقت میں عاشق ہوا کرتا تھا نیچر کا اس کو قدرتی خوبصورتی سے بیحد لگاؤ تھا۔ اس خوبصورتی کو دیکھنے اور اس سے محظوظ ہونے کے لیے وہ کتنے لمبے لمبے سفر کیا کرتا تھا۔ پھر جیسے سب ختم ہوگیا تھا..... زندگی رک گئی تھی..... اس نے اپنے ہر شق پر بند باندھ دیے تھے۔ انسان کا اگر دل خوش ہو تو ظاہری حسن قدرتی رنگینی خوبصورت موسم یہ سب اچھا لگتا ہے اور اگر انسان اندر سے دکھی ہو تو ہر چیز بے معنی ہوجاتی ہے۔

اور اب وہ پھر سے محسوس کرنے لگا تھا ان سب کو..... اندر کا غبار اگر ختم ہوجائے تو انسان ہلکا پھلکا ہوجاتا ہے اس نے اپنی زندگی کی کتاب میں شزا کے نام کے اوراق کو پھاڑ کر پھینک دیا تھا۔ یادوں کی قید سے رہائی پالی تھی اس نے اس لیے آنے والی تبدیلی کو قبول کرنے کے لیے وہ تیار تھا مگر دوسری طرف کے حالات ابھی درست نہیں ہوئے تھے۔

وہ اپنی سوچوں میں گم تھا کہ وہ نہا کر نکل آئی چند لمحے دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ حیان نے مسکرا کر سلام کیا ''گڈ مارننگ!'' وہ مسکرادیا۔

What so good about this morning?'' اس کا انداز بالکل بے لچک تھا۔

''اف یہ ابھی بھی خفا ہے۔'' اس نے سوچا۔

''اروبشہ آئینے کے سامنے آئی اور حیان کے عکس کو اس نے آئینے میں دیکھا۔ لمحے بھر کو نظریں چار ہوئیں حیان مسکرادیا جبکہ اس نے نفرت سے آنکھیں پھیر لیں جیسے بات کرنے کا ارادہ ہی نہ رکھتی ہو۔

وہ تیزی سے اپنے بالوں کو بے دردی سے رگڑ کر اپنے غصے کا اظہار کررہی تھی۔ اس کے اطوار دیکھ کر وہ زیر لب مسکرادیا۔

''لگتا ہے محترمہ کو ابھی بھی مجھ پر بہت غصہ ہے۔'' وہ بولا۔

اروبشہ نے بالکل نوٹس نہیں لیا اس کے ہاتھ پاؤں مسلسل کام کرنے میں لگے تھے۔ وہ تیزی سے اپنے بالوں کو خشک کرکے کمرے سے نکل جانا چاہتی تھی۔ وہ بالکل بھی حیان کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی

حیان نے بستر چھوڑا اور اٹھ کھڑا ہوا..... وہ چلتا ہوا اروبشہ کے قریب آیا جو پہلے ہی کھسک جانے کے لیے پر تول رہی تھی۔ اس کا موڈ بہت خراب تھا۔ وہ کم از کم اپنے دن کا آغاز کسی برے واقعہ سے نہیں کرنا چاہتی تھی۔ حیان اس کے روبرو آیا۔

''اروبشہ!'' وہ مخاطب ہوا۔ اس کا لہجہ بہت شیریں تھا۔

اروبشہ سر جھکائے کھڑی رہی۔ اس نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔

''کل کیا بے وقوفی کی تھی تم نے؟'' لہجہ اب بھی ویسا ہی تھا اور آنکھوں میں شرارت تھی..... وہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ناراض بچے کی طرح سر جھکائے کھڑی تھی۔

''مجھے جو ٹھیک لگا وہ ہی کیا۔'' وہ بغیر زاویہ بدلے بولی۔

''وہ ٹھیک تھا' یوں بغیر بتائے گھر سے نکل جانا کوئی اطلاع نہیں کرنا۔ اور یہ رات کو ادھر آنا..... اگر کوئی دیکھ لیتا تو فساد برپا ہو چکا ہوتا۔'' اس کا لہجہ بدل گیا۔ ''وہ بالکل ٹھیک نہیں تھا اروبشہ۔'' وہ ٹراؤزر کی جیب میں ہاتھ ڈال کر بولا۔

''تمہیں مجھ سے بات کرنی چاہیے تھی you had to wait for me''

''ایکسیوزمی ..... مسٹر فاروقی۔'' وہ شاکی نگاہیں اٹھا کر حیرت سے پر لہجے میں بولی۔

''مجھے آپ کا انتظار کرنا چاہیے تھا.....'' وہ انگلی کا اشارہ بے یقینی سے اپنی طرف کرتے ہوئے بولی ''شاید آپ بھول رہے ہیں مسٹر فاروقی میں نے شاید تین دن آپ کا انتظار کیا تھا۔'' اسے حیان کی اس بے رخی پر شدید غصہ آیا۔

حیان کو اپنے چنے گئے الفاظ کی غلطی پر شرمندگی ہوئی۔ وہ بات بدل کر بولا ''پھر بھی اروبشہ آپ مجھے بتا سکتی تھیں کہ آپ یہاں آنا چاہتی تھیں میں آپ کو خود لے آتا۔''

''میں یہاں نہیں آنا چاہتی تھی، مسٹر فاروقی بلکہ میں آپ کے قفس سے نکلنا چاہتی تھی، وہاں اب میرا دم گھٹنے لگا تھا۔ ضبط سے اس کا گلا بھر گیا۔

''آپ..... آپ.....'' وہ باقاعدہ رونے لگی۔

☆.....☆.....☆

''السلام علیکم بڑے بابا!'' فائقہ چائے کا کپ اور پانی کا گلاس لے کر ان کے کمرے میں آئی۔

''وعلیکم السلام بیٹا جانی آؤ آؤ۔'' وہ بڑی مشکلوں سے اٹھے۔

''بڑے بابا آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا.....'' وہ فکرمندی سے ان کے پاس بیڈ پر بیٹھ کر بولی۔ وہ کتنے کمزور لگ رہے تھے۔ بیماری کی وجہ سے ان کا جسم کمزور ہو گیا تھا۔ چہرے پر گزشتہ برسوں کی تھکن واضح ہونے لگی تھی۔ وہ ہمیشہ ہشاش بشاش رہنے والے انسان تھے۔ چھوٹی موٹی تکلیفوں کو وہ زیادہ سر پر سوار نہیں کرتے تھے مگر اس دفعہ ان کا کمزور اور ضعیف بدن ان کا ساتھ نہیں دے رہا تھا اس پر وقت گزرنے کی واضح نشانی موجود تھی کہ اب وہ صحت مند نہیں رہا تھا بلکہ بوڑھے درخت کی جڑوں کی طرح کمزور ہو گیا تھا۔

''نہیں بیٹا دیکھو میں کتنا فٹ ہوں..... کیا تمہیں نہیں لگتا۔''

وہ جسم کو اکڑا کر بولے جس سے انہیں تکلیف ہوئی مگر ظاہر نہیں کیا۔

فائقہ مسکرا دی ''لگتا ہے بڑے بابا..... بالکل لگتا ہے۔''

''اچھا بابا..... اروبشہ آئی ہے'' وہ پر جوش لہجے میں بولی

''اچھا۔'' بوڑھا اور جھریوں سے بھرا چہرہ ایک دم مسکرا اٹھا۔

''حیان بھی ہوگا' چلو پھر میں خود ان سے مل کر آتا ہوں۔ کافی عرصے بعد وہ آئے ہیں.....'' وہ بھی اٹھنے لگے۔ ''نہیں بابا آپ رکیں میں بلا لاتی ہوں۔'' فائقہ نے تیزی سے انہیں اٹھنے سے روکا۔

مگر وہ ضدی بچوں کی طرح پھر بھی اپنے من کی کرنا چاہتے تھے وہ ہنستے ہوئے اٹھے ''اب میں اتنا بھی کمزور نہیں ہوں کہ چل پھر نہ سکوں۔'' جیسے وہ اٹھے کھانسی کا شدید دورہ پڑ گیا وہ ایک دم بستر پر بیٹھے فائقہ نے تیزی سے پانی پلایا ''بابا آپ ٹھیک تو ہیں نا وہ فکرمندی سے بولی۔

''ہاں!..... ہاں میں ٹھیک ہوں چلو چلتے ہیں۔'' ذرا ان کی طبیعت سنبھلی تو پھر چلنے کو بیتاب نظر

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

آئے۔

فائقہ انہیں سہارا دے کر اوپر لائی اور پھر وہ واپس پلٹی۔

''جی ماما آرہی ہوں..... بڑے بابا! ماما آواز دے رہی ہیں، آپ چلیں میں ان کی بات سن کر آتی ہوں۔''

''ہاں بیٹا..... شکریہ..... اوپر لانے کا۔'' انہوں نے پیار دیا۔

''بڑے بابا آپ مجھے شرمندہ تو نہ کریں ناں۔'' وہ ان کا ہاتھ چوم کر بولی جو سانس اکھڑنے کی وجہ سے لرز رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

''آپ..... آپ بہت سخت انسان ہیں حیان..... آپ دوسروں کے بارے میں بالکل نہیں سوچتے..... شاید آپ کے نزدیک دوسرے انسانوں میں جذبات نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔'' وہ دوبارہ بولی۔

''اروبشہ ایسا نہیں ہے۔'' وہ تڑپ اٹھا۔

''ایسا ہی مسٹر فاروقی بالکل ایسا ہی ہے۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔ ''سب آپ کے بارے میں بالکل ٹھیک کہتے ہیں آپ ایک بے حس انسان ہیں جسے دوسروں کے جینے مرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، جسے فرق نہیں پڑتا کہ اگلا بندہ اس کی وجہ سے کتنی اذیت اور تکلیف میں ہے میں نے یہ تین دن جس کانٹوں بھری سیج پر گزارے ہیں ناں وہ مجھے ہی پتہ ہے..... ایسا لگتا تھا کہ صحرا جس میں تپتی ریت ہے، ننگے پاؤں بنا کسی سائبان کے بس چلی جارہی ہوں..... ایسی سمت جس کی کوئی منزل نہیں ہے۔''

بڑے بابا کے قدم اندر سے آنے والی اروبشہ کی آواز پر تھم گئے۔

''میرا تو کل بھی کوئی مستقبل نہیں تھا کوئی منزل نہیں تھی بس جیے جارہی تھی بلا مقصد..... پتہ نہیں کہاں سے آپ میری زندگی میں آئے اور..... اور.....'' وہ آگے بول نہیں پائی۔

''دیکھو اروبشہ.....'' حیان کو سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کہے۔ سارے الفاظ جو اس نے سوچ کر رکھے تھے اس کے دماغ سے بھک سے اڑ گئے۔ اسے اس قسم کے ری ایکشن کی امید نہیں تھی۔ نہیں جانتا تھا کہ اس نے اتنی بری طرح اسے ہرٹ کیا ہے..... آنکھوں کے آگے جیسے اندھیرا سا آگیا وہ اروبشہ کو اسی مقام پر دیکھ رہا تھا جہاں کبھی وہ کھڑا تھا..... اور حیان کی جگہ شزا کھڑی تھی۔ وہ بھی ایسے ہی ٹوٹا تھا بالکل ایسے ہی بکھرا تھا۔ وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیسے اور کن الفاظ میں اروبشہ کو سمجھائے کہ وہ اپنی زندگی میں کم از کم اس کے لیے جگہ نکال سکتا ہے..... دنیا والوں کے لیے اس کے چھوٹے سے دل میں کوئی جگہ نہیں ہے مگر اس نے اس دل میں تھوڑی جگہ بنانے کی کوشش کی ہے خاص اس کے لیے..... یہ سارے الفاظ وہ صرف سوچ سکا مگر لبوں پر اب بھی تالا پڑا تھا۔

اروبشہ نجانے کتنی ساعتوں سے منتظر تھی کہ حیان اس سے معافی مانگے تو وہ اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دے مگر وہ خاموش تھا۔

اروبشہ کو اس پر شدید غصہ آیا۔

''مسٹر فاروقی آپ..... آپ نہایت مردہ دل انسان ہیں جس کے ساتھ زندگی گزارنا کسی عذاب سے کم نہیں۔''

''اروبشہ!!'' وہ بے یقینی سے بولا۔ اس کے الفاظ تھے یا خنجر جو سیدھا اس کے دل میں اتر گئے۔ شدید اذیت کے ساتھ.....

وہ غصے سے پلٹی اور دروازے کی طرف بڑھی۔ یہ جانے بغیر کے دونوں کی گفتگو کسی تیسرے بندے نے بھی سن لی ہے۔

بڑے بابا کے قدم لڑکھڑا گئے..... دیوار کا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سہارا نہ ہوتا تو شاید وہ زمین بوس ہوجاتے ۔ وہ آہستہ آہستہ شکستہ قدموں سے واپس پلٹ گئے.....

دروازہ کھولنے سے پہلے اس نے اپنے دوپٹے سے اپنی آنکھیں رگڑ ڈالیں پھر باہر نکل گئی..... پیچھے حیان سوچوں کے جال میں الجھ گیا۔ اس نے انگلیاں بالوں میں پھنسا لیں اور آئینے میں اپنے عکس کو دیکھا.....

''میں مردہ دل انسان ہوں..... کیا واقعی میں جذبات کو محسوس کرنے سے قاصر ہوگیا ہوں کیا میں واقعی ایسا ہوں؟'' اروبشہ کے الفاظ نے بہت گہرا گھاؤ دیا تھا اسے..... وہ تو معاملات کو سلجھالینا چاہتا تھا مگر اب حالات شاید اس کے کنٹرول میں نہیں رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

وہ باہر ٹیرس میں آکر گہرے گہرے سانس لینے لگی تاکہ اندر کے غبار کو دبادے ۔ وہ ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ گھر میں کسی کو بھنک بھی پڑے کہ ان دونوں کے درمیان کیا چل رہا ہے ۔ وہ خود ہی معاملات کو نمٹا لینا چاہتی تھی۔ اگرچہ ایسا کرنا اسے وبال جان لگ رہا تھا۔

بڑے بابا مشکلوں سے اپنے کمرے میں واپس آئے..... انہیں شدید جھٹکا لگا تھا، ان دونوں کی باتیں سن کر..... ضمیر پر منوں بوجھ آپڑا تھا۔

''میرے فیصلہ کیسے غلط ہوگیا میرے خدا .....'' انہوں نے اوپر کی طرف نگاہیں اٹھائیں اور کہا ''میرے خدا تو جانتا ہے کہ میں نے اپنے بچوں کے لیے نہایت مناسب فیصلہ کیا تھا کیونکہ وہ دونوں ہی لوگوں کے ڈسے ہوئے تھے میں نے دونوں کو شادی جیسے بندھن میں باندھ دیا..... کہ وہ ایک دوسرے کو سنبھال لیں گے مگر میں غلط تھا..... انہوں نے تو ایک دوسرے کو قبول ہی نہیں کیا۔ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی.....'' انہیں شدید صدمہ ہوا تھا۔

کھانسی کا شدید دورہ پڑا یہاں تک کہ ان کا سانس بری طرح اکھڑ گیا اور آنکھوں میں پانی آ گیا وہ گہرے سانس کھینچ رہے تھے یوں معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے سینے میں کسی نے سانس کو زور سے کھینچ لیا ہو وہ سینے پر ہاتھ رکھے سانس لینے کی کوشش کر رہے تھے مگر سانس نہیں آ رہا تھا۔ انہوں نے سائیڈ ٹیبل پر پڑے گلاس کو اٹھانے کی کوشش کی مگر..... وہ بستر پر ڈھے گئے.....

''ارے تم یہاں کیا کر رہی ہو اروبشہ؟'' عثمان اپنے کمرے سے نکلا تو ٹیرس پر ہاتھ باندھے کھڑی اروبشہ پر نظر پڑی تو اس کی طرف آ گیا

''کچھ بھی نہیں بس سردیوں کی خوبصورت صبح کو انجوائے کرنے کی کوشش کی اور بس۔'' وہ ہونٹوں پر مسکراہٹ جما کر بولی۔

''ہوں..... اچھی بات ہے مجھے تو خود صبح کی ٹھنڈی ہوا وہ بھی سردیوں کی بہت پسند ہے'' وہ بہت پرزور دے کر بولا..... دونوں مسکرا دیے۔

''بائی داوے مبارک ہو..... آپ کی منگنی ہو رہی ہے؟''

عثمان کی مسکراہٹ مدہم پڑ گئی..... جسے اروبشہ نے شدت سے محسوس کیا..... آنکھوں کی چمک بھی ماند پڑ گئی تھی۔

''تھینکس!'' جواب مختصر تھا۔

''کیا آپ خوش نہیں؟'' وہ سنجیدہ ہوئی تبھی ہوا کے جھونکے کی وجہ سے اس کے بال اڑ کر چہرے پر بکھر گئے۔

اس وقت عثمان کا دل شدت سے چاہا کہ کاش وہ حق رکھتا ہوتا ان بالوں پر، اروبشہ کی ذات پر کہ وہ ان حسین زلفوں کو اپنی انگلی میں لپیٹ کر خود اس کے صبیح چہرے سے ہٹا سکے جو اس کے چہرے پر بکھر کر شرارت کر رہی تھیں.....

''خوش'' اس نے ایک لمبا سانس لیا پھر

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

توقف سے کہا۔

''خوش ہی ہوں یار آخر کو منگنی ہو رہی ہے۔''

وہ مسکرایا..... یا پھر ناکام کوشش کی تھی۔

''اللہ آپ کا جیون ساتھی آپ کی خواہش کے مطابق دے..... جو آپ کو بہت چاہے اور جسے چاہنے کے لیے آپ مجبور ہو جائیں۔'' وہ تہہ دل سے دعا دے کر بولی'' کیونکہ زبردستی کے رشتے پائیدار نہیں ہوتے..... یہ نبھائے نہیں جاتے بلکہ ڈھونے پڑتے ہیں۔'' آخری جملہ وہ بول نہیں پائی۔

''شکریہ!'' وہ مسکرایا .....''ایک بات پوچھوں؟''

''جی ضرور.....'' وہ مسکرائی۔

''تم حیان کے ساتھ خوش ہو؟''

''آپ کو نہیں لگتی کیا؟'' وہ لہجے کو ہلکا پھلکا بنا کر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔ پھر مسکرا دی۔

اس کی گہری آنکھوں کی وہ تاب نہ لا سکا اور نظریں پھیر کر بولا

''پتہ نہیں.....'' ساتھ ہی کندھے اچکائے

'' کیا مطلب؟'' آس پاس گھنٹیاں بجیں..... کچھ غلط ہونے کی..... کہیں میرا بھرم نہ ختم ہو جائے میرے مالک!'' اس نے تہہ دل سے کہا۔

''حیان جیسے بندے کے ساتھ نبھا کرنا ذرا مشکل ہے..... وہ شروع ہی سے موڈی رہا ہے..... لوگوں کے ساتھ زیادہ گھلتا ملتا نہیں ہے۔ اور شزا کے بعد تو جیسے وہ پتھر کا بن گیا ہے۔'' وہ افسوس کرتے ہوئے بولا

''نہیں ایسا نہیں ہے..... وہ اچھے ہیں.....'' وہ مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ بولی'' او۔ کے اب میں چلتی ہوں۔ تھوڑا کام ہے مجھے۔'' وہ حیان پر مزید بات نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے کترا کر نکل گئی۔

عثمان نے ریلنگ پر ہاتھوں کو مضبوطی سے جما لیا اور نیچے گارڈن میں لگے ہوئے ڈھیروں پودوں کو دیکھنے لگا جو ہوا کے ساتھ مستیاں کرنے میں مشغول تھے۔

☆.....☆.....☆

فائقہ نے دروازے پر دستک دی۔

حیان سر تھامے بیٹھا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اروشہ کی غلط فہمی کس طرح ختم کرے وہ کچھ زیادہ ہی ناراض معلوم ہو رہی تھی۔

دوسری دستک.....اور پھر تیسری دستک..... فائقہ مسلسل دستک دے رہی تھی۔ حیان نے چڑ کر زور سے کہا۔

''آ جاؤ بھئی کیا مسئلہ ہے؟''

وہ اندر آئی۔ حیان کی سرخ آنکھیں دیکھ کر وہ گھبرا گئی۔

''بھائی وہ..... میں تو بڑے بابا کا پوچھنے آئی تھی۔''

''وہ آپ کے پاس آئے تھے ناں.....'' میں نے سوچا جا رہی ہوں تو ساتھ ہی لے جاؤں۔''

''کیا؟ کب آئے تھے وہ.....'' حیان حیران ہوا۔ ساتھ ہی کھڑا ہو گیا۔

''کوئی آدھا گھنٹہ پہلے میں انہیں باہر ہی چھوڑ کر گئی تھی انہیں..... وہ اندر نہیں آئے کیا؟'' وہ بھی حیران ہوئی۔

حیان کو شدت سے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔

''اف خدایا کہیں بڑے بابا نے سب سن تو نہیں لیا.....'' یہ خیال آتے ہی وہ دروازے کی طرف بڑھا..... اسے آتا دیکھ کر وہ تیزی سے سائیڈ پر ہوئی۔

وہ تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگا۔ نیچے اسے نذیر فاروقی ملے۔ ''حیان کیا ہوا ہے یار کہاں دوڑے جا رہے ہو؟'' وہ اس کا اڑا ہوا رنگ دیکھ کر بولے۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''بعد میں بات کرتا ہوں چچا'' وہ تیزی سے آگے بڑھا۔

''بڑے بابا۔'' وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا زمین اس کے قدموں سے سرک گئی۔

بڑے بابا بستر پر گرے ہوئے تھے۔ وہ ان کے قریب آیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔

''بڑے بابا..... اٹھیں..... پلیز!'' وہ رو پڑا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ہوا کیا ہے جبکہ دوسری طرف بڑے بابا دنیا و مافیہا سے بالکل ہی بے خبر تھے۔ وہ زور سے چلایا ''بڑے بابا اٹھیں ناں دیکھیں آپ کی جان..... آپ کا حیان آیا ہے بڑے بابا پلیز مجھ سے بات کریں.....'' وہ انہیں جھنجوڑ رہا تھا۔ اس کا دماغ بالکل کام نہیں کر رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

اس کی آواز سن کر نذیر فاروقی تیزی سے اندر آئے۔

''بابا..... حیان کیا ہوا ہے انہیں؟'' وہ بھی گھبرا گئے۔

''چچا، بابا مجھ سے بات نہیں کر رہے۔'' وہ بچوں کی طرح بلک رہا تھا۔

وہ ان کا سر اپنی گود میں لے کر بیٹھا ہوا تھا..... اور بار بار ان کے چہرے کو دیوانوں کی طرح چومتا اور ہاتھ پھیر رہا تھا۔

نذیر فاروقی نے تیزی سے سیل فون پر نمبر ڈائل کیا اور باہر نکلے۔

''ناصر..... عثمان، شہزاد'' وہ زور سے باہر آ کر بولے۔

''کیا ہوا ہے بابا کو؟'' شہریار سب سے پہلے ان کی آواز سن کر دوڑا آیا۔

باقی بھی آہستہ آہستہ جمع ہونے لگے۔ ''بابا آپ گھبرائے ہوئے لگ رہے ہیں۔'' وہ بولا۔

''گاڑی نکالو..... گاڑی نکالو جلدی.....'' وہ بولے۔

''ناصر اور عثمان آؤ۔ بابا..... بابا کی طبیعت بہت خراب ہے آؤ۔''

''کیا؟ بابا.....'' اروئی پاگلوں کی طرح کمرے کی طرف دوڑی۔

کمرے کا عجیب منظر تھا۔ حیان بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔

''بابا مجھ سے بات کریں ناں'' وہ ضدی لہجے میں بول رہا تھا۔

''مسٹر فاروقی!'' اروبشہ تیزی سے اس کی طرف بڑھی..... اس کے اپنے بھی ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے..... دماغ ماؤف ہو گیا تھا۔

وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی ''کیا..... کیا ہوا ہے؟ ہچکیوں کے درمیان اس نے پوچھا۔

اتنے میں کمرے میں سب جمع ہونا شروع ہو گئے۔ گھر کے مرد تیزی سے حرکت میں تھے۔ ''عثمان اٹھاؤ بابا کو۔'' عثمان نے سہارا دیا..... ریحان نے حیان کو سنبھالا۔ ''بھائی پلیز..... وہ.....''

''نہیں..... نہیں میں اپنے بابا کو نہیں چھوڑوں گا۔''

''بیٹا بابا کو ڈاکٹر کی طرف لے کر جا رہے ہیں پلیز میرے بچے'' ناصر فاروقی تیزی سے بڑھے اور اسے ہٹایا۔

سبھی جانتے تھے کہ حیان بابا کے سب سے نزدیک ہے۔ وہ کتنی شدت سے انہیں چاہتا ہے اس کا احساس سب کو ہو رہا تھا۔ وہ ان کی حالت دیکھ کر پاگل ہوئے جا رہا تھا۔

عثمان شہزاد اور نذیر نے انہیں سنبھالا اور تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھے۔

''میں بھی جاؤں گا.....'' حیان تیزی سے بیڈ سے اٹھا..... اور کمرے سے نکل گیا۔

''دیکھو ذرا بے وقوفوں کی طرح انہیں لیے بیٹھا رہا، دس منٹ یہ نہ ہوا کہ دماغ سے کام لے اور

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ایمبولنس کوفون کرے۔'' شہلا نے زور سے سر مارا۔

''حد ہے امی آپ کی..... آپ کو اس وقت بھی ایسی باتیں سوجھ رہی ہیں۔'' سائرہ ناگواری سے بولی۔ ''ان کی حالت نہیں دیکھی کیا آپ نے؟ .....ان کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ کتنے برے حال میں تھے وہ۔'' وہ بولی

''رہنے دو بی بی..... عقل مند انسان وہ ہے جو موقع کی مناسبت سے کام کرے خود کو بڑا عقلمند گردانتا ہے وہ..... ہونہہ.....''

''امی آپ سے بحث بالکل لاحاصل ہے۔ کاش کہ آپ کے پاس احساس نامی کوئی چیز ہوتی۔'' سائرہ نے کہا اور اپنی نم آنکھیں صاف کیں۔

''باجی کیا ہوا ہے بڑے بابا کو؟'' مہوش نے پوچھا۔

''پتہ نہیں.....'' اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

''فائقہ تم بڑے بابا کے پاس گئی تھیں ناں صبح؟'' عالیہ نے پوچھا۔

''جی ماما میں گئی تھی ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی صبح ہی۔''

''تو بتانا تھا بیٹا صبح ہی ڈاکٹر کو بلا لیتے.....'' وہ خفا ہوئیں۔

''ارے ماما..... مجھے پتہ ہے لیکن میں نے انہیں کہا تھا وہ بولے کہ میں ٹھیک ہوں بس کھانسی ہے۔'' پھر میں انہیں اوپر چھوڑنے بھی گئی تھی۔

فائقہ، عالیہ، مہوش اور سائرہ لاؤنج میں بیٹھے تھے جبکہ شہلا اور شانزے کچن میں تھیں۔

''ارے انہیں اوپر جانے کی کیا ضرورت تھی بھلا؟ اور اوپر سے تم بے وقوف انہیں اتنی ٹھنڈ میں اوپر لے گئیں جبکہ ان کی طبیعت بھی ناساز تھی۔'' مہوش نے افسوس سے کہا۔

''وہ حیان بھائی سے ملنا چاہتے تھے وہ بھی خود جا کر۔'' وہ شرمندگی سے بولی۔

''چلو بس اب دعا کرو کہ سب خیر خیریت رہے..... اللہ بابا کو حفظ و امان میں رکھے۔'' عالیہ چچی نے دعا کی۔

سب نے اکٹھے آمین کہا۔

''ارے اروی کہاں ہے کسی نے دیکھا ہے؟'' سحرش بھابی، اوپر سے سوئیٹر پہن کر نیچے آئیں۔

''نہیں بھابھی پتہ نہیں۔'' فائقہ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

''ویسے یہ لوگ کب آئے تھے؟''

''پتہ نہیں..... رات کو اروشہ تو اکیلے ہی آئی تھی بارہ بجے کے بعد حیان بھائی تو نہیں آئے تھے۔'' فائقہ کو یاد آیا۔

''اچھا!!'' سائرہ نے حیرت سے کہا۔

''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہوگی ورنہ حیان صبح ہی صبح کہاں سے آتا؟'' مہوش نے کہا۔

''نہیں یار وہ اکیلی ہی تھی..... حیان بھائی نہیں تھے' اس نے دل میں کہا۔ میں خاموش رہی..... یہ مناسب نہیں ہے بات کا۔

اروشہ بڑے بابا کے کمرے میں مصلی بچھائے زار و قطار رو رو کر اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو کر اپنے بڑے بابا کی زندگی کی بھیک مانگ رہی تھی' یا خدا..... تو نے بابا کو مجھ سے چھین لیا ہے لیکن اب میرے بڑے بابا کو مجھ سے نہ چھیننا.....'' وہ اتنی زور زور سے رو رہی تھی کہ ہچکیوں کے باعث پورا جسم لرز رہا تھا..... وہ مسلسل سجدے میں گری ہوئی تھی اور روئے چلی جا رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

سحرش نے فون کیا شہریار کو..... گھر میں سبھی بہت پریشان تھے۔ خیریت معلوم کرنے کو شہلا چچی نے ہی کہا تھا۔ اسی لیے سحرش نے کال کی۔

''ہیلو شہریار..... کیسے ہیں بابا؟'' وہ فون

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ریسیو ہوتے ہی تیزی سے بولی۔

"بس دعا کرو..... بابا ٹھیک نہیں ہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

سحرش کا منہ لٹک گیا "کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟" وہ بولی۔

"نہیں..... فی الحال تو نہیں بس تم سب دعا کرو..... آگے اللہ کی مرضی" رابطہ منقطع ہوا۔

"کیا ہوا ہے بھابھی؟ کیا کہا ہے بھائی نے" سائرہ نے سحرش کا اترا ہوا چہرہ دیکھا تو بولی۔

"بڑے بابا ٹھیک نہیں ہیں" وہ صوفے پر بیٹھ کر بولی۔

"الٰہی خیر....." عالیہ چچی کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"اللہ انہیں صحت عطا کرے اور وہ خیر عافیت سے واپس لوٹ آئیں۔" انہوں نے دعا کی۔

"آمین۔" سب نے یک زبان ہو کر کہا۔

دوپہر کا ایک بجنے کو تھا اور گھر میں عجب افسوس بھری فضاؤں نے ڈیرہ ڈالا ہوا تھا۔ بھرا پرا گھر ہونے کے باوجود ہر طرف خاموشی کا عالم تھا۔ گھر کا ہر مکین بس بڑے بابا کی صحت یابی کے لیے دعا گو تھا بڑے بابا کی ذات اس گھر کی یکجہتی کی نشانی تھی۔ ان ہی کی وجہ سے وہ سب ایک مٹھی کی طرح تھے گھر میں ان کا مکمل ہولڈ تھا..... سب ان کی عزت کرتے تھے ان کی ہر بات مانی جاتی تھی مختصر الفاظ میں بڑے بابا کی ذات کو گھر میں مرکزی حیثیت رکھتی تھی۔

"بیٹا ذرا اپنی امی کو بھی فون کر دو اور ساتھ ہی ثمرین کو بھی بتا دو کہ بڑے بابا کی طبیعت ناساز ہے" شہلا چچی نے کہا۔

"رہنے دیں بھابی خوامخواہ پریشان ہو جائیں گی وہ بچاریاں۔ ابھی انشاء اللہ سب خیریت کی اطلاع آئے گی تو بتا دیں گے..... مجھے لگتا ہے کہ مناسب ہے کہ ابھی نہ بتائیں۔" عالیہ چچی نے کہا

"جی چچی جان بالکل ٹھیک بات ہے۔" سائرہ بھی ہمنوا ہوئی۔

"ہوں ٹھیک ہے۔" شہلا چچی نے بھی ہامی بھری۔

☆.....☆.....☆

ڈاکٹر مسلسل اپنی کوشش کر رہے تھے۔ بڑے بابا کو مصنوعی سانس دی جا رہی تھی۔ وہ آئی سی یو میں تھے۔

باہر کوریڈور میں سبھی مرد موجود تھے۔ جبکہ حیان مسلسل اندر دروازے سے دیکھ رہا تھا۔ وہ دروازے پر لگے شیشے سے جو خاص طور پر وزیٹرز کے لیے لگایا گیا تھا تاکہ وہ مریض کو باہر سے ہی دیکھ لیں اس پر جما ہوا تھا۔ آنکھیں اور ناک رو رو کر لال ہو چکی تھیں۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس نے صرف شرٹ پہن رکھی تھی جبکہ ہوا ٹھیک ٹھاک سرد تھی جو پسلیوں کے اندر سرایت کرتی جا رہی تھی مگر اسے چنداں احساس نہیں تھا وہ دنیا سے بے خبر بس بابا کو دیکھے جا رہا تھا۔

"بیٹا بیٹھ جاؤ تم پچھلے گھنٹے سے یہاں کھڑے ہو۔" ناصر فاروقی نے اسے پیار سے ہٹانے کی کوشش کی۔

"نہیں چچا پلیز..... مجھے یہیں رہنے دیں مجھے بابا کو دیکھنا ہے۔" وہ ضدی بچے کی طرح بولا جو کسی بھی طور پر اپنی بات منوانا چاہتا تھا۔

"اچھا چلو یہ چائے پی لو....." انہوں نے ہاتھ میں تھاما ہوا کپ اس کی طرف بڑھایا۔ "پی لو بیٹا..... تمہیں سردی لگ جائے گی ورنہ بیٹا..... تم نے سوئیٹر بھی نہیں پہنا ہوا ہے۔" وہ اسے چائے تھما رہے تھے۔

وہ مڑا اور کہا "پلیز چچا مجھے بابا کے پاس چھوڑ دیں..... میں ٹھیک ہوں کچھ نہیں ہوگا مجھے..... پلیز" وہ التجا کر کے بولا۔ اس کی آواز رندھ گئی تھی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اوکے!'' وہ بولے اور پاس رکھے اسٹول پر بیٹھ گئے۔

وہ پھر دروازے کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔

ریحان نے سرگوشی کی ''مجھے پتہ نہیں تھا حیان بھائی بابا کو اتنا چاہتے ہیں دیکھیں کیا حال بنالیا ہے۔'' وہ افسوس سے بولا۔

''ہوں..... واقعی'' شہزاد نے بھی تائید کی۔

وہ چاروں دیوار کے ساتھ نصب کرسیوں پر بیٹھے تھے سبھی ڈاکٹرز کا انتظار کر رہے تھے جو مسلسل اندر جدوجہد کر رہے تھے کہ شمشیر فاروقی کی جان بچا سکیں۔

''یا اللہ پلیز..... بڑے بابا کو مجھ سے نہ چھیننا پلیز you beg اوہ مسلسل دعا کر رہا تھا۔ جبکہ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ نذیر فاروقی اٹھے اور اپنے کندھوں سے شال اتار کر حیان کو اڑھا دی اسے ہوش ہی نہیں تھا وہ بے خبر بس دیکھے جا رہا تھا

''حوصلہ بیٹا..... حوصلہ اللہ بہتر کرے گا۔'' وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولے۔

اتنے میں ڈاکٹر باہر آیا۔

وہ سارے آگے بڑھے۔

''ڈاکٹر..... میرے بابا!'' حیان بے چینی سے بولا۔

''وی آر سوری! ہم انہیں بچا نہیں پائے۔'' وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

حیان پر یہ الفاظ کسی بم سے کم نہیں تھے۔ وہ بالکل پتھر کا ہو گیا جبکہ سبھی کو شاک لگا۔

وہ تیزی سے اندر بڑھے جہاں نرس بابا کے منہ پر کپڑا لگا رہی تھی۔

''یا خدا یہ کیا ہو گیا.....'' نذیر فاروقی ڈھے گئے..... شہزاد نے جلدی سے سہارا دیا۔

''بڑے بابا.....'' ریحان بڑھا اور ان سے لپٹ گیا۔ حیان کے علاوہ سبھی کمرے میں موجود تھے۔

''بابا.....'' حیان کے منہ سے شکستہ الفاظ ادا ہوئے اور وہ کوریڈور میں ہی دوزانو بیٹھتا گیا۔

☆.....☆.....☆

بڑے بابا کی موت سے شمشیر ولا میں کہرام بپا ہو گیا۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ ارویشہ یہ خبر سن کر بے ہوش ہو گئی تھی۔ سائرہ نے بڑھ کر اسے سنبھالا اور فائقہ اور سائرہ نے اسے لٹایا۔ پورے خاندان میں شمشیر فاروقی کے جہان فانی سے کوچ کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیلی اور لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ شمشیر فاروقی نہایت ملنسار انسان تھے اس بات کی گواہ وہاں موجود بھیڑ تھی..... شہر بھر سے ان کے ملنے ملانے والے ان کے جنازے میں شرکت کے لیے آ رہے تھے۔

''بابا..... بابا'' سنبل، ثمرین پھپھو دونوں چلائیں جبکہ سائرہ نے سنبل پھپھو کو سنبھالا اور سحرش نے ثمرین کو سنبھالا۔ سنبل پھپھو پر غشی کا دورہ بار بار پڑ رہا تھا۔

''عیشاء..... شانزے پھپھو کو اٹھانے میں میری مدد کرو۔'' سائرہ نے کہا۔

ارویشہ خاموشی سے بھیڑ سے اٹھی اور بڑے بابا کے کمرے میں آ کر ان کے بستر پر بیٹھ کر ہاتھ پھیرنے لگی۔ بڑے بابا۔۔۔ ایک آہ نکلی۔ وہ زار و قطار رونے لگی۔

تدفین کے بعد سارے مرد گھر آ گئے سوائے حیان کے وہ بابا کی قبر پر بیٹھا مسلسل رو رہا تھا۔ آج وہ بالکل بکھر گیا تھا اس کی زندگی کا واحد سہارا اس کی زندگی کا مقصد، مرکز۔ وہ ذات آج منوں مٹی تلے جا سوئی تھی۔

''یار جلدی آ جا تیری بڑی یاد آتی ہے۔''

پاس ہی بڑے بابا کے الفاظ اس کے کان میں گونجے

''بابا..... مجھ سے ملے بغیر ہی چلے گئے آپ، بابا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اٹھیں ناں مجھ سے بات کریں دیکھیں آپ کا بیٹا آیا ہے۔'' وہ بلک رہا تھا مگر سننے والا اب بالکل بے بس تھا۔ اس کا ناطہ اب اس فانی دنیا اور یہاں کے مکینوں سے نہیں تھا اب تو وہ کسی اور ہی منزل کا راہی تھا۔ لافانی منزل کا..... جس نے لافانی دنیا کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے اس فانی سے سے سارے تعلق توڑ کر..... وہ قبر سے لپٹ گیا۔ قبر کی مٹی ابھی گیلی تھی اور اس کی شرٹ پر لگ گئی تھی مگر وہ بالکل انجان بس لپٹا ہوا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ بھی قبر میں اپنے جان سے پیارے بابا کے ساتھ جا لیٹے.....

☆.....☆.....☆

''یار یہ حیان کہاں ہے؟'' رات کے نو بجے ذرا لوگ واپسی کے لیے اجازت مانگی اور گھر میں رش کم ہوا تو ناصر صاحب کو خیال آیا۔ ''جاؤ دیکھو ذرا۔'' انہوں نے ریحان سے کہا۔

''جی پاپا.....'' وہ اٹھ گیا۔

وہ سارے گھر میں دیکھ آیا' پاپا وہ گھر پر نہیں ہیں۔'' وہ پریشان تھا۔

''کیا..... گھر پر نہیں ہے پھر کہاں ہے صبح سے اس نے کچھ کھایا پیا بھی نہیں ہے'' وہ بھی پریشان ہوئے۔

سارے افراد لاؤنج میں بیٹھے تھے سب غمگین تھے۔ آخر کو بڑے بابا سے دائمی جدائی کا غم بڑا ہی بہت تھا۔

''پاپا وہ قبرستان سے تو آیا تھا ناں؟'' عثمان کو خیال آیا۔

''فون کرواسے فوراً'' انہوں نے کہا۔

فون مسلسل بج رہا تھا مگر وہ اٹھا نہیں رہا تھا۔

''جاؤ تم دونوں..... عثمان اور شہریار دیکھ کر آؤ قبرستان اسے'' نذیر فاروقی نے تشویش سے کہا۔

''حد ہے بھئی اس لڑکے کی تو..... دیکھ نہیں رہا کہ ہم ویسے ہی پریشان ہیں مگر اسے ہماری فکر ہی کہاں ہے؟'' شہلا چچی نے غصے سے کہا اور اٹھ گئیں

☆.....☆.....☆

''عثمان تم رکو میں دیکھ کر آتا ہوں۔'' شہریار نے عثمان کو گاڑی میں رکنے کا کہا اور خود قبرستان میں داخل ہوا۔

وہ قبر پر پہنچا تو دیکھا کہ حیان قبر سے لپٹا رو رہا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا۔

''حیان..... حیان! میرے بھائی اٹھ.....''

وہ اسے شانوں سے تھام کر بولا۔

''نہیں پلیز مجھے بابا کے پاس رہنے دو۔ پلیز۔'' وہ قبر سے لپٹ کر بولا۔

''یار تم بابا کو تکلیف دے رہے ہو..... دیکھو انہیں تکلیف نہ دو۔''

وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا ''چلو اٹھو میرے بھائی جانے والوں کے ساتھ ہم جا نہیں سکتے۔ چلو اٹھو شاباش!'' وہ اسے بچوں کی طرح منا رہا تھا۔

وہ اٹھا اور خاموشی کے ساتھ اس کے ساتھ چل پڑا۔

شہریار اسے سہارا دے کر اندر داخل ہوا۔ اس کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی بال بکھرے ہوئے تھے۔ کپڑے مٹی سے اٹے تھے۔ شانوں پر موجود چادر آدھی سے زیادہ زمین پر تھی۔

نذیر صاحب آگے تیزی سے بڑھے اور اسے خود میں بھینچ لیا ''میرا بیٹا، کیا حال بنا لیا ہے تم نے۔'' جبکہ دوسری طرف بالکل بے حسی طاری تھی۔

گھر کے سبھی افراد یہاں تک کہ شہلا چچی کو بھی اس کی حالت دیکھ کر افسوس ہوا۔

''جاؤ بیٹا اسے اوپر لے جاؤ' میں اپنے بیٹے کے لیے کچھ لاتی ہوں۔'' عالیہ چچی نے پیار بھرے لہجے میں کہا جبکہ آنکھوں سے اشکوں کو دوپٹے کے پلو میں جذب کیا۔

''اروشہ تم بھی جاؤ اس کے ساتھ..... انہیں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تمہارے ساتھ کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ پلیز جاؤ۔'' سائرہ نے کہا۔

''جی ہاں وہ خاموشی سے اٹھی اسے پتہ تھا کہ مسٹر فاروقی بابا کے بہت کلوز ہیں مگر اس حد تک اسے بھی اندازہ نہیں تھا بے شک بابا کی جدائی کا بوجھ پہاڑ معلوم ہو رہا تھا مگر مسٹر فاروقی کا تو حال بالکل بے حال ہو گیا تھا۔

''لائیں چچی میں لے جاتی ہوں۔'' وہ دوپٹہ درست کر کے چچی کی طرف بڑھی، جو اوپر جانے لگی تھیں۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی ..... حیان بستر پر ٹیک لگا کر بیٹھا تھا جبکہ کراؤن پر اس کا سر ٹکا تھا۔ وہ اپنے پیچھے دروازہ بند کر کے آہستگی سے آگے بڑھی۔ وہ قریب آئی ..... کمرے میں صرف ایک لیمپ جو اس کی سائڈ ٹیبل پر پڑا تھا بس وہ روشن تھا۔ قریب آنے پر اس نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں نم تھیں آنسو کی لکیریں اس کے رخساروں پر موجود تھیں۔

اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اسے کیا کہے۔ چند ثانیے بس وہ اسے دیکھتی رہی ..... اس پل صرف وہ مسٹر فاروقی سے ہمدردی محسوس کر رہی تھی ..... صبح والا غصہ ..... کہیں دور جا سویا تھا ..... وہ اس کا درد خود اپنے دل میں محسوس کر رہی تھی اس نے گلا کھنکارا .....

''مسٹر فاروقی .....'' وہ نرمی سے بولی۔

اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو اروبشہ کا دل چیر گیا۔

کتنا درد تھا ان آنکھوں میں جیسے کوئی متاع جان کھو دی ہو کتنا کرب تھا۔ اداسی لیے ہوئے وہ آنکھیں اپنا درد خود اپنی زبان سے کہہ رہی تھیں۔

وہ آہستگی سے ساتھ بیٹھی ''یہ آپ کے لیے چچی نے بھجوایا ہے۔''

وہ ٹرے آگے رکھ کر بولی۔

''نہیں چاہیے .....'' وہ ہاتھ سے اسے پرے کھسکا کر بولا۔

''پلیز مسٹر فاروق ..... بابا کے لیے ..... پلیز۔'' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔

بابا کے نام پر حیان کا ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا۔ اس نے مزاحمت ختم کر دی اور چپ کر کے دودھ کا گلاس تھام لیا۔

اروبی نے ٹرے ٹیبل پر رکھی اور الماری کی طرف بڑھی اس کے کپڑے نکالنے کے لیے۔

''مسٹر فاروقی پلیز چینج کر لیں باہر بہت ٹھنڈ ہے اور آپ کے کپڑے ابھی بھی نم ہیں۔'' وہ پاس آ کر بولی۔

''ہوں .....'' اس نے کہا اور چپ کر کے اٹھ گیا۔

وہ ہاتھ لے کر نکلا تو زور زور سے چھینکیں آ رہی تھیں۔

وہ چپ کر کے بستر میں لیٹ گیا اس کا سر پہاڑ جیسا بھاری ہو رہا تھا۔ وہ سر مسلنے لگا ''اچھوں'' وہ زور سے چھینکا۔

''مسٹر فاروقی آپ ٹھیک ہیں۔'' اروبشہ کی ابھی آنکھ لگی تھی کہ آنکھ اس کی چھینک سے کھل گئی۔

''ہوں .....'' اس نے کہا اور کروٹ بدل لی جبکہ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

☆.....☆.....☆

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا اسے گھٹن ہونے لگی اسے بابا کی شدت سے یاد آنے لگی تھی۔ وہ تیزی سے اٹھ بیٹھا اور لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ ایک نظر اروبشہ پر ڈالی اور پھر اٹھ کر باہر نکل گیا۔

دروازہ کھولتے ہی اسے بابا کی خوشبو محسوس ہوئی اسے لگا کہ بابا ابھی بھی اندھیرے کمرے میں لیٹے ہیں۔ اس نے ہاتھ سے سوئچ بورڈ دبایا اور لائٹ جلائی۔ وہ شکستہ قدموں سے چلتا ہوا بابا کے بستر پر پہنچا ''بابا ..... میرے بابا!'' الفاظ اس کے منہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سے ادا ہوئے اور آنکھیں بہہ نکلیں۔

''مجھے معاف کردیں بابا پلیز..... میری وجہ سے ہوا نا یہ سب۔'' لاشعوری طور پر وہ خود کو اس کا ذمہ دار گردان رہا تھا۔ اس کے اندر بہت گھٹن تھی جو کسی طور کم نہیں ہو رہی تھی۔ وہ اپنے آپ کو زنداں میں محسوس کر رہا تھا۔ وہ زمین پر ڈھے گیا اور بستر پر ہاتھ رکھ کر سر بستر سے ٹکا کر رونے لگا۔

''بابا نے یقیناً ہماری باتیں سن لی ہوں گی وہ ..... وہ مجھ سے ناراض ہوں گے۔ بابا مجھے معاف کردیں پلیز ایک بار صرف ایک بار پکاریں بابا مجھے پلیز دیکھیں آپ کا حیان رو رہا ہے بابا..... آپ کے لیے رو رہا ہے۔'' وہ بلک بلک کر رونے لگا۔ وہ بستر پر ہاتھ پھیر رہا تھا اور ساتھ میں اشکبار بھی تھا۔

اس کی آنکھ کھلی تو اس نے پلٹ کر دیکھا..... مسٹر فاروقی..... وہ بستر پر نہیں تھے وہ کمرے سے نکلی گھبرائی سی۔

''کہاں جا رہی ہو اروئی؟'' سائرہ ہاتھ میں گلاس تھامے اوپر آ رہی تھی۔

''باجی! وہ مسٹر فاروقی..... آپ نے دیکھا انہیں؟'' وہ گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔

''نہیں تو..... کہاں ہے حیان؟'' وہ بھی پریشان ہوئی۔

''پتہ نہیں'' اس نے کندھے اچکائے ''کہاں گئے ہوں گے؟'' وہ زیر لب بڑبڑائی۔

پھر بجلی کی تیزی سے خیال اس کے ذہن میں آیا ''ہاں..... ہاں وہیں ہوں گے۔'' وہ بولی اور تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگی۔

''اف اللہ یہ لڑکی بھی ناں.....'' اس نے سر مارا اور پانی لے کر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ ''یہ پانی دے دوں ان کو پھر جاتی ہوں۔'' وہ خود کلامی کرتے ہوئے بولی۔

وہ جیسے ہی کمرے میں بھاگ کر آئی تو منظر دیکھ کر اس کے قدم تھم گئے۔ عجیب سوگوار ماحول تھا۔ کمرے میں روشنی بہت مدھم تھی۔ بیڈ کے کناروں پر ہاتھ رکھے زمین پر وہ بیٹھا تھا۔ کمرے میں ہچکیوں سے رونے سے مدھم مدھم آواز آ رہی تھی۔ وہ آہستگی سے چلتے ہوئے آئی اور اس کے قریب بیڈ پر بیٹھ گئی۔

چند ثانیے وہ خاموش رہی پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی ''پلیز مسٹر فاروقی حوصلہ کریں۔ آئی نو کہ لوس بہت بڑا ہے ہم سب کے لیے خاص کر آپ کے لیے مگر پھر بھی صبر سے کام لیں۔'' اس نے ہاتھ سے زور ڈالا اس کے کندھے پر.....

''اروشہ صبر کیسے کروں میں' آج مجھ سے سب کچھ چھین لیا ہے میرے خدا نے..... دیکھو میرے دونوں ہاتھ خالی ہیں۔'' وہ دونوں ہاتھ اس کے سامنے پھیلا کر بولا۔ اروشہ نے اسے دیکھا..... بال بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ کپڑے سلوٹوں سے پر تھے اس ہارے ہوئے جواری کی طرح جس نے ایک ہی بازی میں اپنا سب کچھ ہار دیا ہو۔

☆.....☆.....☆

''عثمان تم نے اروئی کو دیکھا ہے وہ نیچے آئی تھی ناں حیان کو دیکھنے وہ کمرے میں نہیں تھا۔''

''اچھا۔ میں باہر سے ہی آ رہا ہوں۔ وہ باہر تو نہیں ہیں۔ چلیں پھر آئیں دونوں دیکھتے ہیں۔ ویسے میرا خیال ہے کہ وہ بابا کے کمرے میں ہی ہوگا..... آئیں دیکھ لیتے ہیں۔'' وہ بولا

''ہاں چلو ویسے بھی آج کل اس کا دماغ ٹھکانے پر نہیں ہے بہت بڑا صدمہ لگا ہے اسے۔'' سائرہ نے افسوس سے کہا۔

''جی ٹھیک کہا۔'' عثمان نے اتفاق کیا۔

☆.....☆.....☆

اروشہ بھی رو پڑی۔ اس کے ساتھ ''میں سمجھ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سکتی ہوں مسٹر فاروقی جب آپ کا اپنا جس پر آپ کی زندگی منحصر ہو چلا جائے تو بہت..... بہت تکلیف ہوتی ہے۔'' وہ اسے دیکھ کر کرب سے بولی۔ میں نے بھی جب اپنے بابا کو کھویا تھا تو بہت اذیت ہوئی تھی مجھے۔'' وہ پرویز فاروقی کو یاد کر کے رو دی۔

''ارویشہ وہ..... وہ میرے بابا ہی نہیں تھے۔ وہ میرے سب کچھ تھے۔'' میری ماں، میرے باپ، میرے دوست، میرے سب کچھ..... سب کچھ تھے وہ آج میری دنیا ہی ختم ہو گئی ہے۔'' وہ بلک پڑا۔

عثمان اور سائرہ دوازے کی اوٹ میں کھڑے تھے۔ عثمان نے دروازے کو سرکایا..... سائرہ کی آنکھیں پھر سے نم ہو گئیں۔ حیان کی حالت غیر ہو رہی تھی۔

''میرے لیے..... میرے لیے اس گھر میں سب کچھ ختم ہو گیا ارویشہ' میرے یہاں آنے کا مقصد صرف بابا ہوتے تھے۔ انہوں نے زندگی کے کٹھن ترین دور میں میرا ساتھ دیا جب میں بالکل ناامید ہو چکا تھا ہر طرف مایوسیوں نے ڈیرے ڈال دیئے تھے تب..... تب انہوں نے مجھے سنبھالا..... اب مجھے کون سنبھالے گا؟ ارویشہ میرا واحد سہارا تو آج رہا نہیں۔''

''پلیز مسٹر فاروقی۔'' وہ تڑپ اٹھی۔

''ایسا مت کہیں آپ پلیز..... میں ہوں ناں آپ کے ساتھ'' وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔

اسے آج احساس ہو رہا تھا کہ حیان کا دل مردہ نہیں ہے بس اس نے خول چڑھا رکھا ہے۔ وہ دوسروں کے سامنے خود کو کسی صورت کمزور ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ اس میں احساس آج بھی روز روشن کی طرح زندہ ہے اور سانس لے رہا ہے۔ ہاں وقتی طور پر معلوم ہوتا تھا کہ وہ مردہ دل ہو گیا ہو مگر جس طرح وہ بابا کے لیے رو رہا تھا اس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ اندر سے کتنا حساس انسان ہے۔

چند ثانیے وہ یوں ہی اسے دیکھے گیا۔ پھر قریب ہوا اور اپنا سر اس کی گود میں رکھ دیا..... اور پھر بلک پڑا۔

باہر سائرہ اور عثمان دونوں کھڑے دیکھ رہے تھے۔

''حیان نے آخر کار ارویشہ کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لیا ہے وہ چاہتا ہے اسے۔'' سائرہ کے دل میں نجانے یہ خیال کیوں آیا اسے خود بھی سمجھ نہیں آئی بس پل بھر کے لیے دل میں حسد نے جنم لیا اس سے پہلے کہ وہ سر اٹھاتی اس نے اسے دبا دیا اور پھر آہستگی سے پلٹ گئی۔

''پلیز مسٹر فاروقی اب بس کریں..... آپ کتنا روئیں گے؟''

وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہی تھی اور ساتھ میں خود بھی رو رہی تھی۔ حیان نے اس کی ٹانگیں مضبوطی سے تھامی ہوئی تھیں اور سر آغوش میں رکھے رو رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اس کا سر سہلا رہی تھی۔

عثمان نے ایک حسرت بھری نگاہ اس پر ڈالی اور پھر پلٹ گیا۔

☆.....☆.....☆

کل تک جہاں شمشیر ولا میں خوشیاں منائی جا رہی تھیں وہاں آج صف ماتم بچھی تھی۔ عثمان کی منگنی کی تقریب کینسل کر دی گئی تھی جہاں اس کی منگنی کا فنکشن تھا وہاں آج بڑے بابا کی رسم قل تھی۔ صبح ہی سے سب تیاریوں میں لگے تھے خاص کر گھر کے مرد..... جنازے میں بہت سے لوگ شرکت کرنے سے محروم رہ گئے تھے..... سو آج ذرا بڑے پیمانے پر لوگوں کی آمد متوقع تھی۔

وہ صبح دیر تک سوتا رہا..... ارویشہ نے بھی اسے اٹھانا مناسب نہ سمجھا تھا وہ خاموشی سے اسے سوتا چھوڑ کر نیچے آ گئی تھی۔

رات بھر وہ حیان کا درد بانٹتی رہی تھی ایک

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اچھے ساتھی کی طرح۔ کل کو اس پر حیان کے بہت سے راز فاش ہوئے تھے کہ وہ کتنا حساس ہے عام لوگوں کی طرح اسے بھی نرم گرم لگتا ہے۔ بس زندگی نے اس سے کچھ زیادہ ہی سختی کی ہے..... اسی لیے وہ زندگی سے بیزار ہوگیا ہے۔ رات بھر وہ اس کے کندھے پر سر ٹکا کر روتا رہا تھا شاید اسے واقعی کسی ساتھی کی ضرورت تھی غم بانٹنے کو۔ نجانے کیوں اروبشہ کو ایسا لگتا تھا کہ اس پر بہت بڑا بوجھ ہے جو وہ بیان نہیں کر پا رہا تھا۔ روتے' روتے وہ ایک دم خاموش ہوجاتا پھر رونے لگتا تھا..... وہ اس کی اس حالت کو سمجھنے سے قاصر تھی۔ آخر وہ حیان فاروقی ہی تھا۔ وہ ایسی جادوئی کتاب کی مانند تھا جس کو پڑھ کر لگتا کہ سارے منتر ٹونے آ گئے ہیں مگر ایک آدھ منتر کسی عجیب پہلی کی مانند انسان کو الجھائے رکھتا تھا حیان کی گتھی اروبشہ کے لیے وہ پہیلی ہی تھی۔

''بیٹا حیان کیسا ہے اب؟'' وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی کہ چونک پڑی۔

''جی چچا جی وہ بہتر ہیں اب سو رہے ہیں۔'' وہ سنبھل کر بولی۔

''ہوں.....'' وہ خاموش ہوئے۔

''بیٹا ذرا حیان کا ٹھیک سے خیال رکھنا، بابا کے جانے کا سب سے زیادہ اثر اس ہی کی ذات کو ہوا ہے۔'' وہ اروبشہ کے سر پر دست شفقت رکھ کر بولے۔

''ہوں!'' اس نے سر کو خم دیا۔

''بابا ..... سارے انتظام ہوگئے ہیں آ کر دیکھ لیں۔'' شہریار اندر آ کر بولا۔

''چلو بیٹا.....'' وہ اس کے پیچھے چل دیے۔

ظہر کے بعد فاتحہ وغیرہ کا انتظام تھا اور ایک بج رہا تھا۔ فاتحہ کے لیے لوگ جمع ہونے لگے تھے۔ لوگ تو ویسے بھی اس ولا میں مدعو تھے آج کے روز بس فرق صرف اتنا تھا کہ یہ مجمع سوگ کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

''اروبشہ..... تم یہاں بیٹھی ہو.....'' سحرش بھابی اس کے پاس آ کر بولیں۔

''چلو فارغ ہو تو ذرا یہ چادریں ہی میرے ساتھ بچھوا دو۔ عورتوں کے لیے ڈرائنگ روم میں انتظام کرنا ہے۔ آجاؤ شاباش!'' وہ چادریں اسے تھما کر بولیں۔

''جی بھابھی!'' وہ خاموشی سے اٹھ گئی۔

''باجی آپ اپنے آپ کو سنبھالیں ..... جانے والوں کے پیچھے صبر کرتے ہیں۔'' عالیہ چچی نے سنبل باجی کو دلاسا دیا۔

''ہائے عالیہ..... لڑکیوں کا میکہ ان کے ماں باپ سے ہی تو آباد ہوتا ہے۔ ماں باپ کی گرم آغوش اور ان کا سہارا ہی تو کسی عورت کو احساس دلاتا ہے کہ اس کے پیچھے اس کا میکہ آباد ہے۔ وہ جب چاہے بے دھڑک آ سکتی ہے۔'' وہ آہ بھر کر بولیں ساتھ ہی آنسو بہہ نکلے۔

''ٹھیک کہتی ہو باجی تم۔'' ثمرین نے بھی نرمی سے آنکھیں پونچھ لیں۔

'باجی آپ کا میکہ خدا سدا آباد رکھے۔ اللہ آپ کے بھائیوں کو صحت دے زندگی دے آپ ایسا کیوں سمجھ رہی ہیں کہ آپ کا میکہ ختم ہوگیا ہے۔'' عالیہ چچی نرمی سے ان کا ہاتھ تھام کر بولیں۔

''بابا کا کھو جانا ہم سب کے لیے کڑا امتحان ہوگا۔ ہم نے ان کے بغیر کبھی جینے کا تصور ہی نہیں کیا ہے مگر اب..... آہ اب تو جینا ہی پڑے گا۔ کائنات کے اصول تو سخت ہیں جسے آنا ہے۔ اسے جانا بھی ہے اور سب اسی بات کے پابند بھی ہیں۔'' عالیہ چچی نے دانائی سے کہا۔

''ٹھیک کہتی ہو تم عالیہ جسے آنا ہے اسے جانا بھی ہے۔ اللہ میرے بابا کی مغفرت فرمائے ان کے درجات بلند کرے انہوں نے ہاتھ اٹھائے۔''

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''آمین۔'' ثمرین اور عالیہ بیک وقت بولیں۔

☆.....☆.....☆

حیان اٹھا تو سہ پہر ہو رہی تھی۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو جسم نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ سر ایسے ہو رہا تھا جیسے دنیا کا سارا بوجھ اس پر آن پڑا ہو جسم الگ درد کر رہا تھا۔ جوڑ جوڑ چیخ رہا تھا۔

''اف خدایا!'' بے اختیار اس کے منہ سے نکلا ساتھ ہی چھینکیں شروع ہو گئیں۔ وہ چت لیٹا رہا۔

جاتے وقت جو کھڑکی گارڈن میں کھلتی تھی وہ کھول گئی تھی جہاں سے لوگوں کی باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ یونہی چند ثانیے لیٹا رہا پھر اس کے کانوں میں دعا کی آواز آئی۔ کوئی شخص مائیک پر اس کے بابا کی مغفرت کے لیے دعا مانگ رہا تھا۔

گھٹن آہستہ آہستہ بڑھنے لگی۔ دل پر بوجھ پڑ گیا۔ کاش! بابا کاش آپ اوپر نہ آتے..... کاش میری بات سن لیتے..... اتنی جلدی نہ کرتے؟ اس کے اندر غبار بڑھتا جا رہا تھا۔ ایک بار پھر آنسو اشک بن کر بہہ نکلے اور بالوں میں جذب ہونے لگے۔

وہ ہر دعا پر آمین کہتا اور روتا جاتا۔

اس کی طبیعت کے پیش نظر کسی نے اسے اٹھایا نہیں تھا۔ مغرب کا وقت ہو گیا تھا۔ ارویشہ بھی مصروفیت کی وجہ سے اوپر نہیں آ پائی تھی۔ چند قریبی عزیز اب بھی موجود تھے جبکہ سارے مہمان رخصت ہو چکے تھے۔

''باجی یہ منحوس ابھی تک ہے یہاں.....'' فائزہ خالہ نے شہلا چچی کو اکیلے دیکھا تو آن لیا۔

''رہنے دو فائزہ..... یہ موقع درست نہیں ہے۔'' وہ آگے ہی تھکی ہوئی تھیں لہٰذا اسے جھاڑ دیا فائزہ خالہ اپنا سا منہ لے کر بیٹھ گئیں۔ ہونہہ.....وہ ہنکاری۔

ارویشہ کو ذرا فرصت میسر آئی تو پہلا خیال اسے حیان کا آیا۔ وہ آہستگی سے سب کے درمیان سے کھسکی۔

وہ کمرے میں آئی تو وہ چت لیٹا چھت کو گھور رہا تھا۔

''مسٹر فاروقی اٹھ جائیں..... شام ڈھل چکی ہے۔'' وہ کمرے میں روشنی کر کے بولی۔

''لائٹس آف کر دو پلیز۔ تکلیف دے رہی ہیں۔'' وہ گلوگیر لہجے میں بولا۔

وہ چلتے ہوئے اس کے سرہانے آئی۔ چھینکنے کی وجہ سے ناک لال ہو رہی تھی۔ آنکھیں بہہ رہی تھیں۔

پلیز اٹھ جائیں مسٹر فاروقی!'' وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔

جیسے ہی اس نے چھوا تو اسے لگا جیسے اس نے تپتی ہوئی بھٹی پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔

''آپ کو بخار ہے'' وہ گھبرا گئی۔ میں ڈاکٹر کو بلاتی ہوں۔ وہ کہہ کر تیزی سے پلٹی۔ وہ اسے روکنا چاہتا تھا مگر زبان نے ساتھ نہ دیا۔

''انہیں سردی لگ گئی ہے اور شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہیں۔ انہیں آرام کی سخت ضرورت ہے۔ اور ہاں ان کی خوراک کا بھی خاص خیال رکھیں۔'' ڈاکٹر ہدایت دیتے ہوئے بولا۔

''جی ڈاکٹر صاحب!'' وہ دوائیوں کی چٹ تھام کر بولی۔

''آئیں ڈاکٹر صاحب۔'' ریحان ادب سے بولا اور چلا گیا۔

جبکہ ارویشہ اس کے لیے کچن میں کھانا لانے چلی گئی۔

☆.....☆.....☆

''آج تو کافی تھک گئے ہم سب نہیں!'' شانزے نے صوفے پر تقریباً گرتے ہوئے کہا۔

سب لوگ فارغ ہو کر لاؤنج میں آ گئے تھے۔

دونوں پھپھو چلی گئی تھیں۔ ساتھ میں سائرہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

اسلام علیکم!
ہمیں اپنے Blog Kitabdost
http://kitabdostpk.blogspot.be
اور readingpoint
http://readingpointpk.blogspot.be
کے لیے لکھاریوں کی ضرورت ہے جو ہمارے لیے ناولز
لکھ سکیں جو خواتین و حضرات شوقین ہیں وہ
ہمیں اپنی تحریر (ناول،ناولٹ،افسانہ قسط وار ناول)
اس میل آی ڈی پہ سینڈ کر سکتے ہیں
maisrasultan@gmail.com
فیس بک پہ بھی اس میل کے زریعے رابطہ کریں

Downloaded From Paksociety.com

بھی لوٹ گئی تھی اسے بھی یونیورسٹی جانا تھا۔

''ہاں یار واقعی!'' فائقہ نے بھی ٹانگیں سیدھی کیں۔

ماشاء اللہ بڑے بابا کے کتنے جاننے والے تھے ناں مجھے تو اندازہ ہی نہیں تھا کتنے لوگ ان کی تعزیت کو آئے تھے۔شانزے نے کہا۔

''ہاں بابا بہت خوش اخلاق اور ملنسار آدمی تھے۔جو بھی ان سے ملتا ان کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ بزنس ورلڈ میں ان کا نام ہے اسی لیے وہاں کے بھی بہت لوگ تھے۔'' نذیر فاروقی نے افسردگی سے کہا

''رمضو بابا.....پلیز چائے ہی پلا دیں۔''

عثمان نے آواز دی۔

''جی صاحب.....'' رمضو بابا نے جواب دیا۔

''بابا بس میرا کام ہو گیا ہے اب آپ سب کے لیے چائے بنالیں۔'' ارویشہ نے سوپ پیالے میں ڈالا اور اسے ٹرے میں رکھ کر بولی۔

''جی بی بی جی جیسا آپ کہیں۔''

وہ ٹرے لے کر باہر آئی۔

''کہاں جا رہی ہو تم؟'' وہ لاؤنج میں سے گزرنے لگی تو شہلا چچی نے اسے روک لیا۔

''جی مسٹر فاروقی کے لیے سوپ لے کر جا رہی ہوں۔'' وہ بولی

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتیں ناصر فاروقی نے کہا''جاؤ، جاؤ بیٹا.....تم جاؤ۔'' شہلا بیگم کو اس طرح اپنے دیور کی گستاخی ایک آنکھ نہ بھائی مگر وقت کی نزاکت کے باعث خاموش رہیں۔

وہ کمرے میں آئی حیان کی نا، نا کے باوجود اسے زبردستی سوپ پلایا اور پھر دوا دی۔وہ اس کی جی جان سے خدمت کر رہی تھی۔یہ وہی ارویشہ تھی جو کل تک اس کا چہرہ بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی اور آج داسی بنی اس کی خدمت کر رہی تھی۔کل تک کتنا غصہ تھا اس کے اندر مسٹر فاروقی کے لیے جسے وہ نکالنا چاہتی تھی مگر آج حالات بالکل مختلف تھے۔

کل تک جیسے وہ بے حس، مردہ دل اور نہ جانے کیا کیا سمجھ رہی تھی آج.....آج وہ اسے دنیا کا سب سے حساس اور مظلوم انسان لگ رہا تھا جسے سہارے کی اشد ضرورت تھی۔

اور اس بار حیان نے بھی خود کو مضبوط ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کی تھی وہ خود کو کمزور محسوس کر رہا تھا اور یہ وہ ہرگز نہیں چھپا رہا تھا۔وہ تہہ دل سے ارویشہ کا مشکور تھا جس نے کڑے ترین وقت میں اس کا ساتھ بالکل سائے کی طرح دیا تھا جو اکیلے انسان کے ساتھ ساتھ رہتا ہے مگر اپنے ہونے کا احساس نہیں دلاتا بس تاریکی میں چھپ جاتا ہے آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے مگر روشنی میں آتے ہی عیاں ہو جاتا ہے۔

☆.....☆.....☆

آج وہ بہتر محسوس کر رہا تھا۔اس لیے وہ اٹھا فریش ہوا اور اپنا سامان پیک کر لیا۔اس سے زیادہ وہ یہاں نہیں رک سکتا تھا جب تک وہ یہاں رہے گا خود کو مجرم اور گناہ گار ہی گردانتا رہے گا۔بابا جان کا خود کو ان کی موت کا ذمہ دار سمجھتا رہے گا اور یہ بات اس کے لیے جان لیوا تھی۔

وہ ہاتھ میں بیگ تھامے نیچے آیا۔

اسے یوں تک سک سا دیکھ کر سب حیران ہو گئے۔

''بیٹا کہاں جا رہے ہو؟'' وہ سب ناشتے کی میز پر تھے تو ناصر چچا بولے۔

زندگی آہستگی سے اپنی روٹین پر آ رہی تھی اور یہ ایک اٹل حقیقت تھی کہ لوگ جانے والے کو آخر بھول ہی جاتے ہیں اور دوبارہ اپنی زندگی میں مگن ہو جاتے ہیں۔

''چچا میں واپس جا رہا ہوں۔'' لہجہ پھر سے بے لچک تھا۔پرانا حیان بولا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''مگر بیٹا تمہاری طبیعت ابھی ٹھیک نہیں ہے۔'' نذیر فاروقی کھڑے ہوئے اور اس کے پاس آئے۔

''چچا میں ٹھیک ہوں۔ آپ فکر نہ کریں۔ پہنچ کر خیریت کی خبر کردوں گا اور پلیز مجھے رکنے کا نہیں کہیے گا کیونکہ میں نہیں رک پاؤں گا۔'' وہ التجائی لہجے میں بولا جیسے وہ یہاں سے فرار چاہتا ہے۔

''ہوں جیسے تمہاری مرضی۔'' وہ جانتے تھے کہ وہ نہیں سنے گا۔

اروبشہ ہکا بکا اسے دیکھ رہی تھی کل تک وہ بستر سے اٹھ نہیں پا رہا تھا اور اب جانے کو بے تاب تھا .....ابھی گھنٹہ بھر پہلے ہی اس کا بخار چیک کر کے آئی تھی اسے اب بھی بخار تھا مگر وہ کسی طور اپنی بیماری کو خاطر میں نہیں لا رہا تھا وہ بہت مضبوط اعصاب کا مالک تھا اس کا آج اسے احساس ہوا تھا۔

وہ اروبشہ کی طرف پلٹا۔ ''تمہیں چلنا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ تم یہاں رہ سکتی ہو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' بظاہر وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا مگر نجانے کیوں اروبشہ کو لگا کہ اس کی نگاہیں اور الفاظ ایک سے نہیں ہیں۔ زبان سے وہ اسے کہہ رہا ہے کہ اعتراض نہیں مگر اس کی آنکھیں بول رہی ہیں کہ چلو انکار نہ کرنا چلو میرے ساتھ میں تنہا نہیں لوٹنا چاہتا۔ اب میری ہم سفر نہیں میری ساتھی بن کر چلو۔''

وہ کچھ دیر خاموش رہی اور اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔

''یہ کیا چل رہا ہے؟'' شانزے نے فائقہ کے کان میں گھس کر کہا۔

''پتہ نہیں شاید محبت.....'' شانزے مدہم سے مسکرائی۔

''ہوں ٹھیک ہے میں چل رہی ہوں۔'' وہ ایک دم ٹیبل سے اٹھ کر بولی۔ اروبشہ نے خاص طور پر حیان کی آنکھوں میں ابھرنے والی چمک کو شدت سے محسوس کیا۔

''بیٹا پہنچ کر خاص طور پر خبر کرنا ورنہ ہمیں فکر لگی رہے گی۔'' نذیر چچا نے پھر سے یاد دہانی کرائی۔

''ضرور.....'' وہ بولا پھر خدا حافظ کہہ کر گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

☆.....☆.....☆

آج انہیں گھر آئے تیسرا دن تھا۔ حیان کی طبیعت اب بھی مکمل طور پر سنبھلی نہیں تھی مگر وہ خود کو بالکل صحت مند ظاہر کرنے کی بھرپور کوشش کرتا تھا۔ اروبشہ اب بھی اس کا خیال رکھ رہی تھی جسے اسے ایسا کرنے سے روکا نہیں گیا تھا۔

اروبشہ نے شدت سے محسوس کیا تھا کہ وہ بہت بے چین ہے کوئی دکھ ہے جو اماوس کی اندھیری رات کی طرح اس کی روح میں اترا ہوا ہے جو اندر ہی اندر اس کا خون چوس رہا ہے وہ راتوں کو اٹھ کر باہر گارڈن میں ٹہلنے لگتا تھا حالانکہ دسمبر کی سردیاں تھیں اور راتیں یخ بستہ سرد ہو جاتی تھیں۔ بارشوں کی وجہ سے فضا میں کافی نمی تھی جو ہواؤں کے ساتھ مل کر کلیجے میں اتر جاتی تھی۔

اب بھی وہ پشمینہ کی چادر کاندھے پر ڈالے باہر کا چکر لگا رہا تھا۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ سانس کے اخراج کے ساتھ دھواں اس کے نتھنوں اور منہ سے خارج ہو رہا تھا۔ دھند کی وجہ سے وہ اس کا صرف چہرہ دیکھ پا رہی تھی کیونکہ وہ روشنی میں نظر آ رہا تھا۔ حالانکہ باقی جسم دھند میں لپٹا تھا۔ اروبشہ جب بھی سانس خارج کرتی تب بھاپ کی تہہ شیشے کی کھڑکی پر جم جاتی تھی۔ اور آہستہ آہستہ گہری ہو رہی تھی۔ کچھ دیر اسے یونہی دیکھنے کے بعد وہ باہر آ گئی۔

''مسٹر فاروقی'' وہ اس کے قریب جا کر بولی ''تم اندر جاؤ کافی ٹھنڈ ہے یہاں۔'' جیسے ہی وہ پلٹا اسے دیکھ کر بولا۔

''ٹھنڈ آپ کے لیے بھی اتنی ہی ہے۔'' وہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ٹھنڈ آپ کے لیے بھی اتنی ہی ہے۔'' وہ نرمی سے بولی۔

''ہوں!'' وہ بولا۔

ناکافی روشنی میں وہ بہت کمزور دکھائی دے رہا تھا۔ آنکھیں گڑھوں میں گری معلوم ہو رہی تھیں سیاہ حلقے بہت واضح ہو رہے تھے جو مسلسل رت جگے کی غمازی کر رہے تھے، شیو بڑھی ہوئی تھی بال آدھے چہرے پر بکھرے تھے اور آدھے پیچھے تھے۔ وہ ہاتھ پیچھے باندھے کھڑا تھا۔

''پلیز مسٹر فاروقی دیکھیں مجھے سردی لگ رہی ہے۔'' وہ دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑ کر بولی کیونکہ وہ کوئی سوئیٹر پہنے بغیر آ گئی تھی۔

حیان نے اس کے چہرے پر دیکھا..... ہرنی سی آنکھیں وہ اسی پر وا کیے تھے اور مسلسل گھور رہی تھی۔ نہ جانے کیا تھا ان آنکھوں میں کہ وہ انکار نہیں کر سکا۔

وہ اندر آئے تو وہ کافی بنانے چلی گئی..... دو گرم کپ کافی کے لے کر وہ کمرے میں آئی تو وہ نائٹ بلب کی روشنی میں بیٹھا تھا۔

''کافی.....'' اس نے بھاپ اڑاتا کپ اس کی طرف بڑھایا۔

وہ اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی اور اسے دیکھنے لگی۔ وہ مسلسل کپ سے اٹھتی بھاپ کو گھور رہا تھا جیسے وہ یہاں ہوتے ہوئے بھی یہاں نہیں تھا۔

''مسٹر فاروقی کوئی پریشانی ہے تو پلیز..... یو کین شیئر وِد می!'' وہ کندے پر ہاتھ رکھ کر صداقت سے بولی۔

دوسری طرف خاموشی تھی جو اقرار کی ترجمانی کرتی تھی۔

''پلیز.....'' وہ دوبارہ بولی کیونکہ وہ اسے یوں اندر ہی اندر گھٹتے ہوئے اور اندر سے ٹوٹتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ بکھر رہا تھا اور یہ اسے ہرگز گوارا نہیں تھا۔ پچھلے ایک ہفتے میں اسے احساس ہوا کہ وہ حیان کو کتنا چاہتی تھی وہ اسے کھونے کا تصور بھی نہیں کر سکتی..... چاہے وہ اس سے کتنی ہی خفا کیوں نہ ہو..... وہ پھر بھی اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔

چند لمحے خاموشی سے سرک گئے۔ حیان کے اندر ایک جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ وہ بہت کنفیوز تھا .....ندامت، احساس جرم اسے اندر سے جلا رہا تھا۔ اس نے اروبشہ کو دیکھا جو بیتابی سے اسے ہی دیکھ رہی تھی آنکھوں میں واضح التجا تھی جیسے کہہ رہی ہوں ''اس بار مجھے خود سے دور مت کرو..... مجھے بیگانہ نہ بناؤ۔ دیکھو میں تمہاری اپنی ہوں تم مجھ پر بھروسہ کر کے تو دیکھو تمہیں پچھتانا نہیں پڑے گا۔ لوٹ آؤ میری طرف، لوٹ آؤ..... اپنا لو مجھے۔ میں کب سے تمہاری منتظر ہوں۔ اپنے کیے پر نادم ہوں..... لوٹ آؤ نا میرے محبوب اپنا لو مجھے۔''

وہ دونوں بنا پلکیں جھپکائے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے پھر حیان نے سر جھکا لیا اور کپ ٹیبل پر رکھ دیا۔

''میرے دل پر بہت بوجھ ہے اروی..... بہت بوجھ ہے..... مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا کروں؟''

''مجھے بتائیں کہ آپ کو کیا پرابلم ہے مسٹر فاروقی پلیز.....''

اس نے مختصراً اسے سارا واقعہ بتا دیا۔ یہ سب سن کر تو لمحے بھر کو اروی کے قدموں سے زمین واقعی کھسک گئی۔ وہ تو یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایسا بھی کچھ ہو سکتا ہے۔

''مسٹر فاروقی یہ سب آپ اکیلے سہہ رہے ہیں اتنے دنوں سے..... ایک بار..... ایک بار تو مجھے اپنا سمجھ کر مجھ سے شیئر کرتے۔'' وہ برہم ہوئی۔ ''ہو سکتا ہے جیسا آپ سوچ رہے ہیں ویسا نہ ہو۔ بڑے بابا نے ہماری لڑائی نہ سنی ہو۔ وہ ویسے ہی پلٹ گئے ہوں۔'' اس نے خیال ظاہر کیا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''نہیں اروبشہ ایسا نہیں ہوسکتا..... ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ مجھ سے ملنے خاص طور پر اوپر آئیں اور ملے بغیر ہی پلٹ جائیں۔ انہوں نے یقیناً کچھ سنا ہوگا اسی لیے پلٹ گئے..... انہیں میری وجہ سے..... میری وجہ سے دکھ ملا اروبشہ..... ان کے حیان نے انہیں دکھ دیا ہے جسے وہ سہہ نہیں پائے اور مجھے سزا دینے کے لیے اکیلا چھوڑ گئے۔'' وہ رو پڑا۔

''نہیں حیان آپ نہیں.....'' اس نے پہلی بار اسے نام سے پکارا'' کیونکہ آپ نے تو کچھ کہا ہی نہیں تھا..... بول تو میں رہی تھی غصہ تو مجھے تھا آپ پر..... انہوں نے میری باتیں سن لی ہوں گی۔'' وہ شرمندگی سے بولی۔'' آپ خود کو ذمہ دار نہ کہیں مسٹر فاروقی بڑے بابا کی موت کی ذمہ دار میں ہوں..... صرف میں۔'' اس نے سارا الزام اپنے سر لے لیا اور بری طرح رو دی۔

حیان نے تڑپ کر اسے دیکھا جو اس کے ضمیر کا بوجھ خود اٹھانے کو بے تاب تھی۔ حیان کو اس پر بہت پیار آیا۔ وہ مڑا اور اسے خود میں بھینچ لیا۔'' نہیں پلیز اروبشہ تم یوں خود کو قصوروار نہ گردانو۔''

ہم دونوں کو بڑے بابا سے بہت محبت ہے اور ہم چاہ کر بھی انہیں دکھ دینے کا سوچ نہیں سکتے۔ یہ ہم دونوں ہی بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ جو کچھ ہوا انجانے میں ہوا ہے۔ ہم سے۔ اب ہمیں رو کر انہیں اور دکھ نہیں دینا ہے..... ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ بڑے بابا نے زندگی میں کوئی فیصلہ بھی غلط نہیں کیا ہے..... انہوں نے ہر ایک کی بھلائی کو پیش نظر رکھ کر ہی فیصلہ کیا ہے۔

انہوں نے یقیناً میرا اور تمہارا اچھا ہی سوچا ہوگا اور مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ تم ہی میرے لیے بہترین جیون ساتھی ہو۔ بابا کا فیصلہ غلط نہیں تھا..... شاید اگر خود سے بھی ڈھونڈنا بھی چاہتا پھر بھی نہ ڈھونڈ پاتا میں مگر میں شکر گزار رہوں گا بابا کا زندگی بھر کہ انہوں نے تمہاری صورت میں مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔'' وہ بازوؤں کا گھیرا اس کے گرد تنگ کر کے بولا۔

''پلیز! مت رو اروبشہ.....! مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔'' وہ آہستگی سے اس کے آنسو پونچھ کر بولا۔

''آپ سچ کہہ رہے ہیں مسٹر فاروقی؟'' وہ بے یقینی سے بولی۔ اسے لگا کہ جیسے اس کی مراد بر آئی ہو۔ اسے منزل مل گئی ہو، کتنا لمبا اور کٹھن انتظار کیا تھا اس نے اس پل کا..... وہ خوشی سے مسکرا دی۔

''ہاں..... بالکل سچ..... تمہیں پتہ نہیں ہے کیا کہ حیان فاروقی کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔'' وہ اکڑ کر بولا اور پھر خود مسکرا دیا۔ وہ بھی مسکرا دی۔

بڑے بابا نے ان کو اٹوٹ بندھن میں باندھا تھا زندگی بھر کے لیے اور آج پھر وہ دونوں انہی کی بدولت نزدیک آئے تھے۔

''جانتے ہیں میں نے کتنا انتظار کیا ہے آپ کا مسٹر فاروقی کہ آپ یہ کہیں کہ آپ مجھے مانتے ہیں، میں آپ کی زندگی میں اہم حیثیت رکھتی ہوں'' وہ بچوں کی سی معصومیت سے بولی۔

''ہوں.....'' اس نے سر ہلایا اور مسکرا دیا۔

آنکھوں میں موجود نمی خوشی کی چمک بن کر ابھری۔ میں تمہیں اس دن یہی بتانا چاہتا تھا کہ میں نے شزا کی ناسور جیسی یادوں کو اپنے ماضی میں ہی دفنا دیا ہے۔

میں نے اپنی زندگی کی کتاب سے وہ صفحے پھاڑ دیے ہیں، جو مجھے اذیت دیتے تھے۔ اس نے مجھے کسی آسیب کی طرح بس میں کر رکھا تھا۔ چاہ کر بھی نکل نہیں پا رہا تھا۔ مجھے لگتا تھا کہ ڈوب جاؤں گا میں اندھیروں میں مگر پھر تم کسی بجلی کی طرح چمکیں اس دن..... اور مجھے جینے کا حوصلہ دیا۔'' وہ جذب سے بولا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بن کر سن رہا تھا۔ حیان کے منہ سے نکلے گئے الفاظ پھوار بن کر اس کے من آنگن میں محبت کے پودوں کو جلا بخش رہے تھے۔ اس کے جسم کا پور پور حیان کی محبت، اس کی سچائی کا ترجمان بنا ہوا تھا..... وہ خود کو ساتویں آسمان پر محسوس کر رہی تھی۔ کیونکہ اس کے من کا دیوتا جو پوری شان سے اس کے من کے تخت پر براجمان تھا وہ اس کی محبت کی گواہی دے رہا تھا۔ وہ شانت ہو گئی تھی۔

''پتہ ہے اروی!'' وہ اس کے ہاتھ تھام کو جوش سے بولا ''میں نے جب اپنے بارے میں سوچا تب مجھ پر آشکار ہوا کہ لاشعوری طور پر تم میرے ساتھ رہی ہو..... جب جب میں خود کو سوچتا ہوں تب تب میں تمہیں سوچتا ہوں۔''

''ہاں میں نادم ہوں اپنے کیے پر..... میں نے لاپروائی برتی ہے تمہارے معاملے میں۔'' وہ شرمندگی سے بولا۔

میرا خدا گواہ ہے کہ میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا..... بس ایک عجیب سی دیوار تھی جو مجھے تم تک آنے نہیں دیتی تھی..... مگر جب تم ایک دم یوں چلی گئیں تو احساس ہوا کہ جب تک تم سامنے ہو میں لاپرواہ رہتا ہوں مگر جب تم نظروں سے اوجھل ہوتی ہو تو میں دیوانہ وار تمہیں تلاش کرتا ہوں۔''

وہ اپنی رو میں بولے جا رہا تھا..... اور وہ اسے سن رہی تھی۔

''میں یہ دعویٰ ہرگز نہیں کروں گا کہ میں بدل گیا ہوں۔ مگر ہاں تمہارے لیے میرے دل میں ایک خاص مقام ہے۔ دنیا والوں کی پرواہ حیان فاروقی نے نہ کل کی تھی اور نہ آج کی ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''میں فخر محسوس کرتی ہوں کہ جناب حیان فاروقی نے اس کنیز پر نظر خاص عنایت کی ہے اور اسے اپنی زندگی میں شامل کیا ہے۔'' وہ اترا کر بولی اور ہنس دی۔

وہ بھی مسکرا دیا۔

''اوہ پلیز یار اب ایسا بھی نہ کہو۔ کنیز ونیز نہیں ہو تم..... تم اروشہ حیان فاروقی ہو بلکہ مسز حیان فاروقی'' وہ فخر سے بولا۔ اور یہ بات دنیا کی کوئی چیز بدل نہیں سکتی۔

''بس اروشہ..... میرا مان، میرا بھروسہ کبھی ٹوٹنے مت دینا اگر اب یہ ٹوٹا تو حیان مر جائے گا..... پہلے نہ جانے کیسے جی گیا میں اب نہیں جی پاؤں گا مر جاؤں گا۔'' وہ بولا:

اروشہ مسکرائی۔ اس نے حیان کے ہاتھ تھامے اور محبت سے بولی۔ ''میں آپ کو کچھ نہیں ہونے دوں گی۔ میں ثابت کروں گی کہ عورت بے وفا نہیں ہوتی بلکہ اگر وفا کرنے پر آئے تو جان دینے سے بھی گریز نہیں کرتی وہ..... میں مانتی ہوں شزا جیسی عورتیں بھی اسی دھرتی کا حصہ ہیں مگر ہمارے دین میں حضرت فاطمہؓ، حضرت عائشہؓ جیسی عورتیں بھی ہیں جنہوں نے وفا کی تاریخ رقم کی ہے۔

میں وعدہ کرتی ہوں کہ حیان میں آپ کا مان ہرگز نہیں توڑوں گی۔'' وہ فخر سے بولی۔

''اور ہم دونوں مل کر ثابت کریں گے کہ بڑے بابا کا فیصلہ کس قدر درست تھا۔''

''انشاءاللہ.....'' اروشہ مسکرا دی

حیان نے اروشہ کا ہاتھ چوم لیا۔

''تھینک یو سو مچ! تم نے مجھے پھر سے جینا سکھا دیا ہے۔ میں احسان مند ہوں۔''

Pleasur is all mine وہ گردن کو خم دے کر بولی۔

پھر دونوں ہی مسکرا دیے۔

دور کہیں آسمانوں میں بڑے بابا بھی مسکرا دیے۔ آخر کو ان کی خواہش بر آئی تھی۔ وہ دونوں اب ایک دوسرے کا سہارا تھے اور یہ ہی وہ چاہتے تھے۔

(ختم شد)

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM